اللہ جل جلالہ سے دوستی

اللہ سے دوستی

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن

40-اردو بازار لاہور

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور رزاق ہے

نام کتاب ------------ اللہ سے دوستی

مصنف ------------ عالم نقری

اشاعت ------------ ۲۰۰۵ء

تعداد ------------ ۱۱۰۰

زیر اہتمام ------------ محسن نقری

معاون ------------ جاوید نقری

پریس ------------ اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ------------ 250/-

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ا۔ اللہ سے دوستی	۱۷
	اللہ کی صفت ولی	۲۰
	ولی اللہ کا مطلب	۲۲
	ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۱	ولی اللہ کی شان	〃
۲	نیک لوگ	〃
۳	ولی اللہ سے دشمنی کی ممانعت	〃
۴	جنت کے بادشاہ	۲۴
۵	ولی اللہ کو دیکھ کر اللہ یاد آئے	〃
۶	اللہ کی راہ کا اجر	〃
۷	اولیاء کے اوصاف	۲۵
۸	ولایت نفلی عبادت سے ملتی ہے	〃
۹	اللہ کی بندے سے محبت	〃
۱۰	قیامت کب آئے گی	۲۶
	اللہ کے دوست کون	〃
۱	حضرت جنیدؒ کا قول	۲۶
۲	حضرت علی ہجویریؒ کا فرمان	〃

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳	اولیاء اللہ کی تعریف	۲۷
۴	اولیاء اللہ کی پہچان	〃
۵	اِتباعِ سُنت	〃
۶	ولی اللہ کی خوبی	〃
۷	ولی کون ہوتا ہے	〃
۸	ولی اللہ کا وصف	〃
۹	مناظرہ	۲۸
۱۰	حضرت بشر حافی کی ولایت	〃
۱۱	حضرت ابراہیم بن ادھم کا قول	〃
۱۲	شانِ ولایت	〃
۱۳	حکایت	۲۹
۱۴	ولی اللہ بننے کا طریقہ	〃
۱۵	اللہ کی طرف دھیان	۳۰
۱۶	دوستی کے لائق	〃
۱۷	حضرت موسیٰؑ سے اللہ کا خطاب	〃
۱۸	حکایت	〃
۱۹	اللہ کے چار ناموں سے فیض	〃

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰	اللہ کا دوست کیسے بنتا ہے	۳۲
۲۱	حکایت	"
۲۲	اولیاء پر اللہ کا انعام	۳۴
۲۳	اوصافِ اولیاء	"
۲۴	حکایت	۳۵
۲۵	حکایت	۳۹
۲۶	چھ باتوں پر عمل کی نصیحت	۴۱
	۲- توبہ	۴۳
	سچی توبہ	۴۶
۱	فضیلت توبہ	۵۱
۱	قبول توبہ	"
۲	توبہ کرنے والے بہتر ہیں	"
۳	اللہ توبہ قبول کرتا رہے گا	"
۴	توبہ کا وقت کب تک ہے؟	۵۲
۵	دعائے توبہ	"
۶	روزانہ مغفرت طلب کرو	"
۷	موقعہ کو غنیمت جانو	"
۸	اللہ کے حضور توبہ	"
۹	رضائے الٰہی کے لیے توبہ کرو	۵۳
۱۰	ننانوے قتل کے بعد توبہ	"
۱۱	بندے کی توبہ سے اللہ کو خوشی ہوتی ہے	"
۱۲	اللہ تعالیٰ کی پسند	۵۴
۱۳	توبہ گناہ کو ختم کر دیتی ہے	۵۵
۱۴	وصال پانے کی سب سے بہتر صورت	"
	اقوالِ توبہ	"
۱	بوڑھے کی توبہ	"
۲	توبہ واجب ہے	"
۳	توبہ کے چار ستون	"
۴	حضرت امام جعفرؑ کا ارشاد	"
۵	ترغیبِ توبہ کی مثال	۵۶
۶	عوام اور خواص کی توبہ	"
۷	توبہ اللہ کا انعام ہے	"
۸	توبہ کا اہم راز	"
۹	توبہ انابت و توبۂ استحیاء	"
۱۰	حضرت ابراہیم دقاق کی دلیل	۵۷
۱۱	توبہ کی تعریف	"
۱۲	حضرت رابعہؒ کا قول	"
۱۳	توبہ کس سے کی جاتی ہے	"
۱۴	توبہ کے تین درجے	"
۱۵	توبہ میں اللہ کی یاد	۵۸
۱۶	توبہ کے معانی	"
۱۷	توبہ دو طرح کی ہے	"
۱۸	توبہ ظاہر اور باطن ایک جیسی کرو	"
۱۹	توبہ نصوح کیا ہے	"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۰	جہاد سے پہلے توبہ ضرور کرو	۵۹
۲۱	بدترین شخص کون	〃
۲۲	اللہ کی معرفت کا پہلا مقام	〃
۲۳	مرنے سے پہلے توبہ کرلو	〃
۲۴	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قول	〃
۲۵	حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا قول	۶۰
۲۶	تائب کون ہے؟	〃
۲۷	توبہ چھ قسم کی ہے	〃
۲۸	توبہ کی تین حالتیں	〃
۲۹	حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ارشاد	۶۱
	حکایات وواقعات	۶۱
	۳۔ بیعت	۷۶
	۱۔ اثباتِ بیعت	〃
	۲۔ احادیثِ بیعت	۸۰
۱	ہجرت پر بیعت	〃
۲	بیعتِ تقویٰ	〃
۳	حضرت عمرو بن عاص کی بیعت کا واقعہ	۸۱
۴	حق پر قائم رہنے کی بیعت	〃
۵	بیعت کا مقصد	〃
۶	بیعت اطاعت	۸۲
۷	درخت کے نیچے بیعت	〃
۸	بیعتِ اسلام	〃
۹	چھوٹوں کے لیے دعا	۸۲
۱۰	دنیوی غرض کی بیعت کی مذمت	۸۳
۱۱	بیعتِ خلافت	〃
۱۲	امام کی بیعت	〃
۱۳	ایک بیعت کا واقعہ	〃
۱۴	عورتوں کی بیعت	۸۴
	۳۔ حقیقتِ بیعت	۸۶
	وسیلہ	〃
	۴۔ حکایاتِ بیعت	۸۸
۱	حکایت	〃
۲	ایک سنیاسی کے مرید ہونے کا واقعہ	۹۰
۳	حکایت	۹۱
۴	حکایت	۹۲
۵	حکایت	۹۳
۶	درویش کی صفت پردہ پوشی ہے	۹۴
۷	حکایت	〃
۸	حکایت	۹۵
۹	حکایت	۹۶
۱۰	حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا طریقہ بیعت	〃
۱۱	موقعہ بیعت پر نصیحت	۹۷
۱۲	حکایت	〃
۱۳	حکایت	۹۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
١٤	حکایت	٩٨
١٥	حکایت	٩٩
	۴۔ اللہ کی عبادت	١٠٣
	۱۔ ترغیبِ عبادت	١٠٣
	۲۔ فضائلِ عبادت	١٠٧
١	جنّت میں حضورؐ کی رفاقت	״
٢	رمضان المبارک میں کثرتِ عبادت	״
٣	نفلی عبادت	״
۴	مسجد میں عبادت کا صلہ	١٠٨
۵	حضورؐ کی عبادت	״
٦	عبادت کرنیوالے بہترین لوگ ہیں	״
٧	عبادت سے مدد حاصل کرو	١٠٩
٨	کلماتِ طیّبات	״
٩	عبادت میں اعتدال ضروری ہے	״
١٠	خلوص کے ساتھ عبادت	١١٠
١١	اللہ کو پکارنا عبادت ہے	״
١٢	اللہ کی عبادت کرو	١١١
١٣	اسلامی عبادات	״
١۴	اللہ کا بندوں پر حق	١١٢
١۵	آخری دم تک رب کی عبادت کرو	״
١٦	دو آدمیوں کا قصّہ	״
١٧	کثرتِ سجود کا صلہ	١١٣
١٨	قُربِ قیامت کے لوگ	١١٣
١٩	نفلی نماز میں طویل قیام	١١۴
٢٠	عبادت کے لیے اللہ سے توفیق مانگو	״
٢١	چند نیک اعمال	״
	فرمُوداتِ صحابہ کرامؓ	״
١	عبادت کے لائق صرف اللہ ہے	״
٢	عبادت کی حقیقت	١١۵
٣	حضرت عُمرؓ کا قول	״
۴	معبودِ برحق کا حق	״
۵	نفع بخش	״
٦	فلسفہ عبادت	״
٧	حضرت علیؓ کا فرمان	١١٦
٨	عبادت میں اخلاص پیدا کرو	״
	اسرارِ عبادت	״
	عبادت، عبودیت اور عبودت	١١٩
	اولیاء کا کمالِ عبادت	١٢٢
١	حضرت مالکؒ کا قول	״
٢	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا معمول	״
٣	حضرت بایزید بُسطامیؒ	١٢٣
۴	عبادت میں خدا کی پہچان	״
۵	کمالِ پابندی	״
٦	حکایت	١٢۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷	حضرت امام جعفر صادقؓ کی عبادت	۱۲۴
۸	حکایت	״
۹	حکایت	״
۱۰	عبادتِ الٰہی میں مصروفیت	۱۲۶
۱۱	حکایت	۱۲۷
۱۲	عبادت گزاروں سے ملاقات	״
۱۳	عابد کی تعریف	۱۲۸
۱۴	عابدوں کی قسمیں	״
۱۵	حکایت	۱۳۰
	۵۔ اللہ تعالیٰ کا ذِکر	۱۳۳
	فرمانِ الٰہی	۱۳۴
	فضائلِ ذکر	۱۳۷
۱	اللہ کی معیت	״
۲	دلوں کی صفائی	״
۳	عذابِ الٰہی سے نجات	״
۴	برکاتِ ذکر	״
۵	اللہ کو یاد کرنیوالے کون ؟	۱۳۸
۶	بہتر انسان	״
۷	عدمِ ذکر پر مذمت	״
۸	حلقۂ ذکر جنت کے باغ ہیں	״
۹	شانِ ذکر	״
۱۰	ذاکر مرد اور عورت	۱۳۹
۱۱	سونے سے پہلے ذِکر	۱۳۹
۱۲	مجلس میں ذِکر کرو	״
۱۳	ذِکر نہ کرنے کا خسارہ	״
۱۴	زبان کو ذِکر سے تر رکھو	۱۴۰
۱۵	بہترین اعمال	״
۱۶	ذِکرِ الٰہی میں مصروف رہو	״
۱۷	فرمانِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۱
۱۸	اللہ کی حمد وثنا	״
۱۹	گفتگو میں اللہ کا ذِکر کرو	۱۴۲
۲۰	ذکرِ الٰہی کی عظمت	״
۲۱	علامتِ ایمان	״
۲۲	ذِکرِ الٰہی کی مثال	״
۲۳	محبوب کام	״
۲۴	نمازِ فجر کے بعد ذِکر	۱۴۳
۲۵	کثرتِ ذِکر	״
۲۶	تین بھاری عمل	״
۲۷	اللہ کے بندوں کی پہچان	״
۲۸	ذکرِ الٰہی کی تاثیر	۱۴۴
۲۹	جہاد کا بدل ذِکر ہے	״
۳۰	ذِکر کا اجر	״
۳۱	ذکرِ الٰہی نفع بخش ہے	״
۳۲	قیامت میں اہلِ ذکر کی شان	۱۴۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۳	ذکر کے ذریعے قُربِ الٰہی	۱۴۵
۳۴	حدیث شریف	”
۳۵	اہلِ ذکر کا اجر	”
۳۶	پانچ باتوں پر عمل کا حکم	۱۴۶
۳۷	محبوب اور مبغوض بندے	۱۴۷
	اقوالِ ذکرِ الٰہی	”
	درجاتِ ذکر	۱۵۲
	حکایاتِ ذکر	۱۵۵
۱	حضرت بایزیدؒ کا قول	”
۲	حکایت	۱۵۶
۳	حکایت	”
۴	ذکرِ الٰہی کی لگن	۱۵۷
۵	حکایت	”
۶	حکایت	”
۷	حکایت	۱۵۸
۸	حقیقتِ ذکر	”
۹	حکایت	”
۱۰	حکایت	”
۱۱	حکایت	۱۵۹
۱۲	شانِ ذکر	۱۶۱
	۶۔ مراقبہ	۱۶۲
	احادیثِ مراقبہ	۱۶۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حدیث جبرائیل	۱۶۴
۲	اصل طریقۂ عبادت	۱۶۵
۳	بندے کو اللہ کا دیکھنا	”
۴	اللہ کی یاد کا اجر	۱۶۶
۵	لفظ اللہ کی حفاظت مراقبہ ہے	”
۶	اللہ کا تصوّر رکھنا مراقبہ ہے	”
۷	اللہ بندے کے گمان سے قریب تر ہے	”
۸	توجہ سے ذکرِ الٰہی	۱۶۷
۹	سات آدمیوں پر اللہ کی رحمت	”
۱۰	روایت	۱۶۸
۱۱	روایت	”
۱۲	حکایت	۱۶۹
	مسلکِ صوفیاء	”
۱	اللہ کے سوا ہر چیز سے توجہ ہٹانا مراقبہ ہے۔	۱۷۳
۲	حضرت یحییٰ علیہ السلام	”
۳	حکایت	”
۴	حکایت	۱۷۴
۵	حکایت	۱۷۵
۶	مراقبہ کی اہمیت	”
۷	حضرت بشر حافیؒ کا مراقبہ	۱۷۶
۸	حضرت بایزید بسطامیؒ کا مراقبہ	”

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹	حضرت خواجہ امکنگی کا واقعہ مراقبہ	۱۷۶
۱۰	مراقبہ کی خبر کا مقام	۱۷۷
۱۱	مراقبے کا کمال	״
۱۲	حضرت یحییٰ بن معاذؒ پر مراقبے کا اثر	۱۷۸
۱۳	حضرت ابنِ عربی کا مراقبہ	۱۸۰
۱۴	مراقبہ کیا ہے ؟	۱۸۱
	اہلِ تقویٰ کا مراقبہ	״
	حکایت	۱۸۶
	حکایت	۱۸۷
	۷۔ زُہد	۱۸۸
	تلقینِ زُہد	۱۸۹
	فضیلتِ زُہد	۱۹۱
۱	دُنیا کو دل سے نکالنا زُہد ہے	״
۲	زاہد کی صحبت اختیار کرو	۱۹۲
۳	زُہد کیا ہے ؟	״
۴	زاہد بننے کی تاکید	״
۵	مال جمع کرنا زُہد نہیں	۱۹۳
۶	حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطبہ	״
۷	دنیوی فکروں کو چھوڑنا زُہد ہے	۱۹۴
۸	طاقتور مومن کی فضیلت	״
۹	نفسانی خواہشات کی مذمت	״
۱۰	زُہد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے	״
۱۱	کونسا آدمی بہتر ہے	۱۹۵
۱۲	جنت کے آگے مشکلات کا پردہ	״
۱۳	حکمت کے دروازوں کا کُھلنا	״
۱۴	دُنیا کا مال اچھا نہیں	״
۱۵	اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا بہتر ہے	۱۹۶
۱۶	بکری کے مُردہ بچے کی مثال	״
۱۷	دُنیا حقیر چیز ہے	״
۱۸	اعمالِ زُہد	۱۹۷
۱۹	زاہدوں کی قُربت اختیار کرو	״
۲۰	دُنیا میں زُہد اختیار کرو	״
۲۱	سب سے بڑا زاہد کون ہے	۱۹۸
۲۲	حضورؐ کی دُعا	״
	زُہدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	״
	زُہدِ صحابہ کرامؓ	۲۰۱
۱	حکایت	۲۰۲
۲	زُہدِ حضرت ابوبکر صدیقؓ	״
۳	زُہدِ فاروقیؓ	۲۰۳
۴	زُہدِ حضرت علیؓ	״
۵	زُہدِ حضرت سلمان فارسیؓ	۲۰۴
	زُہد کے متعلق صُوفیاء کا نظریہ	۲۰۶
۱	وضاحتِ زُہد	״
۲	حضرت ابوعلی دقاق کا قول	״

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳	کیفیتِ زُہد	۲۰۶
۴	زُہد کی چادر	۲۰۷
۵	حضرت سرّی سقطیؒ کا فرمان	″
۶	اچھّا زاہد	″
۷	زُہد کیا ہے	″
۸	زاہدوں کے اعمال	۲۰۸
۹	زُہد کے تین مرتبے	″
۱۰	حضرت ابنِ مُبارک کا قول	″
۱۱	زاہد کون ہے؟	″
۱۲	حضرت ابو تمام کا قول	″
۱۳	حضرت شہاب الدین سہروردی کا قول	۲۰۹
۱۴	زاہد کو اللہ کی عطا	″
۱۵	زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں	″
۱۶	زاہدوں کا ایثار	″
۱۷	اجزائے زُہد	۲۱۰
۱۸	زُہد کی نشانی	″
۱۹	زُہد کی تعریف	″
۲۰	کیفیاتِ زُہد	″
۲۱	علامتِ زُہد	″
۲۲	زاہد کی قدر و قیمت	″
۲۳	حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد	۲۱۱
۲۴	زُہد ایک فرشتہ ہے	″

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵	حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول	۲۱۱
۲۶	زُہد اور وعظ	″
۲۷	لباسِ زُہد	″
۲۸	حضرت ابُوعلی دقاق کا قول	۲۱۲
۲۹	حضرت بایزید بُسطامیؒ	″
۳۰	زُہد کن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے	″
۳۱	ترکِ دُنیا زُہد ہے	″
۳۲	حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا ارشاد	۲۱۳
۳۳	حقیقتِ زُہد	″
	درجاتِ زُہد	″
	حکایاتِ زُہد	۲۱۶
	۸۔ رزق	۲۲۰
	احکامِ خداوندی	″
	فضیلتِ رزقِ حلال	۲۲۳
۱	حلال روزی تلاش کرو	″
۲	ہاتھوں کی کمائی	″
۳	کتابت رزقِ حلال ہے	۲۲۴
۴	پاکیزہ ذریعہ معاش	″
۵	نیک اولاد نیک کمائی ہے	″
۶	پاک کھانا کھانے کا حکم	″
۷	روزی کے بنے ہوئے ذریعے کو نہ چھوڑو	۲۲۵

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۸	حلال وحرام کی تمیز	۲۲۵
۹	اناج کے بدلے اناج	״
۱۰	رزقِ حلال کے اصول	״
۱۱	مرضی سے دوسرے کو دیا ہُوا مال حلال ہے	۲۲۶
۱۲	درست چیز دینے کا اصول	״
۱۳	تجارت کا ایک اصول	״
۱۴	رزقِ حلال کھانے کا کمال	״
	فرمودات صحابہ کرامؓ	۲۲۷
۱	رزق کی قدر کرو	۲۲۷
۲	تلاشِ رزق	״
۳	حضرت علیؓ کا ارشاد	״
۴	رزق دو طرح کا ہے	״
۵	محتاجوں کی روزی	״
۶	کسبِ معاش میں اچھا راستہ	۲۲۸
۷	اللہ کی راہ کا اصول	״
۸	حضرت عثمانؓ کی نصیحت	״
۹	حضرت ابنِ عباسؓ کا طرزِ عمل	״
۱۰	حضرت سلیمان فارسیؓ	۲۲۹
	اقوالِ رزق	״
	حکایاتِ اولیار	۲۳۲
۱	رزقِ حلال تلاش کرو	۲۳۲
۲	حکایت	۲۳۳
۳	حکایت	۲۳۳
۴	ولی کا اصولِ تجارت	۲۳۴
۵	حضرت نظام الدین اولیارؒ	״
۶	حکایت	۲۳۵
۷	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا نظریہ رزق	״
۸	حکایت	۲۳۶
۹	حکایت	۲۳۷
۱۰	حکایت	״
۱۱	خدائی رزق	۲۳۸
۱۲	حکایت	۲۳۹
۱۳	حکایت	۲۴۰
۱۴	رزق کے چار درجے	״
۱۵	اصولِ فقر	۲۴۱
۱۶	اللہ کے بندوں کا رزق	״
۱۷	حکایت	۲۴۲
۱۸	اللہ کی مزدوری کا صلہ	״
	۹۔ فضیلتِ علم	۲۴۴
	ضرورتِ علم	۲۴۶
	فضیلتِ علم	۲۵۰
۱	عالم کی فضیلت	״
۲	طلبِ علم	״
۳	طالبِ علم کی فضیلت	״

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴	جنّت کا راستہ	۲۵۱
۵	نفع بخش علم	″
۶	علمِ حدیث کی فضیلت	″
۷	دین کی سمجھ کا ملنا	″
۸	علمی بات پہنچانے کی فضیلت	″
۹	دو آدمی قابلِ رشک ہیں	۲۵۲
۱۰	علم خاصۂ نبوت ہے	″
۱۱	سمجھانے کا انداز	″
۱۲	علم پر فخر کرنے کی مذمت	″
۱۳	عالم اور متعلّم	۲۵۳
۱۴	علم کا حقیقی مقصد	″
۱۵	علم چھپانے کی ممانعت	″
۱۶	تین عمل	″
۱۷	اہلِ علم کی شان	″
۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا	۲۵۴
۱۹	علم حاصل کرنے کی برکت	″
۲۰	اللہ کے لیے علم حاصل کرو	″
۲۱	قُربِ قیامت کی علامت	″
۲۲	بصیرتِ دین	″
۲۳	علمی مجلس کی برکت	″
	برکاتِ علم	
۱	حضرت ابوبکر صدیق کا قول	۲۵۵
۲	حضرت عمرؓ فاروق کا فرمان	۲۵۶
۳	آدمیوں کی تین قسمیں	″
۴	جس حالت میں مرے گا اسی میں اُٹھے گا	″
۵	علم سیکھنا نیکی ہے	۲۵۷
۶	علم مال سے افضل ہے	۲۵۸
۷	علم کی عظمت	۲۵۹
۸	حکایت	″
۹	چار چیزوں کا علم	″
۱۰	اہلِ علم کو چادرِ محبت کا عطیہ	۲۶۰
۱۱	عالم کا حق	″
۱۲	علماء کا ادب	۲۶۱
۱۳	عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے	″
۱۴	عالم کی صحبت کی برکتیں	۲۶۱
۱۵	حکایت	۲۶۲
۱۶	حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد	″
۱۷	علم تین ہیں	۲۶۳
۱۸	علم دل کی حیات ہے	″
۱۹	زُہد اور علم	″
۲۰	علم پر عمل کرنا بہت مشکل ہے	۲۶۴
۲۱	علم سیکھنا جہاد سے افضل ہے	″
۲۲	علم شرافت میں اضافہ کرتا ہے	۲۶۵
۲۳	حکایت	″

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۲۴	حضرت عبداللہ بن مبارک کا طرزِ عمل	۲۶۶
۲۵	حضرت حسنؓ کا فرمان	〃
۲۶	علم عمل کے لیے ضروری ہے	〃
۲۷	تین قسم کے لوگوں کی حالت	۲۶۷
۲۸	بزرگ کا قول	〃
۲۹	بشر حانی کا علمی مقام	〃
۳۰	حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قول	۲۶۸
۳۱	علم کی بات	〃
۳۲	علم سیکھنا ضرورتِ دین ہے	〃
۳۳	حکایت	〃
۳۴	حکایت	۲۶۹
۳۵	حکایت	〃
۳۶	حضرت ابو علی دقاقؒ کا ارشاد	۲۷۰
۳۷	حصولِ علم کا وسیلہ	〃
۳۸	حضرت مولانا روم کا واقعہ	۲۷۱
	۱۰۔ سفر	
	آیاتِ سفر	۲۷۳
	ارشاداتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۵
۱	سفر میں امیر بنانا	۲۷۷
۲	تنہا سفر ناپسندیدہ ہے	〃
۳	سفر سے واپسی میں جلدی کرنا	〃
۴	تین سوار قافلہ ہیں	〃
۵	سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی	〃
۶	واپس آنے کا وقت	۲۷۷
۷	رات کو سفر کرنا بہتر ہے	۲۷۸
۸	صبح یا شام واپس آنا	〃
۹	سفر میں سونے کا طریقہ	〃
۱۰	قوم کا سرداران کا خادم ہے	〃
۱۱	سرِ شام واپس آنا	〃
۱۲	سواری کی نگہداشت کی تاکید	۲۷۹
۱۳	جانوروں کو سفر میں ان کا حق دو	〃
۱۴	سفر میں اکٹھے رہنا بہتر ہے	〃
۱۵	سفر میں شیطان سے بچنے کی تاکید	〃
۱۶	سفر میں جانے کی فضیلت	۲۸۰
۱۷	واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا	〃
۱۸	سفر میں کُتّے اور گھنٹی کی مذمت	〃
۱۹	سفر سے واپسی کا ادب	〃
۲۰	زائد سواری سے دوسروں کی خدمت کرو	۲۸۱
۲۱	دوسرے کو سواری پر بٹھانے کی تاکید	〃
	مقاصدِ سفر	
۱	مشائخ اور روحانی بھائیوں سے ملاقات	۲۸۲
۲	آثارِ عبرت کا مشاہدہ	۲۸۴
۳	تزکیۂ نفس	۲۱۸
۴	گمنامی کا شرف	〃

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	حصولِ معاش کے لیے سفر	۲۹۰
۶	سفر برائے حج	۲۹۱
۷	جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سفر	۲۹۲
۸	سفر برائے تبلیغ	۲۹۳
	فرمودات صوفیاء	۲۹۴
۱	طالبو سفر کرو	"
۲	ہمیشہ سفر	"
۳	پیغام	"
۴	سفر میں فاقہ	۲۹۵
۵	حضرت نوریؒ کا قول	"
۶	چار چیزوں کی ضرورت	"
۷	اشیائے سفر	۲۹۶
۸	آدابِ سفر	"
	حکایاتِ سفر	۲۹۷
	۱۱- اللہ والوں کی صحبت	۳۱۳
	ترغیبِ صحبت	۳۱۴
	فضیلتِ صحبت	۳۱۹
۱	اچھی صحبت کی تلاش	"
۲	حضورؐ کی صحبت	"
۳	اچھی اور بری صحبت کی مثال	۳۲۰
۴	عالمِ ارواح میں ایکدوسرے کی پہچان	"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	صحبت کی بنیاد محبت ہے	۳۲۰
۶	مومن اُلفت کرنے والا ہے	"
۷	اللہ کے لیے دوستی رکھنا	۳۲۱
۸	دین اپنانے میں دوستی کا اثر	"
۹	صحبت اختیار کرنے کے لیے تحقیق	"
۱۰	مومن کی مثال	"
۱۱	صرف مومن کو مصاحب بناؤ	۳۲۲
	صحبتِ اولیاء	"
۱	حکایت	۳۲۶
۲	چالیس سالہ صحبت کا اثر	"
۳	حکایت	"
۴	حکایت	۳۲۷
۵	صحبت کی اقسام	"
۶	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی صحبت	۳۲۸
۷	تین شرطیں	۳۲۹
۸	حکایت	"
۹	حکایت	۳۳۰
۱۰	بدی کے اثرات سے بچو	"
۱۱	حضرت ابوسعیدؒ کا قول	"
۱۲	حکایت	"
۱۳	ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو	۳۳۱
۱۴	حکایت	"

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵	حکایت	۳۳۱
۱۶	حکایت	۳۳۲
۱۷	ایک شخص کی دُعا	۳۳۳
۱۸	حکایت	″
	۱۲۔ خلوت	۳۳۴
	شرعی گوشہ نشینی	۳۳۵
	اختیاری گوشہ نشینی	۳۳۶
	چلّہ کشی	۳۳۸
	احادیثِ خلوت	۳۴۳
	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی	۳۴۶
	خلوتِ صوفیاء	۳۴۹
۱	حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد	″
۲	خلوت کو لازم کرلو	″
۳	خلوت صدیقین کی آرزو ہے	۳۵۰
۴	معرفت اور خلوت	″
۵	اصولِ خلوت	″
۶	اسبابِ خلوت	″
۷	دُنیا اور آخرت خلوت میں ہے	۳۵۱
۸	فتنوں سے بچو	″
۹	خلوت کا فائدہ	″
۱۰	خلوت اور اُنس کا تعلق	۲۵۲
۱۱	حضرت سعید بن حرب کا فرمان	″
۱۲	گوشہ نشینی کیا ہے؟	۳۵۲
۱۳	خلوت اور جلوت کا فرق	″
۱۴	دین کی سلامتی	″
۱۵	توریت کے جملے	۳۵۳
۱۶	ایک بزرگ کا قول	″
۱۷	حضرت فضیلؒ کا ارشاد	″
۱۸	حضرت مالک بن دینار کا قول	۳۵۴
۱۹	خلوت سے کیا مراد ہے؟	″
۲۰	خلوت اختیار کرنے کی وجہ	″
۲۱	خلوت کی اہمیت	″
۲۲	حضرت علی ہجویریؒ کا فرمان	۳۵۵
۲۳	فرمان حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ	″
۲۴	حضرت بہاءُ الدین نقشبندیؒ کا قول	″
۲۵	حضرت مجدّدؒ کا ارشاد	″
۲۶	دولتمندوں کی صحبت نقصان دہ ہے	۳۵۶
۲۷	ضرورتِ درویش	″
۲۸	حضرت بابا فریدؒ کا قول	″
۲۹	حکایت	″
۳۰	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ	۳۵۸
۳۱	حکایت	″
۳۲	جلوت سے خلوت بہتر ہے	″
۳۳	حکایت	۳۵۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	حضرت شمس تبریزیؒ	۳۶۰
۳۵	خلوت ہی میں قربِ الٰہی ہوتا ہے	״
۳۶	حکایت	۳۶۱
۳۷	حکایت	۳۶۲
۳۸	حضرت فضیل بن عیاضؒ کا طرزِ عمل	״
۳۹	حکایت	״
۴۰	حکایت	۳۶۳
	۱۳۔ سُنّت پر عمل	۳۶۴
	فرمانِ خداوندی	۳۶۶
	فضائلِ سُنّت	۳۷۲
۱	سُنّت پر عمل کرو	״
۲	گمراہی سے نجات	
۳	سُنّت کا اُٹھ جانا	״
۴	سُنّت کو دوست بناؤ	״
۵	آگ میں گرنے سے بچو	۳۷۳
۶	سُنّت ترک کرنے کی مذمت	״
۷	تعمیلِ حکم سُنّت ہے	״
۸	سنتِ صحابہ درحقیقت سُنّتِ مصطفےٰ ہے	۳۷۴
۹	حضور کی فرمانبرداری سُنّت ہے	״
۱۰	حضرت عمرؓ کا اتباعِ سُنّت ہے	״
۱۱	سیدھا راستہ اتباعِ سُنّت میں ہے	״
۱۲	حق و باطل کا امتیاز	״
۱۳	جاہلانہ رسوم خلافِ سُنّت ہیں	۳۷۵
۱۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنانا سُنّت ہے	۳۷۶
۱۵	اتباعِ مصطفےٰ عین ہدایت ہے	״
۱۶	وصیت عین سُنّت ہے	״
۱۷	دو آدمیوں کو شفاعت نصیب ہوگی	۳۷۷
۱۸	ہر بدعت گمراہی ہے	״
۱۹	سو شہیدوں کا ثواب	״
۲۰	بہترین طریقہ	״
۲۱	احیائے سُنّت کا ثواب	״
۲۲	اتباعِ سُنّت کی خواہش	۳۷۸
۲۳	سُنّت سے رجوع کرو	״
۲۴	اتباعِ سُنّت کی تلقین	״
۲۵	سُنّت کے مطابق عمل کی تلقین	۳۷۹
۲۶	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان	״
	۱۴۔ اللہ کا شکر	۳۹۲
	اللہ کا شکر کرو	۳۹۳
	فضیلتِ شکر	۴۰۰
	شکرِ صوفیاء	۴۱۲
	حضرت علی ہجویری کا ارشاد	۴۱۶
	فرمان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۴۱۷
	حضرت مخدوم جہانیاں کا معمول	۴۲۱

باب ۱

اللہ سے دوستی

اے میرے اللہ! دنیا میں سب سے قیمتی اور عظیم تیری دوستی ہے۔ اہل دنیا نے سوچا کہ دولت سے دوستی بڑی چیز ہے کیونکہ دولت سے جو چاہے خرید کرے۔ کسی نے کہا نہیں قوت شباب بڑی چیز ہے جو ہر ایک کو زیر نگین کر لیتی ہے۔ کسی نے کہا نہیں اولاد سے دوستی بڑی چیز ہے جو تیرے بڑھاپے کا ساتھی ہے۔ کسی نے کہا نہیں دوستوں کی دوستی بڑی چیز ہے جو دکھ درد میں کام آتے ہیں۔ یہ دولت کی دوستی کیسی ہے کہ آتے ہوئے خوشی دے اور جاتے ہوئے غم دے پھر آکے چلی جائے ایسی بے ثبات دوستی کا کیا فائدہ۔ یہ قوت شباب کتنا پُر فریب ہے کہ آتا ہوا نظر آئے جاتا ہوا کسی نے دیکھا نہیں۔ ایسے شباب کی دوستی کیسی کہ جس کی انتہا بڑھاپے کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ اولاد بڑا میٹھا پھل ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے سکون ملے مگر کوئی کسی کے ساتھ آج تک مرا نہیں۔ یہ دوستوں کی دوستی کیسی ہے کہ جو بظاہر سہارا نظر آتے ہیں مگر درحقیقت اس میں کوئی سہارا نہیں۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن دوستی ختم ہو جاتی ہے پس جان لو کہ دنیا کی ہر چیز کی دوستی بے ثبات ہے۔ پھر ایسی چیزوں کی دوستی سے کیا فائدہ جو زندگی بھر ساتھ نہ دے سکے۔ یاد رکھ اللہ کی ذات اقدس ایسی ہے جو ہمیشہ سے قائم دائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ پھر اسی کی دوستی کا طالب بن اور جاوداں ہو جا۔ اللہ کی دوستی بڑی پائدار ہے وہ جسے دوست بناتا ہے پھر چھوڑتا نہیں۔ پھر اللہ کی دوستی میں یہ کمال ہے کہ وہ اپنے دوستوں کا کارساز ہے۔ ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ چونکہ غیر فانی ہے اور وہ اپنے دوستوں کو بھی غیر فانی کر دیتا ہے۔

اللہ سے دوستی فیضانِ نبوت ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر اپنی رحمت کے دریا بہا دیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے ولایت کی شمعیں روشن ہوئیں یہ شمعیں تا قیامت روشن رہیں گی۔ نورِ ولایت صرف ان کو ملا جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا شرف بخشا۔ یہ ربِ جلیل کی عطا ہے جسے چاہے اپنی قربت اور عنایت سے نواز دے مگر یہ گوہرِ نایاب اسے ہی ملتا ہے جو اس کی جستجو اور طلب کرے۔ کیونکہ آرزو اور تمنا کے بغیر کچھ نہیں ملتا۔ اللہ کی دوستی میں اللہ کے راز پوشیدہ ہیں جو سینہ بہ سینہ ہی چلتے ہیں۔ دوست اپنے دوست کے رازوں کا پاسبان ہوتا ہے۔ نورِ ولایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند صحابہؓ کو ملا۔ پھر وہی ولایت تابعین اور تبع تابعین کو ملی۔ پھر آہستہ آہستہ سارے جہاں میں پھیل گئی۔ ہر دور میں اللہ کے دوست موجود ہوتے ہیں اور جب تک یہ نظامِ حیات باقی ہے وہ موجود رہیں گے۔ انھی کے دم قدم سے یہ کارِ جہاں آباد ہے۔ اللہ کے دوست اس کے قرب والے ہوتے ہیں کہ وہ جو کہیں رب وہی کر ڈالے۔ مگر وہ اللہ کی رضا میں دخل نہیں دیتے بلکہ جو رب چاہتا ہے اللہ کے دوست اسی طرح راضی رہتے ہیں۔ دنیا میں اس کے دوستوں کا وجود اس کے کرم اور انعامات کا سبب ہے۔ جو اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ اس کا نام زندہ اور تابندہ کر دیتا ہے۔ صدیاں گزر جاتی ہیں مگر ان کے کارنامے زندہ رہتے ہیں۔ اللہ کی دوستی یعنی ولایت ایک ایسا نادر خزانہ ہے کہ جس کے ہاتھ لگ جائے وہ دنیا کا تاجدار بن جاتا ہے۔ اللہ کے دوست ہی ہر لحاظ سے برگزیدہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برہانِ نبوت کو دوام بخشا ہے اور اپنے دوستوں کو اس کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے لہذا وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو جاری رکھتے ہیں اور آپ کی متابعت ہی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضورؐ کے وسیلہ کے بغیر کوئی اللہ کا دوست نہیں بن سکتا۔

اللہ معبود ہے اور وہ اپنے دوستوں کو توفیقِ بندگی دے دیتا ہے۔ اللہ رحمان ہے۔ وہ اپنے دوستوں پہ رحمت کی بارش کرتا ہے۔ وہ رحیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حالتِ زار پہ

رحم بھی کرتا ہے۔ اللہ مجید ہے جس بنا پر وہ اپنے دوستوں کو شرف و بزرگی سے نواز دیتا ہے۔ اللہ حکیم ہے کہ وہ اپنے دوستوں پر حکمت کے راز آشکار کرتا ہے۔ اللہ ودود ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بندوں کی محبت ڈال دیتا ہے۔ اللہ کی ذات حق ہے اور وہ اپنے دوستوں کو راہ حق پر گامزن کر دیتا ہے۔ اللہ سب سے قوی ہے کیونکہ تمام قوتیں اسی کو حاصل ہیں اور وہ اپنے دوستوں کو قوت عرفان عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ حیّ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو دائمی حیات عطا فرما دیتا ہے اور پھر جو مُردہ دل ان کے پاس آتے ہیں وہ زندہ ہو کر جاتے ہیں۔ اللہ قیوم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ہر کام کو قائم کر دیتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے وہ اپنے دوستوں کو بھی بے نیاز کر دیتا ہے انھیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ جو ان کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود اسے مہیا کرنے کے اسباب پیدا کر لیتا ہے۔ وہ حلیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو حلیم الطبع کر دیتا ہے۔ ان کی طبیعت میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ علیم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو غنی علم سے مالا مال کر دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ کے دوست اسے ہی قادر مانتے ہیں مگر بعض حالات میں اللہ کرامات کی صورت میں نہ ہونے والی چیزوں کو ممکن کر دیتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے اس کے دوست بھی بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔ اللہ سب سے بلند و بالا ہے۔ جس نے اس کی دوستی کا دم بھرا اس نے اسے بھی بلند رتبہ عطا فرما دیا۔ اللہ عظیم ہے جس نے اس کی عظمت کا پرچار کیا اس نے اسے بھی عظمت بخش دی۔ اللہ توّاب ہے وہ اپنے دوستوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ اللہ غفور ہے اور جس دوست نے مغفرت چاہی اس نے اس کے گناہ معاف کر دیے۔ اللہ اپنی شانِ عفو کے تحت اپنے دوستوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اللہ رؤف ہے وہ اپنے دوستوں پر شفقت کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے وہ اپنے دوستوں میں سے جسے چاہے دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دے۔ اللہ ہادی ہے وہ اپنے دوستوں کو راہ ہدایت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے۔ اللہ کفیل ہے وہ اپنے دوستوں کی کفالت کا ذمہ خود لے لیتا ہے۔ اللہ قدوس ہے وہ اپنے دوستوں کے ظاہر و باطن کو پاک کر دیتا ہے۔ اللہ فتّاح ہے کہ وہ اپنے

بندوں پر اپنے فضل وکرم کے خزانے کھول دیتا ہے۔ اللہ عزیز ہے اور وہ اپنے دوستوں کو ہر خاص وعام میں باعثِ عزت بنا دیتا ہے۔ اللہ مجیب الدعوات ہے کیونکہ وہ اپنے دوستوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اللہ اپنے دوستوں کا خود محافظ اور نگہبان ہے۔ اللہ نصیر ہے وہ اپنے دوستوں کی ہر آڑے وقت میں مدد فرماتا ہے۔

اللہ کا دوست وہی ہے جو اسی کی عبادت کرے، اسی سے مانگے، اسی کے آگے دستِ سوال دراز کرے۔ اسی پر بھروسہ کرے، اپنے دکھ اسی کو سنائے۔ اس کے حضور سجدے کرے۔ اس کی بارگاہ میں اپنی محبت کے آنسو بہائے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو صرف اسی کی بندگی کے لیے جیئے اس کی سربلندی میں اپنی جان گنوائے، اسی کے ہجر میں تڑپے اسی سے محبت کرے۔ اور اسی کی خاطر غم برداشت کرے اسی کا خوف اپنے اوپر طاری رکھے اور دنیا سے بے خوف ہو جائے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو اپنا رزق اللہ سے مانگے اور جو وہ عطا فرمائے، اس پر قناعت کرے۔ اللہ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی ہر نعمت پر شکر کرے اور کسی چیز پر ناشکری نہ کرے۔ اللہ کی طرف سے دکھ ملے یا سکھ، اپنے مولیٰ کا عطیہ سمجھ کر اسے گزارے غرضیکہ جو اللہ کی دوستی کا عزم کرلیتا ہے وہ اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ اے میرے دوست، زندگی کو غنیمت جان، اسی کی دوستی کا طالب بن۔ اس لیے دنیا کی ہر چیز سے توقع توڑ کر اسی کا ہو جا۔ پھر دیکھ جہاں اس کا نام آئے گا وہیں تیرا نام آئے گا یعنی تجھے لوگ اللہ کا بندہ کہیں گے۔ یہ کتنی خوش بختی کی بات ہے۔

اللہ کی صفت وَلِیّ

جو اللہ سے دوستی کا طالب بنتا ہے اللہ اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے چونکہ اللہ کی صفت ہے کہ وہ دوست بناتا ہے بشرطیکہ جو اس سے دوستی لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے دوست ہونے کے بارے میں خود فرمایا ہے کہ:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ اہل ایمان کا دوست ہے۔(پ ۳، البقرہ ۲۵۷)

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اللہ مومنوں کا دوست ہے (پ ۳، آل عمران ۶۷)

اسی بات کو ایک اور انداز میں اللہ تعالیٰ نے یوں دہرایا ہے:

مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ۔ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست نہیں اور نہ کوئی سفارشی۔ (پ ۲۱، سجدہ ۴)

اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کا بھی دوست ہے۔ ارشاد ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ اللہ اہل تقویٰ کا دوست ہے (پ ۲۵، جاثیہ ۱۹)

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ولی ہے:

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ میرا ولی تو اللہ ہے جس نے قرآن پاک نازل کیا اور وہ صالحین کو دوست بناتا ہے۔(پ ۹ اعراف ۱۹۶)

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیْظٌ عَلَیْہِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِوَکِیْلٍ۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو ولی بنا رکھا ہے وہ انھیں جانتا ہے، اور تم ان پر وکیل نہیں ہو۔ (پ ۲۵، شوریٰ ۶)

اس آیت میں ولی بمعنی کارساز ہے کیونکہ کفار نے غیروں کو کارساز بنا رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدہ کی تردید کی ہے کہ درحقیقت ولی تو اللہ ہے، وہ ولی نہیں جن کو کافروں نے ولی سمجھ رکھا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ وَھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کیا انھوں نے اس کے سوا ولی بنا رکھے ہیں پس اصل ولی تو اللہ ہی ہے وہ مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(پ ۲۵، شوریٰ ۹)

مزید اسی کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اصل ولی صرف میری ذات ہی ہے کیونکہ میں زندگی دینے والا ہوں اور ہر چیز میرے دائرہ اختیار میں ہے

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝	اے میرے اللہ! تو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی میرا ولی ہے۔ مجھے مسلمان فوت کر اور مجھے صالحین سے ملا۔ (پ ۱۳، یوسف ۱۰۱)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝	مومنین کا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور جو کافر ہیں ان کا کوئی ولی نہیں۔ (پ ۲۶، محمد ۱۱)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے ان کی عقل پر اپنے اسرار و رموز کھول دیتا ہے۔ تاکہ وہ شیطان کی مخالفت میں کامیاب ہو سکیں اور احکام خداوندی کی پابندی کریں جس سے انھیں اللہ کے ہاں بلند درجات حاصل ہوں گے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝	بیشک اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی انھیں کسی قسم کا غم ہے۔ جو لوگ ایمان لائے وہی متقی ہیں۔ (پ ۱۱، یونس ۶۲ تا ۶۳)

ولی اللہ کا مطلب

ولی کا مطلب دوست اور مددگار ہے۔ اللہ چونکہ متقین اور اہل ایمان کا کارساز اور دوست ہے اس لیے اسے ولی کی صفت سے پکارا جاتا ہے۔ دنیا میں اعتقادی لحاظ سے دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک اہل ایمان اور دوسرے منکرین ایمان۔ اللہ پر ایمان لانے کا مقصد ہی ہر لحاظ سے اللہ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جب اہل ایمان کو منکرین ایمان تنگ کرتے ہیں ان سے زندگی کا اسباب

چھینتے ہیں، ان سے جنگ کرتے ہیں۔ گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں انھیں نیچا اور بے یار و مددگار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ اپنے اہلِ ایمان کی مدد کرتا ہے۔ ان کی زندگی کا کارساز بنتا ہے۔ دشمنوں سے ان کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ ان کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی یعنی دوست اور کارساز ہے۔

ارشاداتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ولی اللہ کی شان

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرے بندے کا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرنا فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری)

نیک لوگ

حضرت مرداس اسلمیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک لوگ چلے جائیں گے اور پہلے پھر پہلے ہیں باقی بھوسی رہ جائے گی جیسے جو یا کھجور کی بھوسی۔ ان کی اللہ تعالیٰ کو مطلقاً پروانہ ہوگی۔ (بخاری)

ولی اللہ سے دشمنی کی ممانعت

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف نکلے تو حضرت

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ملے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ فرمایا کہ مجھے اس چیز نے رلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس نے اللہ کے ولی سے دشمنی رکھی تو وہ اللہ تعالیٰ کو جنگ کے لیے چیلنج کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں، پرہیزگاروں اور گمنام لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو غائب ہوں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور حاضر ہوں تو انھیں بلایا نہ جائے نہ قریب کیا جائے۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور گرد و غبار اور تاریکی سے نکلے رہتے ہیں۔ (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

جنت کے بادشاہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمھیں یہ نہ بتادوں کہ جنت کے بادشاہ کون لوگ ہیں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کمزور و ناتوان جنھیں لوگ کچھ نہ سمجھتے ہوں، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہوں لیکن اگر اللہ کے بھروسے پر کسی شے کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پوری فرما دیگا۔ (ابن ماجہ)

ولی اللہ کو دیکھ کر اللہ یاد آئے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین آدمی کون ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ فرمایا تم میں سے بہتر آدمی وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھیں تو اللہ یاد آجائے۔ (ابن ماجہ)

اللہ کی راہ کا اجر

حضرت ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جس کو اللہ کی راہ میں بڑھاپا آیا تو وہ قیامت کے روز اس کے لیے نور ہوگا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

اولیاء کے اوصاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ نبی اور شہیدان کو رشک سے دیکھتے ہیں۔

پوچھا حضور! وہ کون ہیں، ان کا نشان ارشاد فرمائیے تاکہ ہم ان سے محبت کریں؟ فرمایا وہ لوگ روح اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ بغیر مال ومنال ان کے چہرے نور سے جگمگاتے ہیں۔ وہ نور کی بلندیوں پر سرفراز ہوں گے۔ لوگ خوفزدہ ہوں گے انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ لوگ مبتلائے حزن وملال ہوں گے اور ان کو کوئی حزن نہیں ہوگا۔ تحقیق وہ اللہ کے دوست (اولیاء) ہیں، نہ خوفزدہ نہ محزون۔ (کشف المحجوب)

ولایت نفلی عبادت سے ملتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ سے جنگ کرنا جائز سمجھا کوئی بندہ اس قدر میرے قریب نہیں آسکتا جس قدر کہ وہ فرائض کے ادا کرنے کے ذریعہ سے میرے قریب آسکتا ہے۔ اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قریب سے قریب تر آتا جاتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جو چیز بھی کرنا چاہتا ہوں اس میں کبھی اتنا پس وپیش نہیں کرتا جتنا کہ اپنے مومن بندے کی روح کو قبض کرنے میں کرتا ہوں۔ اس لیے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے دکھ دینا نہیں چاہتا۔ حالانکہ موت سے چھٹکارا نہیں ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

اللہ کی بندے سے محبت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اور تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبریلؑ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت جبریلؑ آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے

محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری)

قیامت کب آئے گی؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے لیے کیا جمع کر رکھا ہے؟ عرض کیا کہ نمازیں اور روزے تو میرے دامن میں کچھ اتنے زیادہ نہیں ہیں البتہ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو یاد رکھ کہ قیامت کے دن تو انھی کی صحبت میں ہو گا جن سے تو محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

اللہ کے دوست کون؟

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جسے کوئی خوف لاحق نہ ہو کیونکہ خوف اس چیز کا ہوتا ہے جس کے احتمال سے دل میں کراہت ہو یا اس خیال سے ہوتا ہے کہ محبوب جو کہ اب سامنے ہے غم فراق میں مبتلا نہ چھوڑ جائے۔ ولی صاحبِ وقت ہوتا ہے اس کے لیے کوئی مستقبل باعثِ ہراس نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ولی دنیا میں مشہور ہوتا ہے لیکن دنیا سے محبت نہیں رکھتا۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اللہ کا دوست وہ ہے جو اپنے دل میں ماسوائے اللہ کی محبت کے دنیا اور عقبیٰ وغیرہ کو نہ رکھے اور اپنے دل کو دنیا و عقبیٰ سے خالی کر کے صرف اللہ کی محبت کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع رکھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

اولیاء اللہ کی تعریف

حضرت یحییٰ بن معاذ اولیاء اللہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مقامِ ولایت کو پہنچنے کی وجہ سے تکالیف برداشت کرنے کے بعد اللہ کے ساتھ اُنس حاصل کر لینے کا لباس پہن لیا ہے اور مجاہدہ کے بعد انھوں نے راحت پالی ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ اللہ کے دوست دلہنوں کی طرح ہیں جنہیں محرموں کے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔ لہذا یہ لوگ حجاب انس میں پوشیدہ رہتے ہیں، نہ دنیا میں انھیں کوئی دیکھ سکتا ہے اور نہ آخرت میں، سوائے ان کے محرموں کے۔

اتباعِ سُنّت

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے افعال لگاتار سنّت و شریعت کی موافقت میں ہوں۔

ولی اللہ کی خوبی

حضرت نصر آبادی نے فرمایا ہے کہ ولی اپنی زبان سے سوال نہیں کرتا۔ ان کا سوال عاجزی اور انکساری ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جہاں اولیاء اللہ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

ولی کون ہوتا ہے؟

ابویزید بسطامیؒ سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ولی اسے کہتے ہیں جو باری تعالیٰ کے امر و نہی پر قائم رہے۔ حق تعالیٰ کی دوستی نصیب ہو تو اس کے احکام کی تعظیم دل میں زیادہ ہوتی ہے اور نواہی سے جسم زیادہ دور رہتا ہے۔

ولی اللہ کا وصف

ابو علی جرجانیؒ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو خود میں فانی ہو اور مشاہدہ حق میں باقی۔ اسے اپنی ذات کی خبر نہ ہو اور بجز ذاتِ خدا کے کسی چیز سے سکونِ قلب نہ پا سکے۔ بندہ ہمیشہ اپنی ذات کے متعلق گفتگو کرتا ہے جب اپنی ذات فنا ہو جائے تو خود کے متعلق ذکر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر اللہ سے

مانوس ہو کر حالِ دل کہنا رازِ حبیب کو فاش کرنے کے برابر ہے۔ رازِ حبیب، غیر حبیب کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں مشاہدۂ حق کے عالم میں نظر سوئے غیر اٹھ ہی نہیں سکتی اور غیر حق کی طرف نظر تک بھی نہ اٹھے تو غیر سے سکونِ قلب کی تلاش بے معنیٰ ہے۔

مناظرہ
ایک مرتبہ کسی ملحد سے حضرت مالک بن دینارؒ کا مناظرہ ہو گیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوائے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا۔ لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں برحق ہیں۔ لیکن آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دیے مگر تُو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا۔ ندا آئی کہ اے مالک تمہارے ہاتھوں کی برکت سے ہی ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

حضرت بشر حافی کی ولایت
ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہو گئی تو بلال خواص نے پوچھا کہ امام شافعیؒ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں۔ اور جب امام حنبلؒ کے لیے دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ منفرد زمانہ ولایت کے مالک ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا قول
آپ کسی بزرگ سے ایک پہاڑی پر مصروفِ گفتگو تھے تو انھوں نے سوال کیا کہ اہلِ حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔ یہ کہتے ہی وہ پہاڑ حرکت میں آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے چلنے کو نہیں کہا تھا۔ چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔

شانِ ولایت
ایک شخص اولیائے کرام کو خبطی تصور کرتا تھا تو حضرت ذوالنون مصریؒ نے اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہ اس کو بھٹیارے کی دکان پہ ایک دینار میں

فروخت کردو لیکن بھٹیارے نے کہا کہ تُو اس کی قیمت زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر۔ پھر جب سُنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں، اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے ناآشنا ہو۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ رو رہے تھے۔ لوگوں نے جب آپ سے گریہ و زاری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات حالتِ سجدہ میں نیند آگئی تو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میں نے مخلوق کو دس حصوں میں پیدا کیا اور جب ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو دس میں سے نو حصے مخلوق دنیا پر فریفتہ ہوگئی۔ پھر میں نے ایک حصہ بچی ہوئی مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے سامنے جنت پیش کی گئی تو نو حصے اس پر فریفتہ ہو گئے لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا۔ پھر میں نے اس ایک حصے کے بھی دس حصے کر دیے اور جب میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ نہ تم جنت کے طلبگار رہے نہ جہنم سے خوفزدہ ہوئے پھر آخر تم چاہتے کیا ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اس سے آپ بخوبی واقف ہیں یعنی تجھ سے دوستی کے خواہاں ہیں۔

ولی اللہ بننے کا طریقہ کہتے ہیں کہ ابراہیم ادھمؒ نے کسی شخص سے پوچھا کیا تو ولی اللہ ہونا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا دنیا اور آخرت کی کسی چیز سے وابستگی پیدا نہ کر۔ اپنے نفس کو فارغ کر اور اپنے سامنے اسی کی ذات پاک کو رکھ۔ حق تعالیٰ سے منہ پھیر کر دنیا سے رغبت کرنا فانی چیز میں الجھنے کے برابر ہے۔ عاقبت کی تمنا حق سے باقی چیز کی طرف روگرداں ہونے کے مترادف ہے۔ فانی چیز فنا ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ روگردانی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ باقی چیز کی طرف سے روگردانی کو بقا ہے۔ باقی چیز کو فنا نہیں اس سے روگردانی کو بھی فنا نہیں۔ اور نیز کہا اپنی ذات کو خدا کی دوستی کے لیے فارغ کر۔ دنیا اور عاقبت کی ہوس سے پاک ہو۔ بجان و دل خدا کی طرف رجوع کر۔ اگر یہ اوصاف

موجود ہیں تو ولایت کا مقام کچھ دور نہیں۔

اللہ کی طرف دھیان

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ کے ہاں ایک کنیز تیس سال تک بطور خدمت گار رہی لیکن آپ نے اس کا منہ تک نہ دیکھا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز اپنی لونڈی کو فرمایا اے پردہ نشین! ذرا میری لونڈی کو آواز دینا۔ کنیز نے عرض کیا حضرت! میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس تیس سال کی مدت میں مجھ کو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور طرف دھیان دوں۔ اس وجہ سے میں تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

دوستی کے لائق

حضرت ابو علی دقاق کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور انسانی کوتاہیوں پر تقریر فرمارہے تھے۔ آپ کا کہنا تھا، کہ انسان ظلم کرنے والا جہالت میں مبتلا رہنے والا اور خود بینی و حسد کرنے والا ہوتا ہے اور یہ تمام صفات معیوب ہیں اس لیے ان سے احتراز ضروری ہے۔ اس محفل میں ایک درویش نے جب آپ کی زبانی انسانی برائی کے بارے میں سُنا تو وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور شیخ ابو علی دقاق سے کہنے لگے، اگرچہ انسان برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محلِ دوستی بھی تو قرار دیا ہے اور یہ سب سے بہتر صفت ہے۔

درویش کی بات سن کر آپ نے فرمایا کہ واقعی تُو صحیح کہتا ہے اور تیرا قول اس آیتِ قرآنی کے مطابق ہے کہ اللہ ان کو محبوب سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ سے اللہ کا خطاب

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تُو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہے؟ عرض کیا کہ یا الٰہی! میں نے تیرے لیے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، زکوٰۃ دی۔ حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے بُرہان ہے اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ ہے اور زکوٰۃ نور ہے۔ میرے لیے کونسا عمل کیا ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ الٰہی! مجھے بتادے کہ تیرے لیے کونسا عمل ہے؟ ارشاد ہوا

کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی اور کسی دشمن سے دشمنی کی یا نہیں؟

حکایت

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے خدائے تعالیٰ کی عبادت میں بیس برس گزارے پھر اس کی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے میں جو دیکھا تو داڑھی میں سفیدی نظر آئی اور برا معلوم ہوا۔ جنابِ الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری اطاعت کی اور بیس برس تک نافرمان رہا۔ اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو تو قبول فرماوے گا۔ اسی وقت ایک آواز سُنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھ سے محبت رکھی اور جب تو نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی۔ اب اگر رجوع کریگا تو پذیرائی فرمائیں گے۔

اللہ کے چار ناموں سے فیض

حضرت بایزید بسطامیؒ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ میں باہم فرق ہوتا ہے مگر انھیں حصہ اللہ تعالیٰ کے صرف چار ناموں سے ملا ہوتا ہے اور ہر گروہ ان چار ناموں میں سے ایک نہ ایک نام پر دار و مدار رکھتا ہے اور یہ چار نام "الاول۔ الآخر۔ الظاہر۔ الباطن" ہیں۔ لہٰذا ان اسماء کی کثرت مزاولت کے بعد جوان سے فنا ہو جائے وہ کامل اور تام ہو گیا۔ چنانچہ جسے اللہ کے نام الظاہر سے حصہ ملے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے عجیب و غریب نمونے دیکھے گا اور جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نام الباطن سے ہو وہ ان انوار کو دیکھے گا جو ان کے دل میں جاری ہوتے ہیں اور جس کا حصہ اللہ کے نام الاول سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں مشغول ہو گا جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیے جا چکے ہیں اور جسے اللہ کے نام الآخر سے حصہ ملے گا اس کا تعلق آئندہ قیامت میں ہونے والے امور کے ساتھ ہو گا، ہر ولی کے لیے اسی قدر مکاشفہ ہوتا ہے جس قدر اس کی طاقت ہوتی ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تو دان کا ولی بنتا ہے اور خود اس کی کفالت کرتا ہے۔

اللہ کا دوست کیسے بنتا ہے

حضرت خراز فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنے کسی بندے ... دوست بنانا چاہتا ہے تو اس کے لیے اپنے ذکر ... دروازہ کھول دیتا ہے۔ جب وہ اللہ کے ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس کے لیے اپ... قربت کا دروازہ کھول دیتا ہے اس کے بعد اسے مجلس انس تک پہنچا دیتا ہے (پھر جب ... انس بھی پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے تو) اسے توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا ہے اس کے بع... اس سے تمام پردے ہٹا کر فردانیت کے گھر میں اسے داخل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جلا... عظمت اس کے سامنے کھل جاتے ہیں۔ جب اس کی نگاہ جلال و عظمت خداوندی پر پڑتی ہے ... وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس وقت بندہ بالکل اپاہج اور فانی ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی ... حفاظت کے اندر آ جاتا ہے اور اپنے نفسانی دعووں سے بیزار ہو جاتا ہے۔

حکایت

بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا۔ اتفاق... ایک جنگل آیا اور ایک آواز زور کی سنی۔ وہ پہاڑ اس کا جواب دیتے تھے اور بڑی... گونج تھی۔ میں اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہنچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس... میں ایک شخص کو کھڑا دیکھا جو اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ (البقرہ)

جس دن پائے گا ہر شخص اپنے روبرو جو نیکی کی ہے او... جو برائی کی ہے آرزو کریگا کہ مجھ میں اور اس میں ... فرق پڑ جاوے دور کا۔ اور اللہ ڈراتا ہے تم کو ... اپنے سے۔

میں اس کے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ میں نے... کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہو گیا پھر میں اس کے افاقہ کا منتظر رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے... کے بعد اس کو ہوش آیا۔ میں نے سنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی میں تجھ سے دروغ گویوں کے مقام سے...

پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے اعمال سے اور غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دل خشوع کرتے ہیں۔ تیری ہی طرف قصورواروں کی توقع جھکتی ہے۔ تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دل ذلیل ہوتے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجھ کو دنیا سے کیا سروکار اور اس کو مجھ سے کیا علاقہ ہے۔ اے دنیا! جو تجھ جیسا ہو اسی کے پاس جا اور جو تجھ کو پسند کرے اسی کو جا کر اپنی آسائش اور ہزاروں طرح کے آلام سے فریب دے۔ پھر کہا کہ بھلے لوگ کہاں گئے۔ زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہیں، مٹی میں سڑتے ہیں اور چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کو پکارا کہ اے بندۂ خدا میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے فراغت پانے کا منتظر ہوں۔ اس نے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کس طرح ہوگی جو زمانہ سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن گزر گئے ہوں اور اس کے گناہ رہ گئے ہوں۔ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے کہا کہ اس کا دم نکل گیا۔ میں اس کے قریب گیا، دیکھا کہ تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ میں کون ہوں، میرا خطرہ کیا ہے، تو اپنے نفس سے میری برائی کو اور اپنے پردۂ رحمت میں مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہوں سے درگزر فرما۔ جس وقت کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کچھ کلام کر، تو اس نے کہا کہ کلام اس سے جا کر کرو جس کے کلام سے تم کو کچھ فائدہ ہو اور اس شخص کے کلام کو جانے دو جس کو گناہوں نے تباہ کر دیا ہو۔ میں اس جگہ میں نہ معلوم کتنی مدت سے ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑتا ہے۔ آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا، کہ اس مصیبت سے مجھ کو نکالتا۔ ایک تو آیا ہے تو مجھ سے علیحدہ ہی رہ اس لیے کہ تو نے میری زبان کو بے کار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا۔ میں تیرے شر سے

خدائے تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ غصے سے مجھ کو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل کرے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا ولی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں اس کو باتوں میں مشغول کروں تو اسی جگہ مجھ پر عذاب آوے۔ اس خیال سے میں اس کو چھوڑ کر واپس آگیا۔

اولیاء پر اللہ کا انعام بعض حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اس کے انعام کے باعث اس کو پہچان گئے ہیں اور اس نے جو ان کا سینہ کھول دیا تو اس کی اطاعت کی اور اس پر توکل کیا۔ خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا۔ اسی لیے ان کے دل صفائے یقین کی کانیں اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہیں۔ حال ان کا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور ان کے دل ملکوت میں جولانیاں اور محجوب غیر میں پناہ لیتے ہیں۔ پھر وہاں سے جو پھرتے ہیں تو ان کے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ باطن کی خوبی میں تو حریر سے ہیں۔ ظاہر میں جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے۔ ہر ایک سے بہ تواضع پیش آتے ہیں۔ یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہیں مل سکتا۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہے دے۔

اوصاف اولیاء اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جنھوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور ان کو توبہ کا پانی دیتے رہے یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل ان پر لگا۔ پس بغیر جنون کے دیوانے ہو گئے اور بغیر عاجزی اور گونگے پن کے غبی بن گئے۔ حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا و رسول کے عارف وہی ہیں۔ پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے۔ پھر ان کے دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہ ہائے حیرات کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے، اور ندامت کے حجرے میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے

نفسوں پر خوف چھا گیا۔ یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترکِ دنیا کی تلخی شیریں اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی۔ حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمت ہاتھ لگی اور ان کی روحیں چرتی چرتی بستانِ نعیم میں پہنچ گئیں اور دریائے حیات میں جو گھسے اور ناامیدی و واویلا کے خندقوں کو پاٹا اور ہوائے نفس کے پُلوں کے پار اترے تو میدانِ علم میں جا پہنچے اور چشمۂ حکمت سے سیراب ہوئے۔ پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحرِ سلامت میں لنگر اٹھا کر ساحلِ رحمت اور راحت اور عزت اور کرامت پر پہنچ گئے۔

حکایت ایک شخص کے دل میں حضرت فتح موصلیؒ کے متعلق بہت بُغض تھا وہ اکثر آپ کے خلاف پراپیگنڈہ کرتا کہ آپ نے لوگوں کو اُلّو بنایا ہوا ہے اور در پردہ لوگوں سے دولت سمیٹتے ہیں۔ اس شخص کو کئی حضرات نے سمجھایا کہ حضرت موصلیؒ کے خلاف پروپیگنڈا ترک کر دو۔ وہ واقعی اللہ کے ولی ہیں اور ان کو تو دنیاداری سے سخت نفرت ہے بلکہ وہ تو ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور جذب و سکر میں محو رہتے ہیں۔ ان باتوں کو سُن کر وہ بغضی شخص یہ مسئلہ اٹھاتا کہ اگر وہ حضرت ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں تو وہ روزمرہ زندگی کی ضروریات کس طرح پوری کرتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی اسے بتایا گیا کہ حضرت فتح موصلیؒ دن کے کچھ اوقات میں کھجوریں فروخت کرتے ہیں اور یوں انھوں نے اپنی ناگزیر ضرورت کا ذریعہ آمدن بنا رکھا ہے مگر یہ باتیں بھی اس منکر انسان کو مطمئن نہ کرتیں۔ اس کے دل میں تو ایسا بُغض کینہ اور نفرت پیدا ہو چکے تھے کہ اس کا ہر وقت یہی جی چاہتا کہ کسی طرح کوئی ایسی بات پیدا ہو کوئی ایسا نکتہ ملے جس کو بنیاد بنا کر حضرت موصلیؒ کو بدنام کروں اور ان کی سیرت و نیکنامی داغدار ہو جائے۔

انھی مذموم ارادوں میں غرق ایک دن بازار میں اس شخص نے حضرت موصلیؒ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی تمام کھجوریں فروخت کر کے آمدہ شدہ رقم جیب میں ڈالی اور ایک نانبائی کی دکان پر گئے

وہاں سے روٹیاں خریدیں پھر ایک کبابچی کی دکان سے کباب خریدے، کچھ مٹھائی خریدی۔ اور ایک برتن میں تھوڑا سا فالودہ لیا اور یہ ساری چیزیں لے کر چل پڑے۔ اس مخالف و منکر انسان نے یہ سارا منظر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں حسد اور نفرت کے شعلے جل اٹھے۔ اس نے دل میں سوچا کہ آج اس گندم نما جو فروش انسان کو جی بھر کر بدنام کروں گا کہ بظاہر یہ شخص درویش بنا پھرتا ہے مگر اس کی خوراک کس قدر امیرانہ ہے اور اس کے متعلق لوگوں کے دلوں میں جو عزت و احترام ہے وہ آج ختم ہو جائے گا۔ یہ باتیں سوچتا ہوا وہ حضرت فتح موصلیؒ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ آپ شہر سے باہر نکلتے گئے اور آہستہ آہستہ آبادی سے دور نکل گئے وہ شخص بھی اپنا منہ کپڑے سے چھپائے آپ کے پیچھے چلتا گیا۔ اب جوں جوں ویرانہ اور غیر آباد علاقہ شروع ہوتا جاتا وہ شخص حیران ہوتا جاتا کہ آخر یہ فتح موصلیؒ کس بات کے انتظار میں ہیں۔ یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔

چلتے چلتے وہ ایک بڑے سے جنگل میں پہنچے، یہاں اس شخص نے سوچا کہ اب تو جنگل آگیا ہے۔ اب فتح موصلیؒ یہاں چھپ کر یہ لوازمات نکالیں گے مگر اس کا یہ خیال بھی خام ثابت ہوا۔ اتنا بڑا جنگل بھی انہوں نے چل کر عبور کیا۔ وہ شخص بھی آپ کے پیچھے چلتا گیا۔ جب جنگل سے نکل کر کافی آگے پہنچے تو آپ ایک آبادی میں پہنچے اور وہاں پر ایک مسجد میں داخل ہو گئے۔ وہ شخص بھی آپ کے پیچھے پیچھے مسجد کے اندر پہنچا، مسجد کے اندر ایک مریض پڑا تھا جس کو بیماری نے اتنا لاغر کر دیا تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ نے اس کو کھانا کھلایا اس کی خدمت کی۔ اس منکر اور حاسد انسان نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ خواہ مخواہ میں نے اپنا وقت ضائع کیا اور بھوکا پیاسا تھکتا رہا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ شخص اس آبادی میں روٹی کی تلاش میں نکلا تاکہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ جب کھانا کھا کر واپس آیا اور مسجد میں داخل ہوا تو فتح موصلیؒ غائب تھے اور وہ مریض اکیلا لیٹا ہوا تھا۔ اس نے مریض سے پوچھا کہ وہ جو شخص تمھیں کھانا کھلا رہا تھا، کہاں گیا ہے؟

اس مریض نے جواب دیا کہ وہ تو وقت کے قطب حضرت فتح موصلیؒ ہیں۔ وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد سے یہاں آتے ہیں اور میری تیمارداری اور طعام کا انتظام کر جاتے ہیں۔ ان کو اللہ نے اس کام پر مامور کیا ہے۔ کیونکہ میں جب بیمار ہوا تو میرے گھر والوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ تب سے حضرت موصلیؒ باقاعدگی سے ہفتہ بہ ہفتہ آتے ہیں اور میری تمام ضروریات پوری کر جاتے ہیں۔

اب اس منکر شخص کو خیال ہوا کہ میں تو بغداد سے شاید کہیں دور پہنچ گیا ہوں۔ اس نے یہ سوچ کر مریض سے سوال کیا کہ بغداد یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی چالیس فرسخ (ایک سو پچاس میل)

یہ سن کر اس حاسد انسان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے سوچا شاید مریض جھوٹ بول رہا ہے۔ بات کی تصدیق کے لیے اس نے آبادی والوں سے بغداد کے فاصلے کا پوچھا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ بغداد یہاں سے ایک سو پچاس میل ہے۔ اب تو وہ شخص سخت پریشان ہوا، اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ حضرت فتح موصلیؒ کا پیچھا کیوں کیا تھا۔ اسی پریشانی میں مسجد میں داخل ہوا اور مریض سے حضرت کے بارے میں پوچھنے لگا۔

اس مریض نے بڑی درشتی سے جواب دیا کہ میاں! تمھیں ایک مرتبہ بتایا تو ہے کہ وہ ایک ہفتہ سے پہلے نہیں آئیں گے۔ ایک ہفتہ انتظار کرو۔ یہ کہہ کر مریض نے اس سے دریافت کیا۔ "مگر تم یہاں آئے کیسے؟"

اس پر اس شخص نے اپنی تمام کینہ پروری بیان کر دی اور پورا ایک ہفتہ حضرت فتح موصلیؒ کا انتظار کرتا رہا۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت وہاں اشیائے خورد و نوش کے ساتھ پہنچے تو مریض کے ہمراہ ایک شخص کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ مریض نے جواب دیا کہ میں تو اس کو نہیں جانتا، یہ گذشتہ ہفتے آپ کے پیچھے چلتا ہوا یہاں پہنچا تھا۔

یہ سن کر حضرت نے اس شخص سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے پہنچے ہو؟ اس نے تمام قصہ سنا کر عرض کی کہ حضرت! میں اپنی غلطی اور حماقت پر شرمسار ہوں۔ اس کے بعد حضرت فتح موصلیؒ نے

اس شخص سے پوچھا کہ آپ تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کی کہ حضرت! میں واپس بغداد جانا چاہتا ہوں۔ آ
نے فرمایا کہ ابھی جب میں واپس جاؤں گا تو تم میرے پیچھے پیچھے خاموش چلتے رہنا۔ اس نے ع
کی بہت بہتر جناب!

فتح موصلیؒ نے اس رفیق کو کھانا کھلایا اور اس کی دیگر ضروریات پوری کر کے اس کی مکم
خدمات سرانجام دینے کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے اس شخص کو حکم دیا کہ تم میرے پیچھ
پیچھے پیچھے چلتے رہو۔ وہ شخص نادم و شرمسار سا آپ کے پیچھے چلتا ہوا بغداد پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر حض
فتح موصلیؒ نے اس سے دریافت کیا کہ بغداد میں تم کونسی جگہ پر رہتے ہو؟ اس نے کہا میں سنا
کی بستی سے ملحقہ محلے میں رہتا ہوں۔

حضرت نے اشارہ کر کے اسے اس کے محلے میں پہنچا دیا۔ یہ روحانی کرامات اس شخص نے
دیکھیں تو وہ نہ صرف حضرت فتح موصلیؒ کی ذات کا معترف ہو گیا بلکہ اس کو خود بھی روحانیت او
ولایت کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس نے حضرت فتح موصلیؒ سے معافی مانگی، اپنی غلطیوں کا اعتراف ک
اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

اگلے روز وہ شخص آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! میں نے ایک طویل
عرصہ آپ کی مخالفت میں گزارا ہے اور شدید غلط عزائم رکھ کر بھی مجھے ہمیشہ ناکامی و ذلت کا سامن
کرنا پڑا ہے۔ اب جب میں نے آپ کے مقام اور مرتبہ کو پہچان لیا ہے تو اب میرا دل چاہتا ہے ک
میں ہر وقت آپ کی خدمت میں رہوں۔ اسی وجہ سے میں نے اپنا تمام کاروبار چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا
آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اپنا تمام وقت آپ کی خدمت میں گزار دوں۔

آپ نے اس شخص کو کاروبار ترک کرنے سے منع کیا کہ تمھاری دولت اور کاروبار سے
بہت سے لوگوں کی روزیاں وابستہ ہیں۔ تم کاروبار میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ عبادت و
ریاضت بھی کرو۔ ہمارے پاس بھی کسی دن آ جایا کرو اور باقی غرباء اور مساکین کی دل کھول کر امدا
کیا کرو۔ انشاء اللہ تمھارے گذشتہ گناہ اللہ معاف کر دے گا اور تمھاری آئندہ راہیں اپنے

نور سے منور کر دے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے آپ کے فرمودات پر عمل کر کے ولایت میں ایک بلند مقام حاصل کر لیا۔

حکایت حضرت شاہ ابو المعالی فنا فی الشیخ کے درجے پر فائز تھے، اپنے پیر و مرشد سے آپ کو بڑی عقیدت اور محبت تھی، آپ اپنے پیر صاحب کی ملاقات کے لیے جاتے تو گھر سے لے کر پیر کے حجرے تک ننگے پاؤں جاتے تھے۔ کبھی اپنے پیر صاحب سے نظر ملا کر بات نہ کی تھی۔ احترام اور عقیدت کی یہ انتہا تھی کہ آپ اپنے پیر بھائیوں اور اپنے پیر صاحب کے شہر کے باسیوں کے ساتھ بھی بڑی مہربانی اور مروت کا سلوک کیا کرتے تھے آپ کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مرید کے تمام افعال کی ذمہ داری اور ہر خیال پر پیر کی نگرانی ضروری ہے۔

حضرت بہاول شاہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں ان کی ریاضت اور سلوک و جذب کا اگر ذکر کیا جائے تو کئی دفتر کالے ہو جائیں ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص حضرت میراں شاہ بھیکہ حاضر ہوئے۔ حضرت میراں شاہ بھیکہ نے حضرت شاہ بہاول کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت! میں رہنمائی چاہتا ہوں تاکہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں۔ آپ اللہ کے ولی ہیں، آپ کو روحانیت میں جو دست گاہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ میں نے خدا کے آگے ولایت کی نعمت کے لیے دست سوال دراز کیا ہے۔ مجھے چاہِ روحانیت کے چند گھونٹ مل جائیں تاکہ میری تشنگی بھی کسی قدر کم ہو سکے۔ آپ مجھے کسی کامل ولی کا پتہ بتلائیے۔

حضرت بہاول شاہ نے فرمایا، دیکھو میراں شاہ! ہر شخص کے منزل پر پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف وسائل پیدا کرتا ہے۔ تمہاری منزل یہاں سے بہت دور ہے اور اس تک تمہیں پہنچانے کے لیے میرے ساتھ رہنے کی ضرورت ہے پھر تمہیں اللہ تعالیٰ ولایت کے خزانوں سے مالا مال کر سکے گا اس لیے تم میرے ساتھ چلو اور جلد از جلد لاہور پہنچو۔ وہاں ہم شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضری دیں۔ وہ ہماری روحانیت کی تربیت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں۔

میراں شاہ بھیکہ نے جب سفر کا آغاز کیا تو حضرت شاہ بہاول بھی آپ کے ساتھ حضرت شاہ

ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں درویش جب عازم سفر ہوئے تو راستے میں حضرت میراں شاہ ایک جگہ حقہ پینے کی غرض سے رکے۔ یک لخت حضرت شاہ بہاول غائب ہو گئے۔ انھوں نے شاہ بہاول کو بہت تلاش کیا۔ ناچار تنہا سفر جاری رکھا۔

ادھر شاہ بہاول غیبی مدد سے میراں شاہ سے پہلے شاہ ابوالمعالی کی درگاہ میں پہنچ گئے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی نے یوں اکیلے شاہ بہاول کو دیکھا تو فرمایا شاہ بہاول تمھارا ساتھی کہاں ہے عرض کی، حضرت جی! پیچھے آرہے ہیں۔ شاہ ابوالمعالی نے فرمایا کہ جاؤ ان کو بھی لے آؤ۔ شاہ بہاول حکم کی تعمیل میں فوراً چل پڑے۔ راستے میں ان کی ملاقات میراں شاہ سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا حضرت! آپ کدھر غائب ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ بہاول مسکرا دیے اور فرمایا، چلیں حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ دونوں درویش باتیں کرتے ہوئے شاہ ابوالمعالی کی خانقاہ میں پہنچے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی نے میراں شاہ کو دیکھتے ہی فرمایا، میراں شاہ! تمھارا رفیق (حقہ) کہاں ہے عرض کی کہ حضرت! میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا تو پھر بیعت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پھر آپ نے ان کو روحانیت کے اسرار و رموز سکھائے۔ سلوک کے درس دیے، ذکر کی تلقین کی۔ آپ کو پھر اپنے ساتھ ذکر کرایا۔ ذکر کے اثرات سے آپ کئی گھنٹے بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا تو آپ کو مرشد شاہ ابوالمعالی نے کہرام کے لیے روانہ کیا۔ یہاں آکر میراں شاہ فاضل قانون گو کی مسجد میں ٹھہرے۔ میراں شاہ کئی کئی روز تک روزے رکھتے اور صرف ایک روٹی اور پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔

حضرت میراں شاہ کو شاہ ابوالمعالی سے اتنی عقیدت تھی کہ ایک مرتبہ ان کو شاہ ابوالمعالی کی داڑھی کا بال بوریہ پر گرا ہوا ملا آپ نے اس بال کو اتنا سنبھال کر رکھا کہ جب آپ کا وصال ہوا تب بھی وہ آپ کے سامان میں محفوظ موجود پڑا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوالمعالی سے کہا کہ بظاہر تو آپ میں کوئی قابلیت نظر نہیں آتی لیکن آپ خدا کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ جس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں خوبصورت اور صاحب حسن و جمال کنیزیں موجود تھیں لیکن وہ ایک مہترانی پہ عاشق ہو گیا، لوگوں نے

اس کو بڑا مطعون کیا مگر وہ اس خاکروبہ کے عشق سے باز نہ آیا اور اس کے عشق میں ایسا غرق ہو گیا کہ تمام خوبصورت کنیزیں اس غارتگر خاکروبہ پر رشک کرنے لگیں اور اس کے مراتب ایسے بلند ہو گئے جن کے متعلق اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ تو یقیناً بادشاہ کو خاکروبہ میں کوئی ایسی چیز نظر آئی ہو گی جو اس کو دوسری ماہ لقاؤں میں نظر نہ آئی۔ یہ سن کر معترض چپ ہو گیا۔

چھ باتوں پر عمل کرنے کی نصیحت

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، کچھ نصیحت فرمائیے کہ میں اسے ہمیشہ پیش نظر رکھوں۔ آپ نے فرمایا میری صرف چھ باتیں مان لو اور پھر تمہارا جو جی چاہے کرو، تمہیں کوئی نقصان نہ ہو گا۔ اوّل یہ کہ جب تم خدا کی نافرمانی کرو تو اس کی نعمت کھانا چھوڑ دو۔ اس شخص نے جواب دیا دنیا میں جو کچھ ہے سب تو اسی کا ہے پھر کیسے ممکن ہے۔ فرمایا پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کی نعمت کھاتے ہو اور پھر اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ دوسرے یہ کہ جب تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اس کے ملک سے باہر جا کر کرو۔ اس نے کہا حضرت! مشرق سے مغرب تک سب تو اسی کا ملک ہے پھر میں کہاں جاؤں۔ فرمایا تو پھر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ملک میں رہو اور اس کی نافرمانی کرو؟ تیسرے یہ کہ اگر کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے۔ اس نے کہا کہ حضرت! یہ کس طرح ممکن ہے وہ تو تمام رازوں کا جاننے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس کے ملک میں رہو، اس کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پھر اس کے سامنے گناہ کرو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آئیں تو ان سے کہہ کر تھوڑی دیر کے لیے توبہ کر لینے کی مہلت دیدیں۔ اس نے کہا، حضرت! وہ میری بات کب ماننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا نادان! جب تم ملک الموت کو تھوڑی دیر بھی روکنے پر قادر نہیں ہو تو پھر مناسب ہے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی توبہ کر لو۔ پانچویں بات یہ کہ جب منکر نکیر قبر میں تم سے سوال کرنے کے لیے آئیں، تو تم انھیں کسی حیلے سے ٹال دو۔ اس نے کہا حضرت! یہ تو سب سے مشکل ہے۔ وہ کہاں کسی حیلے سے ٹلنے

والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو تم دشوار اور محال سمجھتے ہو تو پھر ان کے آنے سے پہلے ہی جواب دینے کے لیے اپنے کو تیار کر لو تاکہ اس وقت بے بس نہ ہو۔ چھٹی بات یہ کہ کل قیامت کے دن جب گنہگاروں کے لیے فرمانِ ایزدی ہو گا کہ انھیں دوزخ میں لے جاؤ تو تم الجھنا کہ میں تو نہیں جاتا اس نے کہا حضرت! یہ تو اور بھی ناممکن ہے میری اتنی مجال کہاں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کے خلاف زبان ہلا سکوں اور میری خواہش کے مطابق مجھے چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تو پھر کس بھروسہ پر وہ حرکت کرتے ہو جو تم کو نجات سے دور اور عذاب سے قریب کر دینے والی ہے اس نے کہا حضرت! آپ نے جو کچھ فرمایا میں سمجھ گیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ میری نجات کس میں ہے اس کے بعد اس نے توبہ کی اور حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور دنیا سے بحمدہٖ ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہوا۔

اللہ کا فقیر

اللہ کا ولی یعنی دوست بننے کا مکمّل ضابطہ و طریقہ

عالم فقری

باب ۲

توبہ

اللہ سے دوستی کی پہلی منزل توبہ ہے کیونکہ جس نے بھی اللہ سے دوستی لگائی اس نے توبہ ہی سے ابتدا کی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر ولی کو اس سیڑھی پر پہلے قدم رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے بغیر منصب ولایت کو پانا ممکن نہیں کیونکہ اولیاء کی زندگی اس امر کی دلیل ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ کی لگن اور عشق پیدا ہوا تو اس نے سب سے پہلے اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کی اور پھر روحانی سلسلے کا آغاز ہوا۔

بزرگانِ دین میں سے بعض تو بچپن ہی سے تائب ہو گئے جو صالح تربیت کا نتیجہ تھا، جو ان کے والدین نے کی۔ بعض اولیائے کرام نے جوانی میں توبہ کی اور بعض نے جوانی کے بعد توبہ کی۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کوئی جتنی جلدی توبہ کریگا اور گناہ کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہوگا اتنی جلدی ہی منزل کو پائے گا۔ اس کے لیے منزل کا حصول قدرے آسان ہو جاتا ہے لیکن منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے بیشمار مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ان مقامات کو عبور کرنے کے لیے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے جسے کیفیت یا حال کہا جاتا ہے اور اس کی اصل بنیاد توبہ ہے جس سے حال قائم رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ ہی وہ ابتدا ہے جس سے روحانی مقامات کا آغاز ہوتا ہے اور توبہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر اللہ کے خاص بندے ولایت اور روحانیت کے درجات طے کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پاتے ہیں۔

توبہ سے پہلے ایمانِ کامل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ ایمانِ کامل انسانی ضمیر کو زندہ رکھتا ہے انسان جب برائیوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے

کہ وہ برائی اور گناہ کیوں کرنے لگا ہے اور ایسے ضمیر کو ملامت کرنے والا ضمیر کہتے ہیں۔ ضمیر کی یہ کیفیت کسی نیک بزرگ کی صحبت میں بیٹھنے سے بہت جلد پیدا ہوتی ہے یا نیک والدین اور رزقِ حلال کھانے والے والدین کی دعاؤں سے فطری طور پر اولاد میں موجود ہوتی ہے یا قدرتی طور پر ایسا ماحول مل جائے جس کے زیرِ اثر انسان نیکی کی طرف راغب ہو جائے تو جب برائی کرنے پر انسان کا ضمیر انسان کو ملامت کرنے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غمگین رہنے لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس سے برائی اور گناہ کیوں سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو طلبِ حق کا احساس بیدار ہوتا ہے اور وہ بیداری انسان کو اللہ کی طرف لے جانا چاہتی ہے اور یہی بیداری انسان کو نیکی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب بھی کوئی غافل غفلت کی نیند سے جاگتا ہے تو یہی بیداری اسے راہِ ہدایت کی تلاش پر ڈال دیتی ہے اور جب تلاش کی طرف آتا ہے تو اللہ کے راستے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس راستے پر گامزن ہونے کے لیے توبہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ توبہ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ منزلِ حق کا راستہ نصیب ہو اور بیدار انسان ہی راہِ توبہ کے آغاز میں پہنچتا ہے۔

بیداری مردِ مومن کے دل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو انسان کو توبہ کا راستہ بتاتی ہے توبہ کر لینے کے بعد توبہ پر قائم رہنا بہت ضروری ہے چنانچہ توبہ کی برقراری کے لیے نفس کا محاسبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک استقامتِ توبہ نصیب نہیں ہوتی انسان کو سوچنا چاہیئے کہ اس دن سے قبل اپنے اعمال کا محاسبہ خود کر لینا چاہیئے جس دن اللہ کے حضور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور اس وقت انسان بالکل بے بس ہوگا۔

اسلامی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی انجام دہی سے انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے اور جوں جوں انسان عبادات کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اسے استقامتِ توبہ نصیب ہوتی جاتی ہے اور یہ عبادات انسان کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لیے اہم

کردار ادا کرتی ہیں۔ اعمال کے محاسبے کے بعد اعمال کی نگرانی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیونکہ اعمال کی نگرانی توبہ میں استقامت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین نے فرمایا کہ جو اللہ کا بندہ اپنی نگرانی پر سخت نگاہ رکھتا ہو اس کی ولایت قائم رہتی ہے۔ اپنی نگرانی کے لیے مراقبہ سب سے عمدہ ہے اور باطن کی نگہداشت کے لیے مراقبہ بہت سُود مند ہے کیونکہ ظاہری اعمال کے محاسبہ اور مراقبہ کے ذریعے باطن کی پاکیزگی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے توبہ قائم رہتی ہے۔

حضرت شیخ عمرؒ فرماتے ہیں کہ مراقبہ علمِ قیام ہے اور اسی کے ذریعے علمِ حال کی تکمیل ہوئی۔ اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کا معیار معلوم کرے۔ یہ تمام چیزیں صحیح توبہ کے لیے ضروری ہیں کیونکہ تصورِ عزائم کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور عزائم اعمال کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ تصورات سے قلب کے ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ قلب اعضاء و جوارح کا حاکم ہے۔ اس لیے جب تک قلب کوئی ارادہ نہ کرے اس وقت تک اعضاء حرکت میں نہیں آتے۔ لہٰذا مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے بُرے تصورات کے مواد کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور جو تصورات کو ضبط کرلے وہ اعضاء و جوارح کی ضروریات کو فراہم کرلیتا ہے۔ بہرحال مراقبہ کے ذریعے قلب سے بُرے ارادوں کی جڑوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اس کے بعد مراقبہ سے جو بات چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کرلیتا ہے۔

سالکین کو صحیح توبہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ توبہ کے بعد اگر توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر دنیا کی طرف لگایا جائے تو روحانی منازل رُک جائیں گی بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ سے توجہ ہٹانے سے وہ مقام جو اسے توبہ کے ذریعے حاصل ہوا ہو وہ بھی ضائع ہو جائے۔ سچی اور صحیح توبہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اعمال کے نقائص کو دور کیا جائے گا اور نقائص کو دور کرنے کے لیے سچے دل سے مجاہدہ کرنا ضروری ہے۔ اور

مجاہدہ کے لیے صبر ضروری ہے۔ چنانچہ غربت۔ فقر و فاقہ۔ تکالیف۔ رنج والم اور صدمات میں صبر کرنا چاہیئے لیکن صبر خدا کے لیے اور اس کے راستہ میں ہونا چاہیئے۔ حقیقی صبر میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیئے اور حقیقی صبر توبہ پر قائم رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔

صبر انسانی نفس کو مطمئن کرتا ہے اور سکونِ قلب کے لیے تزکیۂ نفس ضروری ہے اور تزکیۂ نفس توبہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ سچی توبہ سے نفس پاک ہو جاتا ہے۔ اور نفس میں نرمی، عاجزی و انکساری پیدا ہو جاتی ہے اور عاجزی انسان کو رضا کے مقام تک لے جاتی ہے اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ولایت کی انتہا ہے اس لیے اللہ کی رضا کا حاصل ہونا سچی توبہ کا پھل ہے۔

توبہ کرنے والا اپنے اعضاء کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرتا ہے اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجا لاتا ہے کیونکہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں۔ انھیں گناہوں سے بچا کر خدا کی اطاعت میں مصروف رکھنا اصل شکر گزاری ہے۔ لہٰذا سچی توبہ سے بڑھ کر اور کونسی شکر گزاری ہو سکتی ہے۔

القصہ خلاصہ یہ نکلا کہ ولایت کے حصول اور پھر ولایت میں مقام بندگی تک پہنچنے کے جتنے بھی مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان سب میں سچی توبہ پر قائم رہنا ضروری ہے اور آخر کار انسان توبہ اور استغفار کی معاونت اور مدد سے اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اولین دور کے صوفیاء اور بزرگانِ دین نے توبہ پر قائم رہنے پر بہت زور دیا ہے اور توبہ ہی کو کامیابی کے زینے کی کنجی قرار دیا ہے۔

سچی توبہ

تُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط — اللہ کی طرف سچی توبہ کرو۔

مؤمنین کو توبۃ النصوح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نصوح، خلوص اور سچائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ توبۃ النصوح کے بارے میں حضرت کعبؓ سے ایک حدیث مروی ہے، کہ انھوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو۔ اور آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے توبۃ النصوح کے بارے میں یہ بیان کیا کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ بھی نہ کرے۔

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا اس کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں۔ جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو اور جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو کما حقہٗ ادا کرو۔ اس کے علاوہ جس کسی کا حق مارا ہو اس کو دو، پھر جس کسی کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو۔ مزید یہ کہ آئندہ غلطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لو اور یہ کہ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کر دو جس طرح کہ تم نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ۔ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتے رہے ہو۔

سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر معافی طلب کر کے اپنے روح اور جسم کو گناہوں سے پاک کرے اور سچی توبہ کی اصل بنیاد اپنے کیے پر پشیمانی ہے جو احکاماتِ الٰہیہ کے خلاف عمل کرنے پر ہوتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پشیمانی اور ندامت توبہ ہے۔ پشیمانی اور ندامت اس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اور احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان گناہوں کی بنا پر ایک پردہ حائل ہو گیا ہے اور محبوبِ حقیقی گناہوں کی بنا پر خفا ہو گیا ہے تو اس وقت دل میں ایک

خاص ذہن کی لہر اٹھتی ہے۔ بندہ غمزدہ ہوتا ہے۔ حزن وملال بڑھتا ہے۔ حسرت میں اضافہ ہوتا ہے
اور یہی خوف اور ملال انسان کو گریہ تک لے جاتا ہے، گریہ وزاری سے ایسی رقت پیدا ہوتی ہے
جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب کو کھول دیتی ہے اور بندہ پختہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ پھر ایسا
فعل نہیں کرے گا جو بندے کو محبوبِ حقیقی سے جدا کر دے۔

حضرت ابوبکر واسطی توبۃ النصوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گنہگار پر گناہ کا کوئی اثر باقی
نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح
ہوتی ہے اور پشیمانی پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے۔

سچی توبہ کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی بنیاد پشیمانی پر ہوتی ہے اور توبہ کا
نتیجہ وہ ارادت ہوتی ہے جو تائب کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ پشیمانی یہ ہوتی ہے کہ تائب
ہمیشہ پُر درد اور پُر حسرت نظر آتا ہے اس کا کام ہی گریہ زاری اور آہ وفغاں ہے کیونکہ جو
شخص اپنے آپ کو ہلاکت کے طوفان میں مبتلا پائے اور اسے معلوم ہو کہ اب مرا تو وہ حسرت اور
پشیمانی سے کیسے خالی ہو سکتا ہے اگر کسی کا بچہ بیمار پڑا ہو اور طبیب یہ کہہ رہا ہو کہ بیماری
خطرناک ہے اور جان کا خطرہ ہے تو خیال کیجیے کہ اس کے والدین کے دل پر کیا گزرے گی
رنج وغم کس طرح ان کے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ماں
باپ کو اولاد جان سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ باپ کو اپنی جان عزیز تر
ہے۔ اور اس کے طبیب خدا اور رسولؐ اس دنیاوی طبیب سے بھی زیادہ صادق ہیں۔ جب
وہ اسے کہیں کہ آخرت کی ہلاکت موت کے خطرے سے بھی زیادہ زبردست اور عظیم ہے اور
زیادہ گناہ حق تعالیٰ کے زیادہ غصے کا باعث ہوگا، یہاں تک کہ بیماری سے موت کا خطرہ اتنا
یقینی نہیں ہوگا جتنا کہ گناہ سے ہلاکت کا ہوتا ہے اگر یہ حقیقت بھی اس کے دل میں خوف
حسرت نہ پیدا کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گناہ کی آفت اور ہلاکت خیزی پر ابھی وہ دل
سے ایمان نہیں لایا۔ اس ندامت اور پشیمانی کی آگ جس قدر تیز ہوگی اتنی ہی تیزی سے گناہو

جلا کر خاکستر کرے گی کہ گناہ کے باعث جو زنگ آدمی کے دل کو لگ جاتا ہے اسے حسرت اور ندامت کی آگ کے علاوہ اور کونسی چیز دور کرسکتی ہے اور اس کے سوا اور کونسی حرارت ہے جو دل کو صاف اور رقیق بنا سکے۔ حدیث شریف کی رُو سے تو اہلِ توبہ کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسی لیے کہ ان کا دل رقت سے بھرپور ہوتا ہے اور آئینہ کی طرح صاف دل جس قدر صاف ہو اتنا ہی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ ایسے دل کو گناہ میں حلاوت نہیں بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کے پیغمبر نے ایک دفعہ حق تعالیٰ سے سفارش کی کہ خدایا فلاں شخص کی توبہ قبول فرمالے۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی اس کی توبہ قبول نہ کروں کیونکہ اس کے دل میں ابھی تک گناہ کی حلاوت موجود ہے۔

اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ گناہ ہر چند کہ مرغوب ہوتا ہے لیکن توبہ کرنے والے کے حق میں اس کی مثال زہریلے شہد جیسی ہے جو یہ شہد ایک بار کھائے گا وہ رنج اور صدمہ اٹھائے گا اور جب دوبارہ اس کا نام نہیں لے گا بلکہ اس کے تصور سے ہی سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور اس سے محظوظ اور لطف اندوز ہونے کا خیال اس کے خوف کے نیچے دب کر رہ جائے گا جو اس کے نقصان کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور اس تلخی کا احساس کسی ایک گناہ تک محدود نہیں بلکہ ہر گناہ میں یہی تلخی کارفرما رہے گی کیونکہ وہ گناہ جو اس نے کیا کوئی واحد گناہ تو تھا نہیں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی سے خالی تھا کہ یہ حالت تو سبھی گناہوں کی ہوتی ہے۔

توبہ دراصل گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے۔ اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ گناہ ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے، یہ وعدہ انسان اللہ سے کسی وقت بھی کرسکتا ہے۔ عمر کے کسی بھی حصے میں جس وقت انسان کے

دل میں گناہ چھوڑنے کا احساس پیدا ہو جائے تو انسان اللہ سے اپنے کیے ہوئے گناہوں پر معافی مانگنے کے لیے توبہ کی طرف متوجہ ہوگا اور گناہوں سے بچنے کے لیے انسان اللہ سے جو وعدہ کرے گا وہ وعدہ توبہ کہلائے گا

میرے خیال کے مطابق توبہ یہ ہے کہ انسان اپنی کی ہوئی خطاؤں پر نادم ہو اور جو برائی وہ کر رہا ہے اسے چھوڑ دے۔ اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور جو برائی وہ کر چکا ہو اس کی تلافی کی کوشش کرے اور اگر تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے تاکہ اپنی برائی کے داغوں کو دھو ڈالے۔ لیکن توبہ اس وقت تک حقیقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر نہ ہو۔ کسی دوسری وجہ سے کسی بُرے فعل کو ترک کر دینا توبہ نہیں کہلاتا۔

جو توبہ کر گیا وہ تر گیا۔ توبہ وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں مردود کی بجائے محبوب، دشمن کی بجائے دوست ، دوزخ کی بجائے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کا ایسا تریاق ہے جو انسان کو اس طرح معصوم اور پاک کر دیتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے اس نے ابھی جنم لیا ہے۔ دنیاوی شاہوں کے درباروں میں صدارت اور وزارت کے ایوانوں میں، مکتب اور درس گاہوں میں، امراء کے دیوان خانوں میں رؤسا کے رنگ برنگ بازاروں میں دفتری اور کاروباری امور میں اس شخص کو دنیا والے اچھا ہی سمجھ لیتے ہیں جو کوئی خطا کرے لیکن جلد ہی احساسِ ندامت کے تحت وہ اپنے شاہ سے، مالک سے، آقا سے، دوست سے، دشمن سے اپنی خطا کی معافی کا طلبگار بنے تو اس کا قصور اکثر معاف کر دیا جاتا ہے مگر دنیا والے پھر بھی تنگ نظر ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ خطا معاف نہ کریں مگر بارگاہ رب العزت کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہاں بڑے سے بڑے مجرم کو بھی توبہ سے پناہ مل سکتی ہے۔ اللہ کے رحم و کرم کی یہ کتنی بے نیازی ہے کہ خواہ کتنا ہی کوئی خطا کار، سیاہ کار، بدکار یا گنہگار ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ کے حضور میں جھک جائے تو معافی ضرور مل جاتی

ہے مگر یہ نادان انسان توبہ کی طرف نہیں لوٹتا حتیٰ کہ موت کا بلاوا آ جاتا ہے۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں توبہ کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکاماتِ الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعتِ اسلامیہ کی صورت میں موجود ہے، کی تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کر دے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ○	مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (پ ۱۹، فرقان ۷۰ تا ۷۱)

فضیلتِ توبہ

قبولِ توبہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ (بخاری)

توبہ کرنے والے بہتر ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے بہتر وہ ہے جو توبہ کر لیتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

اللہ توبہ قبول فرماتا رہے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک

(یعنی قیامت تک) اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا رہے گا۔ (مسلم)

توبہ کا وقت کب تک ہے؟

حضرت معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت توبہ کے موقوف ہوتے تک موقوف نہ ہوگی اور توبہ کرنے کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ (ابوداؤد۔ دارمی)

دعائے توبہ!

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طلب مغفرت کے الفاظ کو سو مرتبہ تک شمار کرلیا کرتے تھے۔ آپؐ کہتے: خداوندا میری توبہ قبول فرما میری مغفرت فرما بیشک تُو توبہ قبول فرمانے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

روزانہ مغفرت طلب کرو

حضرت اغر مزنیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ و مغفرت طلب کرو کیونکہ میں بھی روزانہ سو مرتبہ طلب مغفرت کرتا ہوں۔ (مسلم)

موقعہ کو غنیمت جانو

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم شب میں اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور اسی طرح دن کو دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور یہ سلسلہ مغرب سے سورج کے طلوع ہوتے تک (تا قیام قیامت) جاری رہے گا (مسلم)

اللہ کے حضور توبہ کرو

حضرت بلال بن یسار بن زیدؓ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا جو دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا کہ جس نے یہ کلمات کہے کہ میں اس رب العالمین سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی

ذات حی وقیوم ہے اس سے توبہ کرتا ہوں تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ کفار کے مقابلہ سے بھاگا ہوا ہی کیوں نہ ہو (ترمذی، ابوداؤد)

رضائے الٰہی کے لیے توبہ کرو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلے۔ اور اگر بدکار ہے تو شاید رضائے رب کے لیے توبہ کرلے۔ (بخاری)

ننانوے قتل کے بعد توبہ

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے افراد کو قتل کیا پھر وہ توبہ کے لیے دربدر مارا پھرا یہاں تک کہ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے توبہ کے بارے میں معلوم کیا کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے تو راہب نے کہا نہیں اس نے راہب کو بھی مار ڈالا۔ اس قاتل نے پھر ایک شخص سے کہا کہ اب کیا کیا جائے تو اس نے کہا کہ تم فلاں فلاں گاؤں میں جاؤ۔ لیکن راستہ ہی میں اس کو موت آگئی لیکن اس کا منہ اسی گاؤں کی طرف تھا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں مزاحم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کو حکم دیا کہ اس شخص سے قریب ہوجا اور دوسری بستی سے کہا کہ تو اس سے دور ہوجا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب ان دونوں بستیوں کا فاصلہ ناپو۔ جب فاصلہ دیکھا گیا تو وہ جس طرف جارہا تھا ایک بالشت کم تھا لہذا اس بنا پر اس کی بخشش کر دی گئی۔ (بخاری شریف)

بندے کی توبہ سے اللہ کو خوشی ہوتی ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی توبہ کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ جنگل میں کسی کی سواری جس پر کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو کھو جائے اور وہ اس کی بازیابی

کی امید ختم کرکے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو دیکھے کہ میری سواری کھڑی ہے اور فرطِ مسرت سے اس کی مہار پکڑ کر یہ بھی کہہ دے کہ خداوندا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اور خوشی کی زیادتی میں غلط کلمات ہی کہہ دے۔

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دو حدیثیں نقل کیں۔ ایک کی نسبت تو رسولِ خدا کی ذات سے کی اور دوسری خود سنائی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، مومن اپنے گناہوں کو دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور وہ پہاڑ اس پر گر پڑیں گے اور گنہگار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھی ہے جس نے اس کو ہاتھ کے اشارہ سے ناک سے اڑا دیا۔ اس کے بعد جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سرکار دوعالم کی حدیث اس طرح نقل کی، میں نے سرکار سے سنا رب کریم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے توبہ کرنے والے مومن بندے سے بہت خوش ہوتا ہے بمقابلہ اس شخص کے جس نے خود کو اس طرح ہلاکت میں ڈالا اور اس طرح میدان میں اترا کہ اس کے ساتھ سواری اور سامانِ خورد و نوش موجود تھا لیکن وہ زمین پر سر رکھ کر سو گیا لیکن جب بیدار ہوا تو اس کی سواری مع سامان کے بھاگ چکی تھی جس کو اس نے تلاش کیا لیکن جب گرمی اور پیاس کا غلبہ ہوا یا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی تو کہنے لگا کہ میں جہاں سواری کی تلاش میں روانہ ہوا تھا اپنی اس جگہ جہاں کہ میں تھا لوٹ کر سوؤں گا۔ یہاں تک کہ مجھے موت آئے لہٰذا اپنی کہنی پر سر رکھ کر موت کے انتظار میں لیٹ گیا لیکن جب آنکھ کھلی تو سواری موجود تھی اور اس پر کھانے پینے کا سامان بعینہٖ موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ سے اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس شخص کو اپنی سواری اور سامان کے ملنے پر نہیں ہوتی۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی پسند

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن کو بہت پسند کرتا ہے جو بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو کر بہت زیادہ توبہ کرتا ہے۔ (احمد)

توبہ گناہ کو ختم کر دیتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس سے سرزد گناہ نہ ہوا ہو۔ (ابن ماجہ)

وصال پانے کی سب سے بہتر صورت حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ اس نے کسی کو دنیا میں اللہ کا شریک نہ بنایا ہو اور اس پر پہاڑ کے برابر گناہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (بیہقی)

اقوالِ توبہ

بوڑھے کی توبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ بوڑھے آدمی کا توبہ کرنا عمدہ کام ہے لیکن جوان آدمی توبہ کرے تو یہ بہت ہی عمدہ کام ہے۔

توبہ واجب ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان ہے کہ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے لیکن گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ جوان آدمی کا گناہ کرنا بھی اگرچہ برا ہے لیکن بوڑھے آدمی کا گناہ کرنا تو بہت ہی برا ہے۔ بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مر جائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے (یعنی کوئی بری بات جاری کر جائے)

توبہ کے چار ستون حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں ۱۔ زبان سے معافی کا طالب ہونا ۲۔ دل سے پشیمان ہونا ۳۔ اعضاء کو گناہ سے روکنا ۴۔ یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا اور یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

حضرت امام جعفرؓ کا ارشاد حضرت امام جعفر صادقؓ کا قول ہے کہ توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔ آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے۔

کہ عبادت بلا توبہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔

ترغیبِ توبہ کی مثال حضرت داؤد طائی نے ایک مرتبہ ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ دوسرے کو توبہ و اطاعت کی ترغیب دینا اور خود نہ کرنا ایسا ہے کہ جیسا ایک شکاری شکار کرے اور دوسرے اس کے کباب کھائیں۔

عوام اور خواص کی توبہ ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ عام لوگ معصیت سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ مطلب یہ کہ عوام سے ظاہر کے متعلق سوال ہوگا اور خواص سے اعمال کی حقیقت سے متعلق باز پُرس ہوگی کیونکہ غفلت عوام کے لیے نعمت اور خواص کے لیے حجاب ہوتی ہے۔

توبہ اللہ کا انعام ہے حضرت ابوحفص حدادؒ فرماتے ہیں کہ توبہ میں بندے کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا کیونکہ توبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے (اس کا انعام ہے) بندے کی طرف سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی سعی کا نتیجہ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی عطا ہو۔ یہ حضرت جنیدؒ کا طریق ہے

توبہ کا اہم راز ابوالحسن بوشنجی کا قول ہے کہ اگر گناہ کی یاد میں لذت نہ رہے تو یہ توبہ ہے گناہ کی یاد یا تو ندامت کی وجہ سے ہوتی ہے یا دلی خواہش کی وجہ سے جب ندامت کی وجہ سے ہو تو انسان تائب ہوتا ہے۔ جب ارادت سے یاد آئے تو گناہ ہے گناہ کا مرتکب ہونے میں وہ آفت نہیں جو اس کی ارادت میں ہے کیونکہ ارتکاب تو ایک بار ہو چکتا ہے۔ مگر ارادت مستقل طور پر دل میں جاگزین رہتی ہے گھڑی بھر جسم سے گناہ کرنا اتنا سنگین نہیں جتنا کہ رات دن ارادتِ گناہ میں منہمک رہنا ہے۔

توبۂ انابت و توبۂ استحیاء حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، توبہ دو قسم کی ہے ایک توبۂ انابت یعنی خوفِ عذاب سے توبہ کرنا۔ دوسری توبہ استحیا یعنی شرمسار ہو کر توبہ کرنا۔ توبہ جس کی بنا خوف پر ہو کشفِ جلالِ حق سے حاصل ہوتی ہے

اور نور جو تنر ساری سے جنم لیتی ہے جمالِ حق کے مشاہدہ پر منحصر ہے۔ ایک جلالِ حق کے سامنے خوف کی آگ میں جلتا ہے دوسرا جمالِ حق میں حیا کے نور سے روشن ہے۔ گویا ایک مست (سکر میں) ہوتا ہے اور دوسرا مدہوش۔ اہلِ حیا اصحابِ سکر ہوتے ہیں اور اصحابِ خوف اہلِ صحو۔

حضرت ابراہیم دقاق کی دلیل حضرت ابراہیم دقاقؒ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ جس طرح تم پہلے اللہ کی طرف پشت کیے ہوئے تھا اب پشت ہٹا کر اپنا چہرہ اس کی طرف کر لے اور اپنی توجہ کو ہمہ تن اللہ کی یاد میں لگا دے۔

توبہ کی تعریف حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا ہے کہ حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔

حضرت رابعہؒ کا قول حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے کہ صرف زبان سے توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ اگر خود بخود توبہ کریں تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی۔ ایک اور جگہ پر رابعہؒ فرماتی ہیں کہ میرے استغفر اللہ کہنے میں جو عدمِ خلوص پایا جاتا ہے اس سے میں استغفار کرتی ہوں۔

توبہ کس سے کی جاتی ہے ایک مرتبہ حضرت شیخ سوسیؒ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توبہ ہر اس چیز سے کی جاتی ہے جس کی علم نے مذمت کی ہو اور جس چیز کی علم نے تعریف کی ہو اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف ظاہر و باطن دونوں میں شامل ہے اور اس کا تعلق اس شخص سے ہے جسے علمِ کامل عطا کیا گیا ہو۔ چنانچہ علم کے سامنے جہالت اس طرح غائب ہو جاتی ہے جس طرح طلوعِ آفتاب سے رات غائب ہو جاتی ہے۔

توبہ کے تین درجے حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں

۱۔ توبہ ۲۔ انابت ۳۔ اوبت ۔ توبہ ابتدائی درجہ ہے ، درمیانی درجہ انابت اور آخری
انتہائی درجہ اوبت ہے ۔ جس نے عذابِ الٰہی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحبِ توبہ ہے
جس نے ثواب کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لیے توبہ کی وہ صاحبِ انابت ہے اور جس
محض اللہ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی ، ثواب کی امید اور عذاب سے بچنے کے اندیشہ سے نہیں
وہ صاحبِ اوبت ہے ۔ انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے اوبت انبیاء و مرسلین کی
صفت ہے ۔

توبہ میں اللہ کی یاد

حضرت شیخ ابوالحسن رنوی نے فرمایا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تم خدا کی یاد کے سوا ہر چیز کی یاد سے توبہ کر لو اور اس کے سوا تمہارے دل میں کوئی چیز نہ رہے ۔

توبہ کے معانی

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے ۱۔ گناہ پر پشیمانی ۲۔ جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ۳۔ حقوقِ انسانی کو ادا کرنے کی کوشش ۔

توبہ دو طرح کی ہے

حضرت ابن عطاؒ نے فرمایا کہ توبہ دو طرح ہے ، توبہ انابت اور توبہ استجابت ۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کے عذاب سے توبہ کرے ، توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالٰی کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے ۔

توبہ ظاہر اور باطن ایک جیسی کر دو

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ توبہ کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی گزری ۔

توبہ نصوح کیا ہے

حضرت سفیان بن عیینہ نے توبہ نصوح کے بارے میں فرمایا ہے کہ

سچی توبہ میں چار چیزیں ہیں ۱ قلتِ دنیا ۲ ذلتِ نفس ۳ عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب اور ۴ عبادت کو کم اور ناقص خیال کرنا۔

جہاد سے پہلے توبہ ضرور کرو

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ جب مجاہد جہاد پہ جانے لگے تو اسے چاہیئے کہ توبہ کرے کیونکہ توبہ اس مصیبت کو روکے گی جسے تلواریں نہیں روک سکتیں۔

بدترین شخص کون

حضرت شقیق بلخیؒ کا ارشاد ہے کہ بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پہ گناہ کرے اور زندگی کی امید پہ توبہ کرے۔ آپ ہی کا قول ہے کہ ایک بوڑھے نے کہا کہ توبہ کرتا ہوں مگر دیر سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ موت سے پہلے آجانا دیر نہیں ہے۔

اللہ کی معرفت کا پہلا مقام

حضرت سید علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان انسان کے لیے بڑی مشکل ہے اس کی راہ پہ چلنے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔ مزید فرمایا کہ ارادہ گناہ اور اسبابِ گناہ ہونے کے باوجود اگر گناہ سے پرہیز کیا جائے تو یہ بہت بڑی توبہ ہے۔

مرنے سے پہلے توبہ کرلو

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا قول ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلو پھر بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ توبہ دو قسم کی ہے۔ ایک توبہ نصوح کہ اس کے بعد انسان گناہ کے نزدیک نہ بھٹکے اور دوسری توبہ یہ ہے کہ دن رات توبہ کرے مگر توڑ ڈالے اور ایسی توبہ اچھی نہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قول

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا ارشاد ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم اپنے بندے پر کرے اور اس کا دل اپنی طرف مائل کرے، اپنی محبت و شفقت کے ساتھ خاص کرے اور اپنی طرف کھینچ لے۔ اس وقت بندے کا دل اپنے خالق کی طرف کھنچ جاتا ہے، روح

قلب اور عقل اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ پھر وجود میں امرالٰہی کے سوا اور کچھ نہیں رہتا یہی صحتِ توبہ کی دلیل ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا قول

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ نے فرمایا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ جس چیز سے توبہ کرے اسے ہمیشہ اپنا دشمن جانے جب تک بندے کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش رہے گی۔ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

تائب کون ہے؟

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے دریافت کیا گیا کہ تائب کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص جوانی میں توبہ کرے پھر اس پر یہاں تک قائم رہے کہ اسے موت آجائے۔ بوڑھوں کی توبہ توبہ نہیں کیونکہ ان کے نفسانی جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں مگر بڑھاپے میں بھی جو کوئی توبہ کرتا ہے اللہ قبول کر لیتا ہے۔

توبہ چھ قسم کی ہے

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا قول ہے کہ توبہ چھ قسم کی ہے اول قلب و زبان کی توبہ۔ دوم نظر کی توبہ، سوم کان کی توبہ، چہارم ہاتھ کی توبہ، پنجم پاؤں کی توبہ، ششم نفس کی توبہ۔ (اسرار اولیاء)

توبہ کی تین حالتیں

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا قول ہے کہ توبہ کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ حال، ماضی، مستقبل۔ حال کی توبہ یہ ہے کہ اپنی گنہگاری پہ پچھتائے اور شرمسار ہو۔ ماضی کی توبہ یہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے۔ اگر کسی کے دو چار روپے چھین لیے اور پھر توبہ کرلی یہ توبہ نہیں۔ توبہ یہ ہے کہ وہ رقم اسے واپس کرے۔ اور اس سے معذرت کرے، اگر وہ مر چکا ہو تو غلام آزاد کرے، گویا اس نے مردے کو زندہ کیا۔ اگر کوئی کسی کی کنیز یا منکوحہ سے زنا کرے تو اس آدمی کے پاس نہ جائے بلکہ خدائے غفور و رحیم کے دربار میں آئے اور توبہ کرے۔ اگر شرابی توبہ کرے تو لوگوں کو صاف اور ٹھنڈا پانی پلائے مقصد یہ ہے کہ توبہ کی حالت میں نافرمانی و گناہ کی معذرت کرے۔ مستقبل کی توبہ یہ ہے کہ

نیت کرے کہ اس کے بعد وہ گناہ کے کام سے باز آجائے گا۔ (فوائد الفوائد)

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ارشاد حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے اس لیے خلق سے قلبی جدائی میں توبہ کا کمال ہے جس کی وجہ سے خدا سے ملنا لازمی ہے۔ (حضرات القدس)

حکایات و واقعات

حکایت حضرت بشر حافی کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ عالمِ دیوانگی میں کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشر حافیؒ کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لیے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ آپ میخانے میں ہیں اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارے لیے ایک سندیسہ لایا ہوں چنانچہ جب لوگوں نے آپ سے کہا تو فرمایا کہ معلوم عتابِ الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا۔ اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ بلند مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لیے وجہ سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے اس لیے شاہی فرش پر جوتے

بین دنیا و آخرت کے منافق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو حاذق کہا جاتا ہے۔

حکایت ایک دفعہ حضرت شیخ احمد خضرویہؒ کے گھر میں رات کو ایک چور گھس آیا ادھر اُدھر بہتیرا ٹٹولتا پھرا لیکن ایک بوریہ نشین درویش کے گھر میں کیا رکھا تھا۔ مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔ شیخ اس وقت جاگ رہے تھے اور ایک کونے میں مصروف عبادت تھے۔ انھوں نے چور کو اس طرح خالی ہاتھ اور مایوس جاتے دیکھا تو دل میں اس سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس کو پکار کر کہا اے جوان! فقیر کے گھر سے اس طرح تہی دست نہ جا۔ میرا کہا مان یہ ڈول لے کر اس کنوئیں سے پانی نکال اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جا۔ شاید اللہ تعالیٰ تیرے لیے کوئی صورت پیدا کر دے۔ چور نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو سو اشرفیاں نذر کیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں چور کے ہاتھ پر رکھ دیں اور فرمایا یہ تیری ایک نماز کا صلہ ہے۔ چور یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کہنے لگا افسوس میں نے گذشتہ عمر برے کاموں میں صرف کر دی اور محروم رہا۔ صرف آج کی رات میں نے اللہ کا کام کیا اور اس نے مجھے یہ انعام فرمایا اگر میری گذشتہ زندگی بھی اس کی یاد میں بسر ہوتی تو مجھے کیا کچھ نہ ملتا۔ یہ کہہ کر اس نے سچے دل سے توبہ کی اور شیخ احمد خضرویہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بزرگی اور ولایت کے بلند درجہ پر پہنچنے سے قبل دنیاوی عیش و عشرت میں مبتلا تھے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے اور اس عشق کے آزار کی وجہ سے ہر لمحہ بیقرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات جب سردی بلا کی پڑ رہی تھی۔ آپ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے نیچے صبح تک کھڑے رہے۔ تمام رات برفباری ہوتی رہی اور آپ کا سارا جسم تقریباً شل ہونے لگا تھا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کی خود فراموشی کا یہ عالم تھا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید

عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور کائنات روشنی سے منور ہونے لگی۔ تب کہیں جاکر آپ کو خیال گزرا کہ آپ نے ساری رات تو معشوقہ کے انتظار میں گزار دی۔ آپ نے اپنے آپ سے کہا لے مبارک کے فرزند! تجھے شرم آنی چاہیئے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر کھڑے کھڑے گزار دی۔ اس کی بجائے اگر تو امام کے ساتھ نماز میں ہوتا اور وہ کوئی لمبی سورت پڑھتا ہوتا تو دیوانہ ہو جاتا اور شور برپا کرتا۔ یہ خیال آتے ہی آپ کے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی دم آپ نے توبہ کی۔ اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور بہت ہی مختصر عرصے میں خدا سے آپ کو ایسا بلند درجہ عنایت ہوا کہ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ باغ میں تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ آپ گلاب کے پودے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ منہ میں شاخ نرگس لیے ہوئے آپ کے اوپر پنکھا کر رہا ہے۔

حکایت حضرت حبیب عجمیؒ ابتدا میں مالدار تھے آپ اہل بصرہ کو سُود پر روپے دیا کرتے تھے اور جن سے کچھ لینا ہوتا تھا جب تک نہ لے لیتے وہاں سے نہ ٹلتے۔ اس سود کی رقم پر آپ گذارہ کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں جب سود کی رقم لینے پہنچے تو وہ شخص گھر پر موجود نہ تھا بلکہ اس کی بیوی گھر پر موجود تھی۔ اس نے کہا میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ ایک بکری ذبح کی تھی لیکن اس کی سری کے سوا اور کوئی چیز باقی نہ رہی اگر آپ اسے لینا پسند کریں تو حاضر کر دوں۔ آپ نے کہا چلو یہی دے دو۔ چنانچہ بکری کی سری لے کر گھر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ سُود میں ملی ہے، اسے پکاؤ۔ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ گھر میں روٹی اور لکڑی بھی تو نہیں ہے۔ آپ نے کہا تم فکر نہ کرو میں روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ باہر گئے اور اسی طرح روٹی اور لکڑی بھی سُود میں لے آئے۔ اہلیہ نے سالن چولھے پر چڑھا دیا۔ جب ہانڈی تیار ہو گئی اور آپ نے چاہا کہ اسے برتن میں انڈیلیں کہ عین اسی وقت دروازے پر ایک فقیر نے صدا بلند کی اور کھانے کے لیے کچھ طلب کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جا تجھے کوئی چیز نہیں پہنچتی اور اگر ہم تجھے تھوڑا سا دے بھی دیں

اس سے تو کچھ امیر نہ ہو جائے گا بلکہ ہم غریب ہو جائیں گے۔ فقیر نا امید ہو کر واپس چلا گیا۔ آپ کی اہلیہ نے جب ہانڈی میں سے گوشت نکالنا چاہا تو وہ سب خون ہو گیا تھا۔ انھوں نے شوہر کو آواز دی اور کہا کہ دیکھ سختی اور جبر سے حاصل کیا ہوا مال کیا ہو گیا۔ آپ نے جب آکر دیکھا تو دل کی حالت متغیر ہو گئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میں اپنی سب برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔

دوسرے روز آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ قرضداروں سے جاکر روپیہ واپس لے آئیں اور پھر سود کے لین دین کا خاتمہ کریں۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ جب آپ سڑک سے گزرے تو لڑکے کھیل رہے تھے انھوں نے ایک دوسرے سے کہا حبیب سود خور آرہا ہے ذرا دور ہٹ جاؤ تاکہ اس کے پاؤں کی گرد ہم تک نہ پہنچے مبادا ہم بھی اسی طرح ہو جائیں۔ آپ نے جب یہ سنا تو دل بھر آیا اور حضرت حسن بصریؒ کی مجلس کی طرف چلے۔ حسن بصری نے آپ سے چند کلمات ایسے کہے کہ آپ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ نے توبہ کر لی۔ جب آپ حسن بصریؒ کی مجلس سے واپس ہوئے تو ایک قرضدار آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا۔ آپ نے اس سے فرمایا مت بھاگو۔ اب تو مجھے تم سے بھاگنا چاہیئے۔ لڑکوں نے آپ کو آتے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ حبیب تائب آرہا ہے دور ہٹ جاؤ تاکہ ہماری گرد اس پر نہ پڑے اور ہم خدا کے نزدیک گنہگار ہو جائیں۔

حکایت کسی شہر میں ایک بہشتی رہتا تھا جو ایک سنار کے گھر میں پانی بھرا کرتا تھا اور اسے پانی بھرتے ہوئے تیس سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اس سنار کی بیوی بڑی خوبصورت تھی اور جس قدر خوبصورت تھی اسی قدر نیک اور پارسا بھی تھی۔

ایک روز وہ بہشتی پانی بھرنے کو آیا تو اس نے سنار کی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا اس عورت نے بمشکل ہاتھ چھڑایا اور اندر جاکر دروازہ بند کر لیا تھوڑی دیر کے بعد سنار گھر آیا تو اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ آج دکان پہ کونسا کام آپ نے خدا کی رضا کے خلاف کیا ہے۔ سنار بولا کہ آج ایک عورت کے ہاتھ میں کنگن پہناتے ہوئے مجھے اس کا

بادو بڑا خوبصورت نظر آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا بس یہی لغزش مجھ سے واقع ہوئی ہے۔ بیوی بولی، تو اب معلوم ہوا کہ تمھارے بہشتی نے آج میرا ہاتھ کیوں پکڑ کر کھینچا تھا۔ سنار نے سارا واقعہ سُنا تو کہنے لگا کہ میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے دوسرے روز بہشتی آیا اور کہنے لگا کہ کل والی غلطی سے میں توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے۔ سنار کی بیوی نے کہا میاں بہشتی جاؤ اس میں تمہارا کوئی قصور نہ تھا یہ تو میرے میاں ہی کا قصور تھا۔ (روح البیان ص ۹۹، ج ۲)

حکایت حضرت ذوالنون مصری کے تائب ہونے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ کسی مقام پر ایک نوجوان عبادت گزار رہتا ہے اور جب آپ اس سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے لیے پہنچے تو دیکھا کہ وہ نوجوان ایک درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے اور اپنے نفس سے مسلسل کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادتِ الٰہی میں میری ہمنوائی نہیں کرے گا میں تجھے اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ سارا منظر دیکھ کر آپ کو اس نوجوان پر اس قدر ترس آیا کہ آبدیدہ ہو گئے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک بے حیا خطا کار پر ترس کھا رہا ہے اور رو رہا ہے، تو یہ سنتے ہی آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا۔ تفصیلات جاننے پر نوجوان عبادت گزار نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادتِ الٰہی میں آمادہ نہیں ہے اس لیے میں اسے سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے نوجوان سے کہا کہ مجھے تو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا تم سے کوئی اور گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔

اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اس لیے میں مخلوق سے رسم و راہ کو گناہ عظیم تصور کرتا ہوں۔ آپ نے نوجوان عابد سے فرمایا کہ تم واقعی بہت بڑے زاہد و عابد ہو۔

نوجوان نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے والے پہاڑ پر

جاکر دیکھو۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بن چکا تھا آپ کے دریافت کرنے پر اس ابتر حالت میں پڑے ہوئے نوجوان نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ عبادت میں مصروف تھا کہ ایک خوبصورت عورت میرے سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں شیطانی خیالات میں مبتلا ہو کر اسکے نزدیک پہنچ گیا۔ عین اسی وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت و اطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے لہذا میں نے اسی وقت اپنا پہلا پاؤں کاٹ دیا کیونکہ گناہ کی جانب پہلا قدم اسی نے اٹھایا تھا اب آپ ہی بتائیں کہ مجھ ایسے گنہگار کے پاس آپ کس لیے آئے ہیں اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پہ چلے جائیے۔

لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کے لیے وہاں پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی اس بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے پس اسی دن سے انھوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہوگا وہ میں استعمال نہیں کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے پیئے چند روز گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم صادر فرمایا کہ ان کے گرد جمع ہو کر انھیں شہد مہیا کرتی رہیں چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔

نوجوان کی زبانی بزرگ کے بارے میں یہ داستان سن کر حضرت ذوالنون نے درسِ عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آکر بیٹھ گیا ہے۔ اس وقت آپ کو خیال آیا کہ نجانے اس پرندے کو کہاں سے رزق میسر آتا ہوگا۔ پھر اگلے ہی لمحے آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی۔ اس پیالی میں تِل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز

تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ تل کھا کر اور گلاب کا عرق پی کر درخت پر جا بیٹھا۔ اور پیالیاں غائب ہوگئیں۔

یہ پُر اثر منظر دیکھ کر حضرت ذوالنون مصری نے بھی توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ متوکل علی اللہ کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہوگیا جس میں ایک ایسا تختہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ جس وقت اس خزانے کو تقسیم کیا جانے لگا تو آپ نے اپنے لیے صرف لکڑی کا وہ تختہ لیا۔ پھر ایک رات آپ نے خواب دیکھا۔ کوئی آپ سے کہہ رہا تھا اے ذوالنون! سب نے دولت کو آپس میں تقسیم کر لیا مگر تو نے ہمارے نام کو پسند کر لیا۔ جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کھول دیے۔ اس کے بعد آپ واپس شہر آگئے۔

حکایت حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سلسلہ چشتیہ کے اکابر متقدمین میں سے ہیں آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات میں مذکور ہے کہ آپ اس زمانے میں اپنے علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ حضرت فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے جب کوئی قافلہ ادھر سے گزرتا تو اسے لوٹ لیا کرتے تھے۔ حضرت کے گروہ کے آدمی جب غارتگری کا مال حضرت کے سامنے پیش کرتے تو حضرت حسب پسند کوئی چیز باقی رکھ کر باقی اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن اس سرقہ بالجبر اور ڈکیتی کے باوجود حضرت اور حضرت کے ساتھی پکے نمازی تھے۔ وقت پر سب لوگ نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ جو شخص نماز نہ پڑھتا تھا اس کو اپنے گروہ سے خارج کر دیتے تھے۔

ایک روز لوٹ مار کے قصد سے حضرت کے ساتھی کسی مسافر قافلے کی جستجو میں گئے ہوئے تھے کہ حضرت کے قریب سے ایک قافلہ گزرا۔ اس قافلے کا ایک شخص کلام پاک کی تلاوت کرتا ہوا جا رہا تھا جس وقت وہ شخص حضرت کے سامنے سے گزرا تو اس کی زبان پر کلام پاک کی یہ آیت

تھی: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ۔ یہ آیت سنتے ہی حضرت کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، کہنے لگے "فضیل! کب تک رہزنی کرتا رہے گا۔ اب توبہ کا وقت آگیا ہے۔" حضرت نے اسی وقت سچے دل سے توبہ کی۔ ترکِ وطن کر کے مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے اور اولیائے کبار سے فیض حاصل کر کے مسندِ رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور مرجع خلائق و خواص و عوام ہوئے۔

حکایت حضرت ابوحفص حداد کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ اپنی ایک کنیز پر عاشق ہو گئے آپ کا صبر و قرار جاتا رہا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ نیشاپور کے گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے جو یہودی ہے، آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔ چنانچہ آپ نیشاپور تشریف لے گئے اور اس یہودی سے ملے اور اپنا حالِ زار بیان فرمایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ چالیس روز تک عبادت و ریاضت نہ کریں اور نہ ہی کوئی نیک خیال دل میں لائیں تو پھر میں عمل کروں اور اپنے جادو کے وصف سے آپ کو مقام مقصود تک پہنچاؤں گا۔ آپ نے یہودی کی بات پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ وہاں سے چلے آئے اور اس کی ہدایت پر قائم رہے۔ جب چالیس دن گزر گئے تو اس یہودی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ تمہارا طلسم تو بالکل غیر مؤثر ثابت ہوا۔ یہودی نے کہا کہ آپ نے ان چالیس روز کے اندر ضرور کوئی نہ کوئی نیک کام کیا ہے اور اسی وجہ سے میرا طلسم باطل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان چالیس دنوں میں ظاہری طور پر تو مجھ سے کوئی بھی نیکی عمل میں نہیں آئی البتہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں ایک دفعہ راستہ میں جا رہا تھا تو میں نے راہ سے ایک پتھر اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا تھا تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اس خدا کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی تو چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے اس معمولی عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دے۔ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگی اور آپ نے وہیں توبہ کی اور خدا کے راستہ پر گامزن ہو گئے۔

حکایت حضرت سیدنا صالح نصرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہمارے والد ماجد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نماز جمعہ کے لیے گھر سے جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ حضرت کے ہمراہ میرے دو بھائی عبدالوہابؒ اور عیسیٰؒ بھی تھے۔ راستے میں ہم کو سلطانِ بغداد کے ملازمین تین خچروں پر شراب کے مٹکے لے جاتے ہوئے ملے۔ شراب کی بدبو بہت تیز تھی جس سے حضرت کی طبیعت بہت خراب ہوئی۔ حضرت نے کوتوال سے کہا ٹھہر جاؤ۔ اس پر ہیبت طاری ہوئی اور بجائے اس کے کہ وہ رک جاتا اس نے خوف کے مارے بھاگنے کی کوشش کی اور جانوروں کو تیزی کے ساتھ بھگانے کا قصد کیا۔ حضرت نے بار برداری کے جانوروں کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ۔ جانور جہاں تھے وہیں رک گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پتھر ہو گئے بالکل بے حس اور بے حرکت تھے۔ کوتوال اور دیگر ملازمین کو قولنج کے دورہ کا ایسا شدید اثر پڑا کہ سب کے سب زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور تسبیح و تہلیل کے نعروں کے ساتھ توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ حضرت کو ان کے حال پر رحم آ گیا۔ جب حضرت ان کے قریب سے گزرے تو وہ صحت یاب ہو گئے اور شراب کی بُو سرکہ سے بدل گئی اور حضرت مسجد میں تشریف لائے۔ سلطان کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس پر ہیبتِ الٰہی طاری ہو گئی۔ شراب کے برتنوں کو جب کھلوایا گیا تو ان میں سے بجائے شراب کے سرکہ برآمد ہوا۔ سلطان نے شراب نوشی سے توبہ کی اور بہت سے محرّماتِ شرعیہ کو ترک کر دیا۔ نیز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت ادب و احترام سے پند و نصائح سُنتا رہا۔

حکایت ایک مرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ چند روز بعد وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مرید فوراً کسی طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مرید تھا اس پر اس مسافر مرید کا حال منکشف ہوا اس شخص کو بلا کر حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ حاکم نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے۔ چند روز میرے پاس ٹھہرو۔ چند روز کے

بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار روپیہ دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی، دل وجان سے فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ ایک ہزار روپے پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادۂ فاسد کیا تو غیب سے زوردار طمانچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے پوچھا تم کون ہو؛ کہاں سے آئے ہو اور یہ معاملہ کیا ہے؟ اس شخص نے ساری سرگزشت بیان کی۔ وہ بولی کہ معلوم ہوتا ہے تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیالِ باطل کو چھوڑ دو۔ آؤ ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعالِ بد سے توبہ کی۔ شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرید سے کر دیا اور وہ ہزار روپے بھی ان کو عطا فرمائے۔ چند روز بعد اس مرید نے پھر اپنے مرشد سے وہی پرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چون و چرا ادا کیا اور مرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔

حکایت حضرت معروف کرخیؒ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے چند لوگوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے اور دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے عرض کیا کہ شیخ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی بدبختی کا خاتمہ ہو۔ لوگوں کو چین و سکون میسر ہو اور ان کے فساد کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا تم سب لوگ دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ تو آپ نے فرمایا الٰہی! جیسے تو نے ان لوگوں کو اس دنیا میں عیش و آرام مرحمت فرمایا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ان کو عیش و عشرت سے سرفراز فرما۔

احباب کو اس پر سخت تعجب ہوا اور انھوں نے بہ ادب و آداب عرض کیا کہ اے شیخ! یہ حکمت ہماری سمجھ سے بعید ہے۔ آپ نے فرمایا صبر سے کام لو، یہ راز تم پر ابھی منکشف ہوا جاتا

ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت ان تمام اصحابِ کرام کی معیت میں واپس اس راستے سے
آئے اور ان لوگوں کی نگاہ آپ کے رُوئے مبارک پر پڑی تو وہ خوف سے کانپ اٹھے۔ انھوں
نے اسی وقت اپنی لڑائی بند کر دی۔ شراب کے پیالے پھینک دیے اور آپ کے قدمِ بابرکت
میں آ گرے اور گناہوں سے توبہ کی۔

حضرت نے اپنے احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے دیکھا کہ خوفِ خدا نے انھیں ان کی
صحیح منزل پر پہنچا دیا اور یہ نیکوں کے زُمرے میں شامل ہو گئے۔

حکایت ایک مرتبہ ایک نوجوان حضرت شیخ سقطیؒ کے حضور حاضر ہو کر رو رو کر کہنے لگا،
حضرت مجھ سے ایک گناہ عظیم ہو گیا ہے اب کسی پل چین نہیں۔ خدا کے حضور
معافی مانگتا ہوں، گڑگڑاتا ہوں لیکن دل مطمئن نہیں، نجانے میری توبہ قبول بھی ہوئی ہو گی یا نہیں۔
آپ کو خدا کا واسطہ مجھے توبہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ شیخ سقطیؒ نے غور سے اسے دیکھتے
ہوئے کہا، نوجوان توبہ کا مطلب یہ تو نہیں کر تو اپنا گناہ ہی بھول جائے۔ یہ سن کر نوجوان بیچارگی
سے مزید رونے لگا اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا، کر
گویا میں گناہ کر کے ایک دلدل میں اُتر گیا ہوں۔ میرا نکلنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ اندھیرے
میں ٹامک ٹوئیاں مارنا میرا مقدر بن چکا ہے یہ کہہ کر پھر رونے لگا۔ شیخ سقطیؒ اسے خاموشی سے
دیکھتے جا رہے تھے۔ نوجوان نے آنسوؤں بھرا چہرہ اٹھا کر دوبارہ لرزتی ہوئی آواز میں شیخ
سے پوچھا۔ شیخ! لیکن میں نے تو توبہ کا مطلب یہ سنا ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو بھلا دے۔
کیا یہ درست نہیں؟

حضرت سقطیؒ کے ساتھ نوجوان کی اس بحث کے دوران جنید بغدادیؒ بھی تشریف فرما
تھے ان دنوں آپ زیرِ تربیت تھے۔ آپ بھی مسلسل توجہ سے نوجوان اور شیخ سقطیؒ کے
درمیان ہونے والی گفتگو کو سن رہے تھے۔ اس لیے جونہی نوجوان نے یہ پوچھا اور اس سے
پہلے کہ شیخ سقطیؒ جواب دیتے آپ بول پڑے، نوجوان! تو نے سچ ہی سنا ہے۔ توبہ کا مطلب ہی

یہی ہے کہ انسان اپنے گناہ بھلا دے۔

آپ کی یہ بات سن کر حضرت سقطیؒ نے غصے کے عالم میں جنیدؒ پر نظر ڈالی۔ جنید بغدادیؒ نے آپ کی نظروں کا مفہوم سمجھ لیا۔ سو سر جھکا کر ادب سے بولے مرشد! میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات برحق ہے کہ اگر ایک انسان کے اللہ سے تعلق خراب ہو جائیں اور پھر وہ انسان توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کو منا لے اور دل میں مطمئن ہو جائے تو اس کا مطلب ہوا کہ دوبارہ تعلق خالق سے استوار ہو گیا ہے۔ سو ایسے میں پرانے حالات بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے اور اسی طرح اپنی پہلی حالت کا خیال دل میں لانا اچھا نہ ہو گا۔

شیخ سقطیؒ نے آپ کی وضاحت سنی تو سر جھکا کر اعتراف کر لیا اور کہا کہ جنید میرے بیٹے! تم نے سچ کہا۔ میں واقعی غلطی پر تھا۔

حکایت کسی مرید کے قلب میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو گیا کہ اب میں کامل بزرگ ہو گیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہو گیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سواری کر کے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لاحول پڑھنا۔ چنانچہ اس نے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کر کے یہ طے کر لیا کہ مرید کے لیے گوشہ نشینی سم قاتل ہے۔

حکایت ایک روز آپ ایک ایسے شخص کی عیادت کو چلے گئے جس نے خود کو خدا کا دوست مشہور کر رکھا تھا۔ اس شخص نے آپ کو سامنے پا کر کہا کہ جو کوئی خدا کے عطا کردہ دکھ درد اور تکلیف میں اذیت کا احساس کرتا ہے وہ کبھی خدائی دوستی کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ اس نے جواب میں حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے

کہ جو خود کو خدا کا دوست کہتا ہے وہ کسی صورت بھی خدا کا دوست نہیں ہو سکتا۔ حضرت کی یہ بات سن کر اس شخص نے سچی توبہ کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ وہ کبھی بھی خدا سے دوستی کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ اپنے ارادتمندوں اور دوست احباب میں سے کسی کے نام تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو نادانی کی چادر سے ڈھانپ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اس طرح بے خبر کر دے کہ ہم اس کی رضا کے مطابق کام کریں تاکہ وہ ہم سے خوش رہ سکے۔

ایک مغنّیہ کی توبہ

حضرت شیخ ابو سعیدؒ کا واقعہ ہے کہ ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک مغنیہ دکھائی دی جو شراب میں مست تھی اور چہرہ پر غازہ مل رکھا تھا۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ لوگوں نے اسے جھڑکا کہ شرم کرو اور دفع ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ وہ نزدیک آئی تو آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا:

(تم بن سنور کر مست خرام بازار میں آ رہے ہو اور دوست تمھیں علم نہیں کہ گرفتار آ رہے ہو)

یہ شعر سن کر عورت وجد میں آ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی۔ نزدیک ہی مسجد میں چلی گئی۔ قیمتی لباس اور زیورات اتار کر سادہ لباس پہن لیا اور عرض کی کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے میرے لیے دعا فرمائیں۔ آپ کی دعا برکت سے وہ زمانے کی نیک عورتوں میں شامل ہو گئیں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ

آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہوا کہ مجھے ایک شخص کے ساتھ محبت تھی۔ میں ایک مرتبہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور بکمال توجہ اس سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک روز میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاء الدین! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب سے باز آ کر ہماری درگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

عمر بیست کہ تا از ان خویشی　　وقت آمد از ان ما باشی

(عمر بھر تم اپنے خیال میں پھنسے رہے۔ اب ہماری یاد میں رہنے کا وقت آ گیا ہے)

اس آواز سے میرا حال متغیر ہوا اور بے قرار ہو کر میں وہاں سے نکلا۔ موسم گرمی کا تھا۔ اور وہاں ایک نہر تھی۔ میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اسی حال میں دو رکعت نماز ادا کی۔ جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہو جائے۔ مگر سالہا سال گزر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہیں ہوئی۔

حکایت حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد بھکر واپس آیا، تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ قصبہ الور کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خداوند کریم نے اسے نماز معاف کر دی ہے۔ میں یہ سن کر اس درویش کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ بڑے بڑے امراء اور اکابر جمع تھے۔ میں ان میں سے گزرتا ہوا اس درویش کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اور سلام اس کو میں نے دانستہ نہیں کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ الفرق بین المومن و الکافر الصلوٰۃ (یعنی مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز ہی فرق کرتی ہے)

درویش نے جواب دیا سید صاحب! میرے پاس جبریل آتے ہیں، بہشت کا کھانا لاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا سلام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو نماز معاف کر دی گئی ہے اور تم خاصانِ خدا میں شامل ہو گئے ہو۔

مجھے اس کی باتیں سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے اس سے کہا بیہودہ مت بکو۔ سرورِ انبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو نماز معاف نہیں ہوئی، تجھ جیسے جاہل کے لیے کیسے ہو سکتی ہے۔ تیرے پاس جبریل نہیں بلکہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جبریل ہوں۔ جبریل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں وہ انبیاء اور رُسل کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتے اور جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے وہ غلاظت ہے۔ درویش نے کہا کہ وہ کھانا بہت لذیذ ہوتا ہے

میں نے کہا کہ اس کی حقیقت تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔ اب جب وہ نام نہاد فرشتہ تیرے پاس آئے تو تم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا۔ یہ تاکید کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ دوسرے دن جب میں اس درویش کے پاس گیا تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب وہ نام نہاد فرشتہ آیا تو میں نے لا حول پڑھی، وہ اسی وقت وہاں سے غائب ہو گیا اور اس کا لایا ہوا کھانا میرے ہاتھ سے گر پڑا اور میرے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ یہ سن کر میں نے اس بے نماز درویش سے توبہ کرائی اور جو نمازیں ترک ہو چکی تھیں ان کی قضا پڑھوائی۔

حکایت ایک دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ جامع ابو عاصم میں اعلان حق کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حجاج بن یوسف وعظ کی محفل میں آیا اور ایک امتیازی شان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا اس محفل میں بعض آدمی ایسے موجود ہیں جو اپنی شخصیت کو مرتبہ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں اور عام انسانوں کو ایک حقیر مچھر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں ان کے سامنے غریب آدمیوں کا بیٹھنا ممنوع ہے۔ ان کے سامنے بولنا گناہ ہے اور ان کے کسی فعل پر ادنیٰ سا اعتراض کرنا موجب قتل ہے۔ اے فنا ہونے والے انسانو! کیوں تم اپنی ان فانی قوتوں پر ناز کرتے ہو۔ حاضرین محفل کو یقین تھا کہ اس بے باکانہ تقریر پر حجاج بن یوسف حضرت خواجہ کے قتل کا حکم صادر کر دیگا مگر وہ خاموش بیٹھا آپ کی تقریر سنتا رہا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت خواجہؒ کو ایک خط تحریر کیا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی حضرت نے اس خط کو بیٹے کے نکال کر دیا اور فرمایا کہ جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھوں نے مس کیا ہے میں اس کو چھونا نہیں چاہتا اور اس خط کی پشت پر لکھوا دیا، خدا کے مغرور بندے حجاج کو معلوم ہو کہ غریب تیرے ظلم سے تنگ آ گئے ہیں۔ میں تجھ سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔ حجاج نے ظلم سے توبہ کر لی۔

باب۲

بیعت

اللہ سے دوستی کے لیے بیعت لازم ہے کیونکہ جب تک کوئی مردِ کامل اس راہ پر نہیں چلائے گا انسان نہیں چل سکتا۔ عموماً راستے کا استاد یا راہنما دہی بنتا ہے جسے راستے کی اونچ نیچ کا پتہ ہوتا ہے۔ بیعت اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا پختہ وعدہ ہے جو طالب کسی اللہ والے کی موجودگی میں اللہ سے کرتا ہے۔ بیعت کے لیے اہلِ تصوف میں ارادت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ارادہ کرنا ہے، ارادہ چونکہ ہر عمل کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس لیے ارادہ ہوگا تو طالب منزلِ مقصود کی طرف چلے گا، ارادہ سے مراد صرف تمنا یا آرزو رکھنا نہیں بلکہ مراد کو پانے کے لیے عمل پیرا ہو جانا ہے تاکہ اللہ ملنے کی مراد پوری ہو سکے پس جو ایسا ارادہ کرتا ہے وہ مرید کہلاتا ہے اور مرید جس نسبت کی بنا پر اللہ کو پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ بیعت کہلاتی ہے۔ بیعت ایک بڑا اہم مرحلہ ہے۔ اس لیے کسی کا مرید ہوتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ بیعت کا مقصد حاصل ہو سکے۔

اثباتِ بیعت

بیعتِ طریقت کے درست اور جائز ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات ثبوت کے طور پر پیش خدمت کی جاتی ہیں جن سے بیعت کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ بیعتِ رضوان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ — بیشک اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر راضی ہوا جب کہ وہ

إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

درخت کے نیچے حضور کی بیعت کر رہے تھے تو اللہ نے ان کے دل کا خلوص معلوم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تسلی نازل کی اور انھیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ (پ ۲۶، فتح ۱۸)

اس بیعت کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے آپ کا راستہ روک دیا۔ آپ نے رکاوٹ کے اسباب معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر کفار مکہ کے پاس بھیجا۔ کفار نے حضرت عثمان رضؓ کو مکہ شریف میں روک لیا جس سے حضرت عثمان رضؓ کو واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ اس پر مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے اپنے ہاتھ پر ان کے ہاتھ رکھوا کر وعدہ لیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کفار مکہ سے جہاد کریں۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اسی بیعت کو بیعتِ جہاد کا نام دیا گیا اسی بیعت کی تصدیق میں قرآن پاک میں مزید یہ آیت نازل ہوئی کہ اے اللہ کے محبوبؐ! درحقیقت صحابہ کرامؓ نے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو انھوں نے آپ کی بیعت کی ہے وہ اللہ ہی کی بیعت کی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پس جس نے عہد توڑا تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جس نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا تو اللہ اسے بہت جلد اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

(پ ۲۶، فتح ۱۰)

اللہ کی معرفت کو پانے کی جدوجہد، نفس کا جہاد ہے۔ صوفیاء نے ان آیات سے جن میں جان کے جہاد کی بیعت لی گئی ہے، جہادِ نفس کے لیے بیعت کا حکم مراد لیا ہے اور اس بنا پر بیعتِ طریقت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس بیعت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بیعتِ اسلام کا ذکر یوں فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	اے نبی! جب آپ کے پاس عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۲۸، ممتحنہ ۱۲)

فتح مکہ کے وقت بہت سے لوگ حضورؐ کی بیعت کر کے مشرف باسلام ہوئے تو مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لیے حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظمؓ کو عورتوں کی بیعت لینے پر مقرر فرمایا اور وہ احکام جن کا ذکر اس آیت میں ہے ان پر عمل کرنے کا ان سے پختہ وعدہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے کئی بار بیعت لی لیکن کسی عورت کے ساتھ بیعت لیتے وقت ہاتھ نہیں ملائے کیونکہ ایسا کرنا درست نہیں۔ کبھی زبانی اسلام کے احکام کی پابندی کا وعدہ لیا کبھی پانی سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور اس کے بعد بیعت کرنے والی عورتوں کو اس پیالے میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیا۔ کبھی کپڑا پکڑ کر اور ان کو کپڑا پکڑا کر ان سے وعدہ بیعت لیا۔ جن اعمال پر بیعت لی گئی ان میں سرفہرست یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ

ٹھہرائیں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی کیونکہ عرب معاشرہ میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دینا وجہ عزت و فخر تھا۔ نیز کئی لوگ بھوک سے تنگ آکر بھی اپنی اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے۔ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے کوئی الزام اور بہتان تراشی نہ کریں۔

اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ کسی کے نوزائیدہ بچے کو اُچک کر اپنی گود میں ڈال لینا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ میرا بچہ ہے، اسی طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے اسے اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دینا۔ نیز کسی دوسری عورت پر بدفعلی کا الزام لگانا، یہ تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں اور اسلام نے ان تمام مذموم حرکتوں سے باز رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ بات یہ ہے جس کی پابندی کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے کہ ہر نیک کام جس کا حضورؐ حکم دیں گے وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

ہندہ رئیس مکہ ابوسفیان کی بیوی تھی۔ جب عورتیں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو ہندہ بھی بھیس بدل کر منہ چھپائے ہوئے حاضر ہوئی۔ اسے یہ خوف تھا کہ حضور اس کو پہچان نہ لیں۔ حضورؐ نے ان عورتوں سے فرمایا میں اس شرط پر تمھیں بیعت کرتا ہوں کہ تم وعدہ کرو کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی۔ ہندہ چپ نہ رہ سکی، کہنے لگی کہ جس شرط کے بغیر مردوں کی بیعت قبول نہیں ہوئی اس کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی۔ ہندہ پھر بولی کہ میں ابوسفیانؓ کے مال سے کچھ لے لیا کرتی تھی معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔ ابوسفیان پاس کھڑے تھے انھوں نے کہا کہ آج تک جو تم نے لیا ہے وہ تمھارے لیے حلال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو پہچان لیا۔ فرمایا تو ہندہ دختر عتبہ ہے؟ کہنے لگی نعم فاعف عما سلف یا نبی اللہ عفی اللہ عنک۔ میں ہندہ ہی ہوں جو گزر چکا ہے اے اللہ کے نبی اسے معاف فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں

کرو گی۔ ہندہ بولی کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا چوتھی شرط یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ حضورؐ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ تم کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھو گی۔ اس نے کہا بیشک بہتان تراشی قبیح چیز ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت اور مکارم اخلاق کے بغیر اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ وعدہ کرو کہ جس نیک کام کا میں حکم دوں گا اس کو تم بجالاؤ گی۔ ہندہ بولی کہ ہم آپ کے قدموں میں حاضر بیٹھی ہیں اور ہمارے دل میں قطعاً یہ خیال نہیں کہ ہم حضور کے کسی حکم کی سرتابی کریں گی لہٰذا ان تمام امور پر ہندہ نے بیعت کی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

احادیثِ بیعت

ہجرت پر بیعت

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ایک غلام نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ غلام ہے، اسے لے جانے کے لیے اس کا مالک آگیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ یہ میرے ہاتھوں بیچ دو۔ پس آپ نے اسے دو کالے غلاموں کے بدلے خرید لیا اور اس کے بعد کسی کو بیعت نہ فرمایا یہاں تک کہ اس سے پوچھ لیتے کہ غلام ہے یا آزاد۔ (مسلم شریف)

بیعتِ تقویٰ

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کچھ فرمایا جبکہ آپ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی۔ آپ نے فرمایا میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو گے نہ چوری کرو گے نہ زنا کا ارتکاب، نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے نہ ایسی بہتان طرازی کرو گے جس کو تم نے اپنے ہاتھ اور پیروں کے ساتھ متعلق کر رکھا ہے یعنی اپنی ذات کے ساتھ متعلق کیا ہے اور نہ نیک کاموں کے کرنے میں نافرمانی کا اظہار کرو گے۔ پس جو اس عہد کو پورا کریگا اس کا اجر اللہ کے یہاں ہے لیکن اگر کسی نے دنیا میں ایسے عمل کا ارتکاب کیا تو دنیا

میں سزایاب ہوگا اور یہ سزا اس کے لیے عاقبت میں کفارہ ہوگی اور اگر کسی نے دنیا میں کوئی ایسا عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ کے ذمہ ہے وہ چاہے تو اس بندہ کو عذاب دے یا معاف فرمادے۔ اور ہم نے انہی باتوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ (بخاری شریف)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنا دستِ مبارک بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو حضور نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں اسلام لانے سے قبل کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں۔ سرکار نے فرمایا کہ جو چاہو شرط لگا لو۔ میں نے عرض کیا میرے سابقہ گناہوں کی مغفرت۔ یہ سن کر سرکار نے فرمایا اے عمرو! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اسلام ان گناہوں کو دور کر دیتا ہے جو پہلے سرزد ہوتے ہیں اور ہجرت بھی سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

حق پر قائم رہنے کی بیعت

ولید بن عبادہ کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ خوشی ہو یا غمی اور حاکم سے حکومت کے لیے نہیں لڑیں گے اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے خواہ کسی بھی جگہ پر ہوں اور خدا کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (بخاری شریف)

بیعت کا مقصد

عبداللہ بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی بیعت کرتے تو آپ فرماتے۔ جہاں تک تمہاری بساط میں ہو۔ (مسلم شریف)

بیعت اطاعت

حضرت جریر بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بات سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی۔ پس آپ نے مجھے تلقین فرمائی کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے مسلمانوں کی خیر خواہی کرتا رہوں۔ (بخاری)

درخت کے نیچے بیعت

یزید بن ابو عبید کا بیان ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی چنانچہ حضور نے مجھ سے فرمایا اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ میں تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ دوبارہ کر لو۔ (ریاض الصالحین)

بیعت اسلام

محمد بن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی۔ چنانچہ اعرابی کو مدینہ منورہ میں بخار آنے لگا تو اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میری بیعت واپس کر دیجئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ وہ پھر آیا اور عرض کی کہ میری بیعت واپس کر دیجیے تو آپ نے انکار فرما دیا پھر اعرابی باہر نکل گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مدینہ طیبہ بھٹی کی طرح ہے جو گندگی کو نکالتی اور پاکیزگی کو رہنے دیتی ہے۔ (ریاض الصالحین)

چھوٹوں کے لیے دعا

ابو عقیل زہرہ بن معبد نے اپنے جد امجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کی جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ پایا تھا ان کی والدہ محترمہ حضرت زینب بنت حُمید رضی اللہ عنہا انھیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ! اسے بیعت کر لیجیے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چھوٹا ہے۔ چنانچہ ان کے سر پر دست کرم پھیرا اور ان کے لیے دعا کی اور یہ تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری کی قربانی دیا کرتے تھے۔

(ریاض الصالحین)

دُنیوی غرض سے بیعت کی مذمت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ جس کے پاس راستے کے نزدیک زائد پانی ہو۔ اور وہ اسے مسافروں کو نہ پینے دے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے امام سے محض دنیاوی غرض کے لیے بیعت کی ہو۔ اگر امام اس کی غرض کے مطابق مال دیتا ہے تو یہ وعدہ پورا کرے ورنہ عہد توڑ دے۔ تیسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد اپنا مال خدا کی قسم کھا کر بیچے کہ اسے اتنی قیمت تو مل رہی ہے۔ چنانچہ گاہک اسے سچا سمجھ کر خرید لیتا ہے حالانکہ اسے وہ قیمت نہیں مل رہی تھی۔ (مشکوٰۃ شریف)

بیعتِ خلافت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی سیادت انبیائے کرام سنبھالتے تھے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ عنقریب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ پہلے کی بیعت پوری کرو، پہلا ہی پہلا ہے انھیں ان کا حق دو اور جنھیں ان کی رعایا بنایا ہے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ پوچھنے والا ہے۔ (بخاری)

امام کی بیعت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک امام سے بیعت کی اسے ہاتھ کا عقد اور دل کا میوہ دیا۔ پس اگر طاقت رکھتا ہے تو اس کی اطاعت کرے، اگر دوسرا آکر اس سے جھگڑے تو دوسرے کی گردن اڑا دو۔ (مسلم شریف)

ایک بیعت کا واقعہ

جناب طلق بن علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد لے کر حاضر ہوئے اور آپ سے بیعتِ اسلام کی اور آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ہم نے آپ سے کہا کہ ہمارے یہاں ایک کلیسا ہے

تب سرکار نے ایک برتن میں پانی منگا کر اس میں کلی کی اور اس پانی کو ایک چھاگل میں ڈال کر ہمیں دے کر فرمایا کہ جب تم اپنے علاقہ میں پہنچو تو اپنے کلیسا کو توڑ کر یہ پانی وہاں ڈال دینا اور اس جگہ مسجد تعمیر کرنا۔ ہم نے عرض کیا کہ آج کل گرمی کا موسم ہے ہمارا علاقہ بہت دور ہے۔ یہ پانی تو سفر میں خشک ہو جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ڈالتے رہنا وہ اس میں سوائے برکت کے اور کچھ نہیں بڑھائے گا۔ (نسائی شریف)

عورتوں کی بیعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضورؐ زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت لی۔ یہ نہیں کہ آپؐ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں۔ قسم خدا کی! آپؐ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی۔ (بخاری شریف)

حضرت سلمٰی بنت قیسؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی تھی۔ بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں، فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لیے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی۔ ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی، اور جانے لگیں۔ پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضورؐ کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ (مسند احمد)

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں کہ کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپؐ نے ہم سے

عہد و پیمان لیا اور یہ کہ ہم بھلی باتوں میں حضورؐ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اس اقرار کے وقت آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک ہماری طاقت ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے۔ اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضورؐ! کیا آپؐ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لیے کافی ہے بس بیعت ہو چکی۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ام عطیہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مُردے پر نوحہ نہ کریں گی حضورؐ سے بیعت کی۔ اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا کہ میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لیے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی۔ (بخاری)

حضرت عائشہ بنت قدامہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی والدہ رائطہ بنت سفیان خزاعیہ کے ساتھ حضورؐ سے بیعت کرنے والوں میں تھی۔ حضورؐ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں ان کا اقرار کرتی تھیں۔ میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہو گئی۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے۔ سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جا رہا تھا اور آپؐ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت

کی تلاوت کی۔ پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضورؐ! اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راویِ حدیث حضرت حسنؒ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھی؟ پھر آپؐ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا۔ چنانچہ عورتوں نے اس میں نگینہ دار اور بے نگینہ انگوٹھیاں راہ اللہ ڈالیں۔ (بخاری)

حقیقتِ بیعت

اپنی جان اور اپنے مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے۔ حقیقتاً سب کچھ حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ جان بھی اسی کی ہے۔ جسم بھی اسی کا ہے اور مال بھی اسی کا ہے۔ بندہ جب خدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے۔ خدا کی ملک کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اس کے جا و بیجا استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بادشاہِ حقیقی کی مملکت میں مقید ہونے کے باوجود اس مالکِ ارض و سما کے خلاف گویا علمِ بغاوت بلند کرتا ہے لیکن جب وہ اپنی اس غلطی سے متنبہ ہوتا ہے، جب اس سرکشی اور بغاوت سے نادم ہو کر اپنے خیال اور اپنی روش کی اصلاح کرتا ہے۔ جب اپنے دل میں ہر چیز کو وہ خدا کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور ایک فرمانبردار عبد کی طرح حق تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اپنے اس تغیرِ حال کے متعلق جملہ شرائط کو پورا کرنا شروع کرتا ہے تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز کسی کو پیش کی جاتی ہے اور اس کے بدلے میں دوسری چیز لی جاتی ہے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں۔ بندہ اپنے غلط خیال سے تائب ہوتا ہے۔ اپنے اعضاء و جوارح کو بخوشی اور برضا و رغبت اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اس لین دین کو اللہ تعالیٰ بھی خرید و فروخت

کے نام سے موسوم فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط

تحقیق اللہ نے مول لے لی ہیں مسلمانوں سے جانیں ان کی اور مال ان کے بدلہ میں اس کے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ (التوبہ ع ۱۴)

خرید و فروخت کی تکمیل کے لیے صرف نیت کافی نہیں۔ فروخت کرنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کروں گا اور خریدنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص سے خریدوں گا اور اس کی یہ قیمت دوں گا خرید و فروخت کے عمل میں آنے کے لیے کیونکر کافی ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ ان خیالات کا اظہار نہ ہو اور ان پر عمل کا جامہ نہ پہنایا جائے۔ جان و مال کو اللہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے بھی صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ اس نیت کے اظہار کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کسی زمین یا مکان یا گاؤں کی خرید و فروخت کے لیے کس قدر طول طویل کارروائیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ جیسی برتر ہستی کے ساتھ جان و مال جیسی بیش بہا چیز کا معاملہ طے کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ جو بلا پابندی آداب و شرائط ضروری طے پا جائے۔ بلکہ نہایت مہتم بالشان معاملہ ہے جسے انتہا درجہ کی سنجیدگی اور اعلیٰ درجہ کے اہتمام اور نہایت پختہ عزم بالجزم کے ساتھ عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

وسیلہ حق تعالیٰ کے ساتھ یہ بیع ہمیشہ اس برگزیدہ شخص کی وساطت سے عمل میں آتی ہے جو اس سنجیدہ اور مہتم بالشان معاملہ میں وسیلہ بننے کا مجاز ہو۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے۔ اور ڈھونڈو طرف اس کے وسیلہ اور مجاہدہ کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(المائدہ: ۶)

اس آیت میں وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ سے اسی نوع کا توسل مراد ہے۔ جو لوگ اس وسیلہ سے ایمان مراد لیتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ خطاب انھیں لوگوں کو کیا گیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور مومن ہیں۔ جو تقویٰ مراد لیتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ تقویٰ کی ہدایت اِتَّقُوا اللّٰهَ کے الفاظ سے فرمادی گئی ہے۔ جو اطاعت اور عبادت اور عملِ نیک اس کے معنی کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ یہ تمام باتیں جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ میں آگئیں وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کے ماقبل اور مابعد واو عطف ہے جس کا ہونا معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغائرت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی جس وسیلہ کی جانب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے وہ تقویٰ اور مجاہدہ کے علاوہ مرشد مراد ہے۔

حکایاتِ بیعت

حکایت

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار جب ہرات میں تھے تو ان پر سخت افلاس کا عالم تھا ان کے پاس صرف ایک قبا تھی جو جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ اسی طرح ان کی دستار کی دھجیاں لٹکتی رہتی تھیں مگر حضرت اپنا وقت نہایت صبر و شکر سے گزارتے تھے۔ کبھی کبھی وہ حضرت قاسم تبریزیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو ہرات میں ہی مقیم تھے۔ اور بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ خواجہ احرار پر بڑی شفقت فرماتے کہ اے عبید اللہ انشاء اللہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب تیرا افلاس دور ہو جائے گا اور دنیا تیری مطیع و فرمانبردار ہو گی۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ احرار تاشقند تشریف لے گئے اور ایک زمیندار سے شرکت کر کے زراعت کا کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں اتنی برکت دی کہ ان کے مزارعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور ان کی زمین کی پیداوار کا عشر ہزاروں من غلہ تک پہنچ گیا۔

اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن جامی (صاحبِ نفحات الانس) ان کی زیارت کے لیے تاشقند آئے۔ انھوں نے شہر کے قریب دیکھا کہ ہزاروں من غلہ باہر جا رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھا

کہ اس غلہ کا مالک کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ خواجہ عبید اللہ احرار۔ یہ سن کر ان کے دل میں خواجہ صاحب سے بدظنی پیدا ہو گئی کہ میں تو ان کے فقر کا شہرہ سن کر آیا ہوں لیکن وہ تو دولت میں کھیل رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر خیال آیا کہ اتنی دور سے آیا ہوں ان سے مل لینے میں کیا حرج ہے۔ اسی خیال سے خواجہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے۔ آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ مولانا جامی بہت تھکے ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب کے انتظار میں لیٹ گئے اور بہت جلد نیند کی آغوش میں پہنچ گئے۔ خواب میں دیکھا کہ حشر کے میدان میں ہیں اور ایک شخص ان سے اپنا قرض طلب کر رہا ہے لیکن ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ان کو دوزخ کی طرف گھسیٹنے لگتا ہے۔ اسی اثنا میں خواجہ عبید اللہ احرار تشریف لاتے ہیں اور ان کا قرض اپنی گرہ سے ادا کر کے رہائی دلاتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا جامی کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو خواجہ احرار ان کے پاس بیٹھے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا مال اسی لیے ہے کہ تجھ جیسوں کو قرض سے نجات دلاؤں۔ مولانا جامی ششدر رہ گئے اور اسی وقت آپ کی بیعت کر لی۔

ایک سنیاسی کے مرید ہونے کا واقعہ

حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سنیاسی حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ کو کیا معلومات ہیں؟ آپ نے فرمایا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ جب سنیاسی نے اور آگے سوال کیا تو آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تو اپنی شکل دیکھ لے۔ چنانچہ آپ نے فوراً خادم سے ایک آئینہ لانے کے لیے کہا اور سنیاسی کو اپنی شکل دیکھنے کو کہا۔ سنیاسی نے جب آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس میں اسے اپنا چہرہ بندر کی طرح دکھائی دیا۔ اس پر سنیاسی بہت حیران ہوا اور چہرہ بدل جانے کی وجہ پوچھی حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری آنکھوں سے دکھلا دیا کہ جیسا کہ تم بندروں کو پوجتے ہو۔ اسی طرح تمہاری شکلیں بھی ہو جائیں گی اور تمہارا حشر بھی ان جیسا ہی ہوگا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی وہ سنیاسی مسلمان ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے پاس ایک کسب ایسا ہے کہ اگر میں آپ کو بتا دوں تو آپ عمر بھر جتنا چاہیں خرچ کریں آپ کا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ناریل نکالا اور تھوڑا سا تانبا پگھلا کر اس سے کچھ حصہ اس کے اندر ڈالا تانبا اسی وقت کندن بن گیا۔ یہ ملاحظہ فرما کر آپ مسکرا لئے اور فرمایا کہ اس میں تو بہت بکھیڑا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے۔ تم تھوڑا سا تانبا اور پگھلا دو۔ جب اس نے تانبا پگھلایا تو آپ نے اس میں تھوک دیا۔ اسی وقت وہ تانبا کندن بن گیا۔

سنیاسی نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ برکت خدا تعالیٰ کے نام کی ہے جو زبان سے لیا جاتا ہے۔ اس پر وہ سنیاسی صدق دل سے مرید ہوا اور عرض کیا کہ درویشی اور کسب کی تعلیم سے مجھے بھی سرفراز فرمائیے۔ آپ نے اسے مرید فرمایا۔ جب اس واقعہ کو کئی سال گزر چکے اور اس شخص کو اصلی سبب حاصل نہ ہوا تو اس نے حضرت کی خدمت میں سوال کیا۔ کیا بات ہے کہ مجھے ابھی تک اکتساب حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے

کہ اکسیر ابھی تک تیرے پاس موجود ہے۔ اس نے تسلیم کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فوراً جا کر کنویں میں ڈال آ۔ فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے۔ اس نے جس رات اکسیر کو کنویں میں ڈالا اسی رات اس کو مقصد کے حصول میں کامیابی ہو گئی۔

حکایت حضرت شیخ ابن حریف سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اٹھا اور شیخ ابوالقاسم بن رحیل سے کہا کہ کوئی ایسی حکایت بیان کرو جس سے اللہ تعالیٰ میرے غم کو کم فرمائے۔ شیخ ابوالقاسم بن روہیل نے کہا کہ مجھ سے ایک شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ قابل تعظیم اور بزرگ ہیں۔ میں ان سے ملاقات کے لیے گیا جو ساحل پر رہتے تھے۔ ان کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔ نہ انھوں نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ میں نے ان سے کچھ کہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا۔ کچھ لوگ جو اطراف و اکناف میں رہتے تھے آپ کے پاس جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کسی نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی۔ حضرت شیخ بھی اپنی جگہ آ بیٹھے اور میں بھی ان کی خدمت میں جا بیٹھا۔ پھر جب نماز کا وقت آیا تو اسی طرح لوگ آئے ہوئے۔ نماز پڑھی اور پھر منتشر ہو گئے۔ حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا تو پھر اسی طرح لوگ جمع ہوئے اور نماز پڑھ کر صلحاء کے حالات اور تذکرے بیان کرتے رہے۔ پھر مغرب کی نماز کے لیے اکٹھے ہوئے نماز ادا کی اور پھر منتشر ہو گئے۔ اسی طرح تین دن تک ہوتا رہا۔ میں نے شیخ سے استفسار نیت سے ایک سوال کرنے کی ٹھان لی اور عرض کیا اے شیخ! میں آپ سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہو۔ اور لوگ میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان کے تیور سے اندازہ لگایا کہ وہ مجھے اس حرکت سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ میں گھبرا گیا لیکن اس کے باوجود حضرت شیخ سے پوچھا۔ یا شیخ! مرید کو اپنا مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے؟ شیخ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ مجھ سے ناراض ہو جائیں میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہ سوال شیخ سے ضرور پوچھنا چاہیئے

اس خیال سے آگے بڑھا اور کہا یا شیخ! مرید کو کب اس بات کا علم ہوتا ہے کہ میں مرید ہوں؟ شیخ نے پہلے ہی کی طرح منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے پھر اپنا سوال دُہرایا۔ حضرت شیخ نے فرمایا ایسا سوال مت کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا میرا یہی مقصد ہے۔ شیخ نے فرمایا مرید کو مرید ہونے کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں چار صفات پیدا نہ ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطے لپیٹی جائے اور ساری زمین ایک قدم ہو جائے پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اس کی دعا رد نہ ہو جب یہ صفات مرید میں پیدا ہو جاتی ہیں تو مرید ارادت میں پہلا قدم رکھتا ہے اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک حد ارادت سے گر جاتا ہے۔ حضرت شیخ ابو العباس فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں چیخ اٹھا اور کہا تم نے ہمیں ارادت سے ناامید ہی کر دیا۔ اے ابو القاسم! میں اس شیخ کی عالی ہمتی سے حیران ہوں۔

حکایت حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی ایک مرتبہ کوہستان کی سیاحت فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بلند پہاڑ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کیے دھیان میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر تک آپ اس کے پاس کھڑے رہے۔ پھر اپنے قلب سے اس کے قلب کو توجہ دی۔ چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا۔ آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے آپ کو کھڑے دیکھا۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی کامل درویش ہیں اپنی جھولی سے ایک پتھر نکال کر حضرت کو دیا اور کہا۔ یہ پارس ہے اور اس پر لوہا لگنے سے لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے۔ حضرت اس پتھر کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے ایک گہرے غار میں پھینک دیا۔ یہ غار برساتی پانی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ فقیر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور بولا کہ اے شخص! میں نے تو یہ پتھر بڑی ریاضت اور عمل کے ساتھ حاصل کیا تھا اور تو نے اسے سنگِ بے مایہ سمجھ کر پھینک دیا۔ میں نے تو تیری بھلائی کے لیے یہ تجھے دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا جو چیز تو نے بخشی وہ میری ملک تھی اور میں نے

جو بہتر سمجھا وہ کیا۔ اب تجھے اس سے کیا غرض۔ مگر وہ فقیر مطمئن نہ ہوا اور بولا نہیں وہ پتھر تو مجھے واپس کر دے۔ ورنہ تیری رستگاری نہیں ہو گی۔ حضرت نے فرمایا میرے لیے ایسے پتھر پیدا کر دینا تو کوئی مشکل بات نہیں، ولی اللہ کی نگاہیں جس پتھر پر پڑ جاتی ہیں وہ پارس بن جاتا ہے۔ لیکن جوگی پھر بھی نہ مانا تو وہ اسے کر اس نالے پر پہنچے اور اس سے کہا کہ تو اس میں سے اپنا پتھر پہچان لے۔ جب جوگی پانی میں اترا تو اس نے اس طرح کے بیشمار پتھر پڑے ہوئے دیکھے اور اس کے لیے اپنا پتھر پہچاننا لینا مشکل ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ۔ جب اس نے لوہا لگایا تو وہ سونا بن گیا۔ اب وہ جس پتھر کو لوہا لگاتا سونا بن جاتا۔ بڑی تلاش کے بعد اسے اپنا پتھر مل گیا لیکن اتنے پتھر دیکھ کر لالچ نہ آیا اور اس نے چپکے سے ایک پتھر اور اٹھا لیا۔ حضرت نے نور باطن سے اسے دیکھ لیا اور فرمایا کہ تو نے ایک پتھر زیادہ کیوں لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہو گیا اور دونوں پتھر حضرت کے سامنے رکھ کر قدم بوس ہو گیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی معرفت کی کچھ نعمت عطا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نعمت بغیر اسلام کے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اسی وقت اسلام قبول کر کے حضرت کا مرید ہوا اور ان کی توجہ سے چند روز میں ولی کامل ہوا۔

حکایت حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ سیادت، کرامت اور ولایت میں شان عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی پالکی کندھے پر اٹھائے ہوئے جا رہے تھے۔ چونکہ آپ کے بال بہت بڑے بڑے تھے۔ پالکی اٹھاتے وقت پالکی کے ڈنڈے کے نیچے دب گئے۔ دور دراز کی مسافت طے کرنا تھی لیکن آپ خاموش رہے اگرچہ بیحد تکلیف محسوس کر رہے تھے مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت آپ اپنے گیسو پالکی کے ڈنڈے کے نیچے سے نہ نکال سکے اور اسی طرح تمام راستہ طے کر کے منزل پر پہنچے۔ جب اس بات کا حضرت شیخ کو علم ہوا تو ان کی عقیدت اور محبت صادق سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ

بیت ارشاد فرمائی ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شُد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شُد

درویش کی صفت پردہ پوشی ہے ایک شیخ تھے بڑے بزرگ، کوئی شخص ان کے پاس آیا۔ مرید ہوا۔ بیعت ہوا خرقہ پہنا جیسا کہ ان امور میں دستور چلا آتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اس بزرگ کو خبر پہنچی کہ وہ مرید بُرے کاموں میں پڑ گیا اور جس معصیت میں وہ پہلے مبتلا تھا اسی کی طرف لوٹ گیا ہے۔ بزرگ نے جب یہ بات سنی تو اس مرید کے گھر گئے اور اس سے کہا کہ آؤ اور میرے گھر میں آکر رہو۔ جو کچھ کرو میرے گھر میں کرو۔ اس لیے کہ درویشی جامع ہوتی ہے خوبیوں اور اچھائیوں کی۔ نیز درویش کی صفات میں سے ایک صفت پردہ پوشی ہے۔ چنانچہ جو کچھ تم میرے گھر میں کرو گے میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ مرید نے جب یہ سنا تو اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا اس نے تجدید بیعت کی اور پوری طرح تائب ہو گیا۔

حکایت ابو العباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں انھیں ایک قافلہ ملا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہوئے۔ قافلے میں تمام لوگ امیر کبیر اور مالدار تھے ان کے پاس قیمتی سازو سامان۔ اونٹ اور کھانے پینے کے لیے بے شمار سامان موجود تھا۔ حضرت ابو العباس بھی اس قافلے کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں ایک خستہ حال درویش بھی اس قافلے میں آملا۔ جب لوگوں نے اس کی خستہ حالت اور بے سروسامانی دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ نہ تو اس کے پاس سواری ہے اور نہ کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ پہننے کے لیے۔ یہ شخص کس طرح اتنا طویل سفر کر سکے گا۔ درویش نے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا اے لوگو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا کی نعمتوں کے تم ہی حقدار ہو اور میرے حصہ میں کچھ نہیں آیا۔ اہل قافلہ نے کہا کہ ہمیں تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ درویش نے کہا کہ تمھاری

آنکھوں پر دنیاداری کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ آؤ تمھیں دکھاؤں کہ میرے حال پر اللہ تعالٰے کتنا مہربان ہے۔ یہ کہہ کر درویش چل پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بیشمار اونٹ بہترین ساز و سامان سے آراستہ درویش کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں لیکن درویش ان کی طرف ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ یہ حال دیکھ کر اہل قافلہ دوڑ کر درویش کے تعاقب میں گئے لیکن درویش انھیں کہیں نظر نہیں آیا۔ اسی وقت تمام اہل قافلہ نے اپنا تمام مال و متاع راہ خدا میں لٹا دیا اور پیدل حج کے لیے چل پڑے۔ حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے تھوڑے سے عرصے میں تمام فاصلے طے کر لیا اور خانہ کعبہ پہنچے۔ وہ درویش خانہ کعبہ میں نظر آیا۔ سب نے اس درویش کے ہاتھوں پر بیعت کی اور درویشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت میاں میر باغ زین خان میں عبادت گزاری میں مشغول تھے کہ آپ نے قریب ہی ایک فاختہ کو نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ حق سرہٗ کا ورد کرتے ہوئے سنا۔ آپ کی طبیعت بہت شادکام ہوئی۔ ذکر حق سے بڑھ کر اور کیا شادمانی کا سبب ہو سکتا تھا۔ اتنے میں اچانک کہیں سے شکاری آگیا اور اس نے فاختہ کو تاک لیا اسی وقت اس نے غلہ سنبھالا اور گولی پھینکی۔ فاختہ مر گئی اور نیچے آ گری۔ شکاری نے جب فاختہ کو اٹھا کر دیکھا کہ وہ ذبح کرنے کے لائق نہیں رہی بلکہ مر چکی ہے تو اس نے اسے وہیں چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت نے اپنے خادم سے فاختہ کو اٹھا کر لانے کے لیے کہا۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور مردہ فاختہ لے آیا۔ جب حضرت نے فاختہ کو ہاتھ میں تھام کر اس پر دست شفقت پھیرا تو اسی وقت فاختہ نے آنکھیں کھول دیں اور اڑ گئی۔ وہ اڑ کر پھر اسی جگہ جا بیٹھی اور پھر حق سرہٗ کا خوش الحانی کے ساتھ ورد کرنے لگی۔ شکاری نے جب دوبارہ اس کی آواز سنی تو پھر غلہ اٹھائے اس درخت کے نیچے آ پہنچا اور غلہ سنبھال کر گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت نے اسے منع کیا کہ وہ فاختہ کو نہ مارے لیکن شکاری نے حکم کی تعمیل نہ کی اور غلہ سے گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں اس شدت کا درد اٹھا کہ وہ وہیں زمین پر

گر کر تڑپنے لگا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر فرمایا کہ لے بے درد! یہ درد تیری بے دردی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اسی لیے تجھے منع کیا تھا مگر تو باز نہ آیا۔ وہ شخص بہت سخت نادم ہوا۔ اور قدم بوس ہو کر معافی طلب کی اور استغفار سے توبہ کی۔ حضرت نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کا درد بالکل جاتا رہا۔ یہ فضل و کرامت دیکھ کر وہ شخص معتقد ہو گیا اور اسی وقت حضرت کے ہاتھوں پہ بیعت کی۔

حکایت

حضرت نظام الدین اولیاء کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار اقدس سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں دریا کے کنارے پر میر حسن علمائی سنجرول اپنے دوستوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھے، آپ کو دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جس سے ڈرنا ہے اس سے ڈر اور شرمندہ ہو تاکہ تمہارا ڈر اور شرم و حیا دائمی رہے، مجھ سے کس بات پہ ڈرتا ہے۔ وہ خداوند عالم ہے اور میں بندۂ حقیر پُر تقصیر۔ آپ کی باتوں کے اثر سے میر حسن نے توبہ بھی کر لی اور آپ کا مرید ہو کر سعادتِ دارین پہ فائز ہوا پھر ساری زندگی ریاضت اور عبادت میں مصروف رہا۔

حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کا طریقہ بیعت

بیعت لیتے وقت جناب ذکریا ملتانیؒ کا معمول تھا کہ وہ اپنے ارادتمند اور عقیدتمند مریدوں سے کہتے کہ دیکھو تم نے مجھ سے بیعت کی ہے تو بیعت کے معانی و مطالب بھی سمجھ لو۔ بیعت لفظ بیع سے نکلا ہے اس کا معنی ہے فروخت کرنا اور ایک مرید بیعت ہو کر اپنے آپ کو اپنے مرشد کے آگے فروخت کر دیتا ہے۔ اس لیے مرشد کے آگے "کیوں" یا "کیا" جیسے الفاظ قطعاً استعمال نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک باکمال مرشد کبھی ایسا حکم نہیں دیتا جس میں خدا کے احکام کی نفی اور خلاف ورزی ہوتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس کو مرشد مان لیا جائے پھر اس کو ہی اپنا سب کچھ سمجھو۔ دربدر بھٹکنے کا سلسلہ مت اختیار کرو۔ کیونکہ "یک در گیر محکم گیر" ایک دروازہ پکڑو اور مضبوطی سے پکڑو۔ اسی میں فلاح و بقا ہے۔

موقعہ بیعت پر نصیحت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے ایک طالب علم کو جب مرید کیا تو بیعت لیتے وقت اس کو نصیحت کی کہ جب کوئی حلقہ طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی آستین چھوٹی کرے، دامن اونچا رکھے اور سر منڈائے پھر مطالب بیان فرمائے کہ آستین چھوٹی رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔ دامن اونچا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ گویا اس نے اپنا پاؤں کاٹ ڈالا جن برائیوں کی طرف سے اس نے ہمیشہ کے لیے اپنا رخ پھیر لیا اور سر منڈوانے کی یہ علامت ہے کہ گو بارہ حق میں اس نے اپنا سر کاٹ ڈالا اور خلاف شریعت نہ چلنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے پابند ہو گیا آپ نے اس کو مزید نصیحت کی کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ارشاد فرمائی ہیں ان کی پیروی کرے اور جس چیز سے روکا گیا اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ طلب دنیا میں نیت بخیر ہو تو وہ فی الحقیقت طلب آخرت ہے۔

حکایت

ایک شخص حضرت سری سقطی کے پاس آیا اور بولا یہ فتح موصلیؒ تو ہیں۔ یہ کوئی مجنون اور مخبوط الحواس شخص معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ نے اس شخص کو جواب دیا کہ جس شخص نے دنیا چھوڑ دی اور اس پر دنیا کی ترغیب اور تحریص بے اثر رہی اس لیے تم اسے پاگل کہتے ہو۔ حالانکہ پاگل وہ لوگ ہیں جو دنیا کی چمک میں کھو کر سگ دنیا بن گئے ہیں۔

اس شخص نے پھر کہا کہ مگر فتح موصلیؒ کو اپنا ہوش نہیں ہے اس بے ہوشی کو دیوانگی تو نہیں کہا سکتا۔ حضرت سریؒ نے فرمایا کہ تم لوگ ہوش و حواس کسے کہتے ہو؟ جو لوگ دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں وہ اپنے ہوش و حواس میں کب ہیں جبکہ فتح موصلیؒ نے دنیا کو بھلا کر آخرت کو محبوب رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ زندگی عارضی ہے اور آخرت دائمی ہے۔

یہ باتیں سن کر اس شخص کو حضرت فتح موصلیؒ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور وہ آپ کی

خانقاہ واقع محلہ کرخ میں پہنچا اور آپ کو کڑکتی دھوپ میں بیٹھے ہوئے پایا مگر خانقاہ کے اندر جانے سے پہلے دروازے پر ہی رک گیا۔ آپ کو دور سے دیکھ کر ہی آپ کی بزرگی کا رعب اس کے دل پہ طاری ہو گیا۔ آپ کو کشف کے ذریعے اس شخص کی آمد کی خبر ہو گئی۔ آپ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ ہمارے دروازے پر ایک شرمسار شخص کھڑا ہے اس کو اندر لاؤ۔ اس شخص کو مرید خانقاہ کے اندر لائے تو وہ شخص حضرت فتح موصلی کے قدموں میں گر گیا اور اپنی ساری خطاؤں پر معذرت کی آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اپنے ارادتمندوں کے حلقہ میں شامل کر لیا۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت ابوسعید نیشاپور میں تھے۔ حکم فرمایا کہ گھوڑے تیار کریں بہت سے لوگ ہمراہ تھے۔ تھوڑی دور ایک دیہات تھا آپ نے اس کا نام پوچھا تو بتایا "در دوست" آپ وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ دوسرے دن لوگوں نے واپس چلنے کو عرض کیا تو فرمایا انسان بڑی مشکل سے در دوست پر پہنچتا ہے اب اس سے آگے ہم کہاں جائیں گے اس گاؤں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقف اور اخلاقی پستیوں کی دلدل میں پھنسے ہوتے تھے آپ کی برکت سے وہ سب آپ کے مرید ہو گئے۔ چالیس روز وہاں قیام فرمانے کے بعد آپ نیشاپور تشریف لے گئے۔

حکایت حضرت سید امیر علی ہمدانی اپنے مرشد عالم حضرت شیخ شرف الحق شرف الدین احمد یحییٰ منیری کا ذکر بڑے ہی جذب اور شیفتگی سے کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کے دوران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوران زیارت میں نے ان سے دریافت کیا۔ حضرت! سالک کی رسائی مقام صمدیت تک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ حضرت نے جواباً فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھیں آپ کے سامنے ہی کسی روز یہ عقدہ حل اور راز منکشف ہو جائے گا سید امیر علی چھ ماہ تک حضرت سید العارفین کی خدمت میں رہے آپ نے کچھ عرصہ بعد یہ محسوس کیا کہ آپ کی حاجت بشری بالکل ختم ہو گئی ہے۔ اور آپ پر وہ عقدہ کھل گیا ہے جس کی شکل آپ کے لیے باعث پریشانی تھی۔ آپ کو اس چیز نے حضرت سید العارفین کا اس قدر گرویدہ کر دیا کہ آپ

نے ان سے بیعت کی درخواست کی جو حضرت نے قبول فرمائی۔ پھر آپ کو نہ صرف شرف مریدی حاصل ہوا بلکہ آپ فیوض و برکات کے علاوہ خرقہ خلافت بھی عطا ہوا۔ آپ ایک مدت تک اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہے آپ نے یہاں بہت سے عجائبات و مشاہدات کیے۔ اور اپنی تربیت ہر لحاظ سے مکمل کی۔ آپ کو اپنے مرشد کی طرف سے حکم ملا کہ اب آپ نے جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کر لیا۔ آپ ہندوستان کے کونے کونے میں جائیں اور دین اسلام سے مخلوق خدا کے سینہ و دل روشن کریں۔

حکایت تلاش حق کی خاطر حضرت آدم بنوری کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ جس درویش کا چرچا سنتے اس کے پاس پہنچ جاتے اور اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن کچھ عرصہ میں ہی انھیں اس فقیر میں بھی کسی کمی کا احساس ہونے لگتا اور وہ کسی دوسرے فقیر کی طرف رجوع ہو جاتے۔ یہ روش مدتوں جاری رہی اور جب انھوں نے خود کو مایوس اور بیزاری میں گرفتار محسوس کیا تو انھیں کسی مرد کامل کی تلاش ہوئی۔ اب انھوں نے ہر کس و ناکس کے پاس جانے کی روش ترک کر دی۔ اس دوران ان کی ملاقات ایک گوشہ نشین بزرگ سے ہو گئی اس نے آدم کو پریشان اور مضطرب دیکھا تو پوچھا۔ خیریت تو ہے تم پریشان کیوں ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ بابا میں کوشش تو بہت کرتا ہوں مگر وہ حاصل نہیں ہوتا جس کی مجھے طلب ہے۔ گوشہ نشین فقیر نے جواب دیا۔ بابا میں تمھاری بابت بس اتنا جانتا ہوں کہ تمھاری بے چینی اور اضطراب کا علاج حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پاس ہے۔ ادھر ادھر بھٹکنے اور بھاگنے دوڑنے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

آدم نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں ان کی خدمت میں فوراً پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

درویش نے جواب دیا۔ ہاں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس عہد میں مجدد الف ثانیؒ سے افضل اس امت میں کوئی دوسرا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انھی کی وجہ سے تمھیں بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

آدم ایک لمحہ ضائع کیے بغیر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں روانہ ہوگئے ابھی یہ راستے ہی میں تھے کہ ان کی ملاقات حاجی خضر خان افغانی سے ہوگئی، یہ ان دنوں ملتان میں مقیم تھے۔ حاجی حضرت خان ملتانی نے کہا آدم! حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے کچھ عرصہ میرے پاس رہو تاکہ تم شیخ کی صحبت کے لائق ہو جاؤ۔ آدم نے انکساری سے عرض کیا، میں حاضر ہوں آپ جیسا فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔

یہ حاجی خضر خان افغانی کی خدمت میں رُک گئے اور مقاماتِ عالیہ سے مشرف ہوئے لیکن تشنگی بدستور قائم رہی۔ یہ ایسی پیاس تھی جو بجھتی ہی نہ تھی۔ ان کی تشنگی کا اندازہ حاجی خضر خان نے بھی لگالیا اور صاف صاف کہہ دیا آدم اب میں نے تمھیں اس لائق کر دیا ہے کہ تم حضرت مجدد الف ثانیؒ کی صحبت میں رہ سکو۔ اس لیے میں تمھیں اجازت دے رہا ہوں کہ تم حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں چلے جاؤ۔

آدم نے پوچھا کہ وہ مجھے کہاں ملیں گے؟

حاجی خضر خان نے جواب دیا کہ اجمیر میں۔ کیونکہ مجھے وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ آجکل وہ اجمیر میں تشریف فرما ہیں اور ان کے شائقین اجمیر پہنچ رہے ہیں۔

آپ سیدھے اجمیر پہنچے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملاقات کی۔ انھوں نے آدم سے نہایت شفقت اور محبت کا سلوک کیا اور ان پر خاص توجہ دی۔ دن کا کوئی وقت بھی ایسا نہ تھا جو حضرت مجدد الف ثانی کی توجہ سے خالی ہوتا اور کسی بھی رات کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس میں آدم کو بھلا دیا گیا ہوتا۔

جب آدم مجدد الف ثانی کی صحبت اور فیض سے سرشار ہو چکے تو حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے بیٹوں کے لیے کچھ تحائف دے کر سرہند روانہ کر دیا اور کہا میری یہ امانتیں تم سرہند میں میرے بیٹوں کے پاس لے جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک کہ میں خود نہ بلاؤں۔

آدم کے پاس تعمیل کے سوا لب کشائی تک کی ہمت نہیں تھی۔ ان دنوں اجمیر میں دریا خان

نامی ایک امیر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بڑی حاضریاں دے رہا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے دریا خان سے کہا۔ دریا خان! میں اپنے مرید کو سرہند روانہ کر رہا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ اس کو راہ میں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ تم اس کی مدد کرو۔

دریا خان نے بعد عجز و انکسار پوچھا آپ جیسا حکم فرمائیں میں اس کی تعمیل کو حاضر ہوں۔ مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ تم آدم کے ساتھ سو شہسواروں کا دستہ کر دو۔ اس دستے کا ہر سپاہی فنِ سپاہ گری میں ماہر ہونا چاہیے۔ دریا خان نے بے چون وچرا آپ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ ان ایک سو سواروں کی معیت میں آدم سرہند پہنچ گئے اور وہیں قیام فرمایا۔ پیر و مرشد کے ساتھ زادگان کو تحفے وغیرہ دے دیے اور پیر و مرشد کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ وہ ایک سو سپاہی جو آپ کے ساتھ آئے تھے آپ سے بیحد متاثر اور خوش تھے۔ آپ ہر روز مجلس منعقد کرتے گویا ان کے سینے سے دل نکلا پڑ رہا ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ان سو سواروں نے آدم سے درخواست کی کہ انھیں باقاعدہ مرید کر لیا جائے۔ آپ کو تامل ہوا اور فرمایا افسوس کہ میں اس وقت تک مرید نہیں کر سکتا جب تک کہ پیر و مرشد کی طرف سے اس کی واضح اجازت نہ مل جائے۔ افغان سوار خاموش ہو گئے لیکن چند دنوں بعد دریا خان بھی سرہند پہنچ گیا اس کے ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی بھی سرہند میں داخل ہوئے۔ آدم نے حسب دستور خود ہی ارشاد فرمایا آدم تم نہیں جانتا کہ میں نے تیرے ساتھ سو سوار کیوں روانہ کیے تھے۔ آدم نے جواب دیا کہ اگر مجھے اس کا علم بھی ہو تو میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پیر و مرشد کے کسی حکم پر اپنی طرف سے اظہار خیال میں بے تنائی کی جرأت کو میں گستاخی سمجھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ تیری صحبت میں جو بھی رہے اس پر تیری تجلی صحبت سایہ فگن ہو جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ دریا خان کے سو سوار تجھ سے اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ وہ تیری مریدی اختیار کرنے کے خواہشمند ہیں۔ آدم نے جواب دیا کہ آپ نے بجا ارشاد فرمایا مگر میں نے انھیں منع کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک آپ مجھے ان

کی اجازت نہ دے دیں میں یہ جرأت نہیں کرسکتا۔ مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا میں نے تجھے اجازت دی۔ اب تو اس سلسلے کو جاری کرسکتا ہے۔ میں نے تجھ کو اس لائق کر دیا ہے کہ تجھ سے رشد و ہدایت اور مریدی کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

چنانچہ دریا خان کے سو سوار اسی دن آپ سے بیعت ہو گئے۔ دریا خان نے جو یہ منظر دیکھا اور اپنے سواروں سے آدم کی تعریف و توصیف سُنی تو وہ بھی آدم کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو گیا۔ یہ آدم کی صوفیانہ زندگی کا پہلا موقع تھا کہ ایک وقت اور ایک ساتھ سو آدمیوں نے آپ سے بیعت کی اور بعد میں اس کے دوسرے ماتحتوں اور زیر دستوں نے آدم کی بیعت کر لی۔

ان دنوں افغانستان سے جو لوگ سرہند میں داخل ہوتے وہ دریا خان ہی کے پاس قیام کرتے تھے اور جب انھیں یہ معلوم ہوتا کہ دریا خان اور اس کے ساتھی اور خدمت گزار آدم سے بیعت ہیں تو آمدہ لوگ بھی آدم ہی سے بیعت ہو جاتے اسی طرح ان کے مریدوں کی تعداد میں دن دُونا رات چوگنا اضافہ ہونے لگا۔

باب ۴

اللہ کی عبادت

بارگاہ رب العزت میں انسان کا سب سے پسندیدہ عمل اس کی عبادت ہے۔ عبادت کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی پوجا اور حمد و ثنا ہے مگر اس کا بنیادی فائدہ خود انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان میں اچھے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جو انسان کامل بننے کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں بجا بجا عبادت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

ترغیب عبادت

ایک رب کی عبادت کے متعلق خود ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

(پ ۱، البقرہ ۲۱)

انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس لیے انسان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا اور اس کا فائدہ انسان کو یہ ہوگا کہ وہ متقی بن جائے گا۔

مزید فرمایا:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔ (پ ۵، النساء ۳۶)

بلکہ خدا کی عبادت انسان پر فرض مطلق ہے اس لیے اللہ کا دوست صرف وہی بن سکتا ہے جو صرف اللہ ہی کی عبادت کرے اور اس عبادت کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝

اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز کا خالق ہے پس اس کی عبادت کرو وہ ہر چیز کا کارسانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اس نے ماں کے پیٹ سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک پرورش کا ذمہ لے رکھا ہے۔ زندگی کے تمام اسباب کا کارساز ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے پھر اسی کا ہم پر حق بنتا ہے کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں کیونکہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں واضح فرمایا ہے کہ:

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝

بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش معلّٰی پر جلوہ افروز ہو گیا۔ ہر امر اس کے ہاتھ میں ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ بھلا تم اس پر غور کیوں نہیں کرتے۔

(پ ۱۱، یونس ۳)

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ عرش بنایا اور پھر اسی عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ ساری کائنات کا ہر کام اسی کے پاس ہے۔ جو اللہ اتنی عظیم شان کا مالک ہے، تو پھر اسی ہی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اہلِ عقل کے لیے ان تمام باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

ایک اور مقام پر پروردگار عالم نے عبادت کا یوں حکم دیا ہے کہ :-

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝

پس حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ، اپنے رب کی یقین کی حد تک عبادت کرو۔ (پ ۱۴، حجر ۹۸، ۹۹)

اس آیت میں عین الیقین کی حد تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کثرت عبادت کی وجہ سے عین الیقین حاصل ہوتا ہے۔ صاحب ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبادت انسان پر اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ اس میں عقل باقی رہے۔

مزید فرمایا :-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

ہم نے ہر قوم میں رسول مبعوث فرمایا تاکہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔ (پ ۱۴، نحل ۳۶)

شرک کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے۔ سب نے اپنا فرض ادا کیا اور اللہ کا پیغام حق پہنچایا۔ ہر ایک نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو اس کے سوا دوسروں کو نہ پوجو۔ یہی پیغام ہمارے لیے ہے کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا رب ہے پس اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (پ ۱۶، مریم ۳۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور بندے تھے انھوں نے بھی یہی دعوت دی کہ میرا اور تمھارا پروردگار اللہ ہے اس لیے اس کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

اللہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ اسی کی عبادت

لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ پر کار بند رہ۔ کیا اس کے نام کا دوسرا جاننے
(پ ۱۶، مریم ۶۵)

پھر پہلے والی باتوں کا اعادہ کر کے یعنی زمین و آسمان کا رب وہی ہے تو پھر اسی کی عبا
کی ترغیب دی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے رب کی عبادت کرو کیونکہ بندگی کے سوا
میں کچھ بھی نہیں۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں
پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے
قائم کرو۔ (پ ۱۶، طٰہٰ ۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی طویٰ میں پہنچے تو اللہ نے انھیں تاکید فرمائی کہ بیشک
میں ہی اللہ ہوں میرے لیے عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نمازیں قائم کرو یعنی میری یاد کا بہ
طریقہ نماز ہی ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ عبادت کا اصل مستحق اللہ ہی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف
وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی
عبادت کرتے رہو۔ (پ ۱۷، انبیاء ۲۵)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اللہ نے ان
بارے میں بتایا ہے کہ ان لوگوں کے پاس بھی ہم نے اپنی یہی صداقت بھیجی تھی اور انھیں حکم دیا
گیا تھا کہ ایک خدا کی عبادت کرو لہٰذا تم بھی سب ایک خدا کی عبادت کرو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ اے میرے بندو جو اہل ایمان ہو۔ بیشک میری
فراخ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔ (پ ۲۰،
عنکبوت ۵۶)

اللہ کی زمین بہت وسیع ہے جہاں بھی اس پر ایمان رکھنے والے آباد ہیں ان سب کے

یہ حکم ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○

بیشک یہ امت امتِ واحدہ ہے اور میں تمھارا رب ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔

(پ ۱۷، انبیاء ۹۲)

سب انسانوں کے لیے ایک ہی دین ہے وہ ہے دین اسلام اور اس پر چلنے والے سب امت واحدہ ہیں ان سب کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

فضائلِ عبادت

جنت میں حضورؐ کی رفاقت

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحابِ صُفّہ میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارتا اور آپ کے وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات لاتا (ایک روز) آپؐ نے فرمایا مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کیا کہ جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اس کے علاوہ بھی خواہش ہے میں نے عرض کیا، صرف یہی خواہش ہے۔ آپؐ نے فرمایا کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔ (مسلم شریف)

رمضان المبارک میں کثرتِ عبادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں رات کو بیدار رہتے اہل خانہ کو بھی جگاتے خوب کوشش فرماتے اور عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ (بخاری و مسلم)

نفلی عبادت

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپؐ نے سورہ بقرہ شروع

فرمائی۔ میں نے سوچا کہ سو آیات پر رکوع کریں گے لیکن آپ پڑھتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ پوری سورت پڑھ کر رکوع میں جائیں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا اب رکوع میں جائیں گے لیکن آپ نے سورۂ نساء شروع کر دی اسے پڑھا۔ پھر سورۂ آلِ عمران شروع کی اسے بھی پڑھا۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے جا رہے تھے۔ جب آیت تسبیح پڑھتے "سبحان اللہ" کہتے۔ جب آیتِ سوال پڑھتے تو سوال کرتے۔ تعوذ کی آیت پڑھتے تو پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور "سبحان ربی العظیم" کہتے رہے۔ رکوع، قیام کی مناسبت سے تھا۔ پھر "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" کہہ کر کھڑے ہوئے اور کافی دیر تقریباً رکوع کے برابر قومہ میں کھڑے رہے۔ پھر سجدہ میں چلے گئے اور "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھا۔ آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام جتنا تھا۔ (مسلم)

مسجد میں عبادت کا صلہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح و شام مسجد کی طرف جائے اللہ تعالیٰ ہر صبح و شام اس کے لیے جنت کی مہمانی تیار فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضورؐ کی عبادت

حضرت مغیرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں قیام کیا یہاں تک کہ آپ کے پیروں پر ورم آ گیا تو آپ سے لوگوں نے کہا حضورؐ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے لیے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں تو سرکار نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

عبادت کرنے والے بہترین لوگ ہیں

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بہترین لوگوں میں سے قرآن کے اٹھانے والے (حفاظ یا قرآن پر عمل کرنے والے) اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

عبادت سے مدد حاصل کرو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک دین اسلام آسان ہے اور کوئی دین میں سختی نہیں کرتا مگر دین اس پر غالب حاصل کرتا ہے لہذا اعتدال اختیار کرو طاقت اور قوت کے مطابق عمل کرو اور خوش رہو (البتہ) صبح شام اور رات کے آخر حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری)

کلماتِ طیبات

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہؓ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آرہے تھے اور حضرت صفیہؓ حضورؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھی تھیں۔ راستہ چلتے ہوئے ایک جگہ اونٹنی کا پیر پھسل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ مطہرہؓ دونوں گر پڑے۔ حضرت ابوطلحہؓ میرے خیال میں اپنے اونٹ کے اوپر سے کود پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یانبی اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ فرمایا کہ نہیں لیکن عورت کو سنبھالو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے چہرے پر کپڑا ڈال لیا اور ام المومنینؓ کی طرف بڑھے۔ پھر ان کے اوپر ان کا کپڑا ڈال دیا تو وہ کھڑی ہو گئیں۔ پھر ان کے کجاوے کو درست کر دیا تو دونوں سوار ہو گئے اور روانہ ہو گئے۔ یہاں تک مدینہ منورہ کے قریب جا پہنچے یا یوں فرمایا کہ مدینہ منورہ نظر آنے لگا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے۔ ہم واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں آپ برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔ (بخاری)

عبادت میں اعتدال ضروری ہے

ابو سلمہ بن عبدالرحمنؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق کیا یہ پتہ نہیں لگا کہ تم ہمیشہ راتوں کو قیام کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ میں عرض گزار ہوا کیوں نہیں۔ فرمایا

کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ راتوں کو قیام کیا کرو اور سو یا بھی کرو۔ روزے رکھو اور چھوڑا بھی کرو کیونکہ تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ قریب ہے کہ تم لمبی عمر کو پہنچو لہذا تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ چونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے لہذا یہ تمھارے ہمیشہ کے روزے ہو جائیں گے۔ ان کا بیان ہے کہ میں سخت عبادت کا عادی ہو چکا تھا اس لیے عرض گزار ہوا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اس پر بھی زیادتی چاہی اور عرض گزار ہوا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا تو اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ کے روزے رکھ لیا کرو۔ میں عرض گزار ہوا کہ اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ کے روزے کیسے ہیں؟ فرمایا کہ ایک روزہ رکھنا دوسرے روز نہ رکھنا یوں نصفا نصف۔ (بخاری)

خلوص کے ساتھ عبادت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز کے ساتھ یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لیے ہے ملک اور وہی سزاوار حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں ہے گناہوں سے بازگشت اور قوت عبادت مگر اللہ کی طرف سے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہیں عبادت کرتے ہم مگر اسی کی۔ اسی کے واسطے نعمتیں ہیں اور اس کے لیے ملک ہے اور وہ بہترین تعریف کے قابل ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرنے والے ہیں اگرچہ کافر اس کو برا کیوں نہ جانیں۔ (مسلم)

اللہ کو پکارنا عبادت ہے

ابو عثمان نہدی کا بیان ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے لہذا جب ہم کسی اونچی جگہ پر چڑھتے یا کسی وادی میں نیچے اترتے تو بلند آواز سے

تکبیر کہنے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب ہوئے اور فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر ترس کھاؤ۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ اسے پکارتے ہو جو سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ بن قیس کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے اور وہ ہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" (نہیں ہے طاقت اور قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ)۔ (بخاری)

اللہ کی عبادت کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اعرابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل تعلیم فرمائیں جس پر عمل کرکے میں جنت میں جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ فرض نمازوں کو ادا کر اور مقرر زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ یہ سن کر اس دیہاتی نے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس میں نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ یہ کہہ کر جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (مسلم شریف)

اسلامی عبادات

طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک نجدی پریشان حال ژولیدہ بال بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا وہ اس طرح گنگنا رہا تھا کہ آواز تو سنی جا رہی تھی لیکن ایک لفظ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور اسلام کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب دن رات میں پانچ نمازیں (ادا کرنا ہیں) سائل نے دریافت کیا ان کے علاوہ مجھ پر کچھ اور بھی ہے؟ سرکار نے فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ تو نوافل ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ سائل نے کہا کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور بھی روزے رکھنے ہیں؟ سرکار نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفلی روزے رکھے۔ اس کے بعد سرکار نے زکوٰۃ کا

ذکر فرمایا تو سائل نے معلوم کیا کہ اس کے علاوہ اور نقلی چیزیں کرنا ہے؟ سرکار نے فرمایا، اگر تو چاہے تو صدقہ کر۔ یہ سن کر وہ واپس ہوا اور یہ کہتا جا رہا تھا کہ خدا کی قسم نہ میں اس میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ صادق القول ہے تو فلاح پائے گا۔ (بخاری شریف)

اللہ کا بندوں پر حق

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دراز گوش پر سواری کا شرف ملا اس وقت میرے اور آپ کے درمیان صرف زین کی لکڑی تھی۔ رحمت دو عالم نے مجھ سے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے کونسے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ تب سرکار نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا حق رب تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے اس کو مبتلائے عذاب نہ فرمائے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا میں یہ خوشخبری دوسروں کو نہ پہنچا دوں؟ سرکار نے فرمایا کہ یہ بات دوسروں کو نہ بتانا کیونکہ وہ بھروسا کر بیٹھیں گے (عمل ترک کر دیں گے) (متفق علیہ)

آخری دم تک رب کی عبادت کرو

جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں شامل ہو جاؤں بلکہ میری طرف یہ وحی فرمائی گئی ہے کہ اپنے رب کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور آخری دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔ (شرح السنۃ)

دو آدمیوں کا قصہ

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ ان میں سے

ایک جہاد میں شہید کر دیے گئے اور اس کے قریباً ایک ہفتہ بعد دوسرے کا بھی انتقال ہو گیا لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ عرض گزار ہوئے کہ ہم نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اس کی مغفرت کرے اس پر رحم فرمائے اور اسے اس کے ساتھی سے ملائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کی نماز کے بعد اس کی نمازیں اور اُس کے اعمال کے بعد اس کے اعمال کہاں گئے؟ یا یہ بھی فرمایا کہ اُس کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے جن میں زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر دوری ہے۔

(ابوداؤد، نسائی)

کثرتِ سجود کا صلہ

حضرت ثوبانؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ کثرتِ سجود اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو سجدہ بھی کرو گے وہ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور تم سے ایک خطا دور کرے گا۔ (مسلم)

قُربِ قیامت کے لوگ

محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھا تھا تو حضرت مصعب بن عمیرؓ آتے ہوئے دکھائی دیے جن کے اوپر صرف پیوندوں والی چادر تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو رونے لگے کہ ایسے ناز و نعمت کا دلدادہ آج کس حالت میں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم ایک جوڑا صبح کو پہنو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہنو گے۔ اس کے سامنے ایک تھالی رکھی جائے گی اور دوسری اٹھالی جائے گی گھروں کو یوں کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو۔ لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہؐ! کیا ہم ان دنوں آج کل سے اچھے ہوں گے کہ عبادت کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت سے بچ جائیں گے۔؟ فرمایا نہیں آج تم اس روز سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

نفلی نماز میں طویل قیام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔ آپ نے ایک طویل قیام کیا یہاں تک کہ میرے دل میں ایک سوچ پیدا ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ تمھارے دل میں کیا سوچ پیدا ہوئی؟ میں نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں آپؐ کو اکیلا چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔ (بخاری)

عبادت کے لیے اللہ سے توفیق مانگو حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو رات میں عبادت کے لیے بیدار ہوا، اور اس نے کہا خداوندا تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لیے ملک اور حمد ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے خداوندا تو پاک ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بڑا ہے اور عبادت کی قوت اور گناہ سے واپسی اللہ کی مدد پر منحصر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد کہتے، خداوندا میری مغفرت فرما۔ راوی کہتے ہیں یا سرکارؐ نے یہ فرمایا کہ پھر بارگاہِ الٰہی میں دعا کرے جس کو قبول کیا جائے گا پھر اگر وضو کرکے نماز پڑھے تو اس کی نماز کو قبول کیا جائے گا۔ (بخاری)

چند نیک اعمال حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمٰن کی عبادت کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلامتی کرو یا سلام کرو اور جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

فرمودات صحابہ کرامؓ

عبادت کے لائق صرف اللہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں

کہ خدا لاشریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ یقیناً زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔

اللہ کی عبادت کے بارے میں آپ کا ایک اور قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سستی عام لوگوں کے لیے بدترین عالموں اور طالب علموں کے لیے بدترین ہے۔

عبادت کی حقیقت عبادت کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے۔ دکان اس کی خلوت، راس المال اس کا تقویٰ اور نفع اس کا جنت ہے۔ خدا مخلوق پر سے کبھی کوئی مصیبت اور برائی نہیں ہٹاتا جب تک کہ مخلوق عبادت کی طرف نہ جھک جائے۔

حضرت عمرؓ کا قول ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ مگر اللہ کا کرم ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اس کی عبادت کرتا ہوں مزید فرمایا کہ کم سونا عبادت ہے۔

معبودِ برحق کا حق حضرت عثمان غنی رضؓ کا قول ہے کہ اگر تم معبودِ حقیقی کی پرستش اور عبادت کرنا نہیں چاہتے تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کا استعمال بھی نہ کرو۔ مزید فرمایا کہ ایک پرہیزگار عابد، شیطان پر حاوی ہوتا ہے۔

نفع بخش حضرت علی رضؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو سمجھ دار لوگوں کے لیے نفع بخش بنایا ہے۔ عاجز و کمزور اس میں سستی کرتے ہیں۔

فلسفۂ عبادت ایک مرتبہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ جو لوگ شوق میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت تاجرانہ ہے۔ جو خوف میں عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت غلامانہ ہے۔ اور جو شکرِ نعمت کے طور پر عبادت کرتے ہیں، ان کی عبادت آزادانہ ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان
حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ خیرات افضل ترین عبادت ہے
نیز فرمایا کہ صدق یعنی یقین کے ساتھ سونا اس غفلت کی عبادت سے
بہتر ہے جو شک کے ساتھ کی جائے۔

عبادت میں اخلاص پیدا کرو
حضرت علیؓ کا قول ہے کہ بہت سے روزہ دار
ایسے ہیں جنھیں روزے سے صرف بھوک اور
پیاس ملتی ہے اور بہت سے راتوں کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں جن کے کھڑے رہنے
سے جاگنے اور زحمت کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ سمجھ داروں کی نیند اور بیداری کا کیا کہنا۔

اسرارِ عبادت

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ہے کہ خدا کی عبادت بغیر توبہ کیے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ
خدا تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا یعنی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ۔ پس خدا کی عبادت یہ
ہے کہ اس کے بالمقابل جملہ اشیاء فراموش کر دینی چاہئیں۔ کیونکہ ایک بندۂ خدا کے لیے
اس کا خداوند کریم جملہ اشیاء کا بدلہ ہے پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ یعنی میں اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہوں خاص کر لیتا ہوں۔

حضرت بشر حافی کا قول ہے کہ جو شخص آزادی کا مزا حاصل کرنا چاہے، اس کو کہہ دو
کہ اپنے آپ کو پاک رکھے یعنی خدا کی عبادت کیا کرے۔ جو شخص سچے دل سے خدا کی عبادت میں
مصروف ہو جائے گا اسے خود بخود خلق سے وحشت ہو جائے گی۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا ہے کہ بندہ وہی ہے جو دوسروں کی بندگی یعنی خوشامد،
توقع، امید وغیرہ سے آزاد ہو جائے اور خدا کی بندگی کو ہر ایک چیز پر مقدم جانے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ خدا کی پہلی عبادت عالم تنہائی ہے پھر طلب علم،
پھر علم پر عمل پھر اس کی اشاعت۔

حضرت صالح کا قول ہے کہ جو کسی کے دروازہ پر دستک دیتا رہے گا۔ آخر کبھی وہ کھل ہی جائے گا۔ یعنی خدا کی عبادت میں خدا کے سامنے جانے سے مدعائے دل حاصل ہو ہی جائے گا۔

ابوالحسن شاذلی نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا جو عبادت و ریاضت میں یکتا تھا۔ مگر اپنے بچوں سے بڑی سرد مہری سے پیش آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے کہا اے عجیب و غریب آدمی! تو اپنی عبادت کیوں ضائع کر رہا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت! میں عبادت کیسے ضائع کر رہا ہوں؟ تو اس پر آپ نے فرمایا تو بچوں سے متنفر ہے جبکہ صحیح اولیاء کی صفات بچوں میں ہوتی ہیں کیونکہ وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں آپ نے اس کو بتایا کہ جس درویش میں مندرجہ ذیل چار صفات نہ ہوں اس کی عبادت و ریاضت بیکار ہوتی ہے (۱) چھوٹوں سے محبت کرنا (۲) بڑوں کی خدمت کرنا (۳) اپنے نفس سے انصاف چاہنا (۴) کسی سے خوشامد نہ چاہنا۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور کامل ولی بنا۔

ایک بزرگ تباجی کا قول ہے کہ تین چیزیں عبادت کی اصل ہیں (۱) یہ کہ تو اللہ کے کسی ایک حکم کو بھی رد نہ کرے (۲) اور نہ کوئی چیز اس سے بچا کر رکھے (۳) اور نہ ہی خدا یہ سنے کہ تو اپنی حاجت غیر اللہ سے مانگ رہا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ بندے کی عبادت گزاری اس وقت درست ہو سکتی ہے جب اس کی حالت ایسی ہو کہ اگر وہ مفلس ہو جائے تو ذلت کے آثار اس پر نہ پائے جائیں اور اگر مالدار ہو جائے تب بھی دولت کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مشاہدہ عبودیت ہے۔

حضرت نصر آبادی کا ارشاد ہے کہ عبادت گزاری کی قدر و منزلت معبود کی بدولت ہوتی ہے۔ جس طرح عارف کے لیے شرف اسی چیز کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس کے

عرفان کا تعلق ہو۔

آپ ہی کا قول ہے عبادات بہ نسبت اس کے کہ ہم ان کا معاوضہ اور جزا طلب کریں اللہ سے اپنے گناہوں کو درگذر کرانے اور اپنی کوتاہیوں سے معافی چاہنے کے زیادہ قریب ہیں اور عبادت یہ ہے کہ معبود کا مشاہدہ کرتے ہوئے تو اپنی عبادت گزاری کی طرف نہ دیکھے

حضرت ابوبکر شبلی نے فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لیے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے۔

حضرت سید علی ہجویری کا قول ہے کہ جب نفس فانی ہو جائے تو کھانا پینا عبادت ہو جاتا ہے۔

حضرت سید علی ہجویری کا قول ہے جو اللہ کی عبادت ذاتی غرض سے کرتا ہے۔ وہ اپنی پرستش کرتا ہے وہ ہرگز اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا ہے کہ جو وقت تیرے پاس موجود ہے اس میں ذکر و عبادت کے اندر کامل محویت و یکسوئی سے مشغول رہ اور غیر اللہ کی جانب اس قدر رغبت اور توجہ نہ کر کہ شرک کا گمان ہو۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی عبادت ایسی یکسوئی اور محویت و انابت سے کر کہ تو اس کی ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور اگر تو جذب اور محویت کا یہ رتبہ نہ پا سکے تو کم از کم یہ یقین ضرور رکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے لہٰذا آداب و عبادات میں تجھ سے کوئی نقص صادر نہ ہو (یہ ارشاد بحوالہ حدیث ہے)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی کا ارشاد ہے کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار کا قول ہے کہ عبادت و ریاضت کا مقصد یہ ہے کہ جسمانی

تعلقات کی پورے طور پر نفی ہو اور عالم الارواح اور عالم حقیقت کی طرف پوری توجہ ہو جائے۔

حضرت سید کبیر احمد رفاعی کا قول ہے کہ سچی عبادت یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک کے سامنے سر نیاز جھکا دے۔

حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی رح کا قول ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہ کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال و اقوال درست کرے اور اعمال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے سوا نہ وہ کوئی بات کہے اور نہ کوئی کام انجام دے۔ ہر قول اور فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق مانگے۔ (اخبار الاخیار)

عبادت، عبودیت اور عبودت

حضرت ابو علی دقاق رح کا کہنا ہے کہ عبادت کے تین درجات ہیں۔ عبادت، عبودیت اور عبودت۔ پہلے عبادت آتی ہے پھر عبودیت اور پھر عبودت۔

عبادت عام مومنین کا کام ہے۔ عبودیت خواص کا اور عبودت خاص الخاص کا۔ عبودیت عبادت سے زیادہ کامل ہے۔ عبادت علم الیقین والوں کے لیے۔ عبودیت عین الیقین والوں کے لیے اور عبودت حق الیقین والوں کے لیے ہے۔

ایسے ہی عبادت مجاہدہ کرنے والوں کے لیے ہے اور ارباب مکابدہ کے لیے عبودیت اور عبودت اہل مشاہدہ کا خاصا ہے لہذا جس نے اپنے نفس کو اللہ سے دور نہیں رکھا۔ وہ صاحب عبادت ہے اور جس نے اپنے دل کے ساتھ اللہ پہ بخل نہیں کیا وہ صاحب عبودیت ہے اور جس نے اپنے روح کے ساتھ اللہ کے معاملہ میں بخل نہیں کیا وہ صاحب عبودت ہے۔

اللہ کی عبادت پر کامل طور پر پابند رہنا اور جو عبادت تم سے صادر ہوا سے با وجود کامل ہونے کے ناقص سمجھتے رہنا اور جو نیک اعمال تم کرو انھیں تقدیر الٰہی جاننا عبودیت کہلاتا ہے

جو تقدیر بھی معرضِ وجود میں آئے اس میں اختیار کو ترک کر دینا عبودیت ہے۔ ایسے ہی اپنی طاقت اور قوت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور اللہ تعالیٰ جو مال و دولت اور انعامات تم پر کرے ان کا اقرار کرنا عبودیت کہلاتا ہے اسی طرح جن امور کے کرنے کا انھیں حکم دیا گیا ہے ان کو گلے لگانا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان کو چھوڑ دینا عبودیت ہے۔

آپ کا کہنا ہے کہ جس طرح ربوبیّت اللہ کی ایک ایسی صفت ہے جو اس سے کبھی جُدا نہیں ہوتی ہے اسی طرح عبودیت بندے کی ایسی صفت ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی کا قول ہے کہ جس کی غلامی اور قید میں تو پھنسا ہو، تُو اسی کا بندہ ہے اور اگر تُو دنیا کی قید میں ہے تو تُو دنیا کا بندہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں درہموں کا بندہ ہلاک ہوا، دیناروں کا بندہ ہلاک ہوا۔ چادر کا بندہ ہلاک ہوا۔

آپ نے عبودیت کے بارے میں مزید فرمایا ہے کہ عبودیت سے بڑھ کر کسی اور چیز میں شرف نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مومن کے لیے عبودیت سے بڑھ کر کوئی اور نام زیادہ مکمل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں معراج کی رات یہ الفاظ کہے اور معراج کا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دنیا میں اشرف ترین وقت تھا۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ کا قول ہے کہ جب تک انسان کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ ان چار چیزوں یعنی بھوک، ننگا رہنا، فقر اور ذلت سے کوئی گھبراہٹ نہ ہو تب تک اس کی عبودیت بھی صحیح نہیں ہوتی۔

نیز کہتے ہیں کہ عبودیت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ کے سپرد کر دے اور اپنا بوجھ اسی پر ڈال دے۔ نیز کہتے ہیں کہ عبودیت کی ایک علامت یہ ہے کہ تو تدبیر کو چھوڑ دے اور تقدیر کا مشاہدہ کرے۔

حضرت ابو عمرو بن نجیدؒ کا قول ہے کہ کسی انسان کا عبودیت میں قدم اسی وقت پاک ہو

معاف ہو سکتا ہے جب وہ اپنے اعمال کو ریا اور اپنے احوال کو محض دعویٰ خیال کرے۔

حضرت عبداللہ بن منازل نے فرمایا ہے کہ بندہ اس وقت تک بندہ ہے جب وہ اپنی ذات کے لیے خادم کی تلاش نہ کرے۔ اور جب اس نے اپنی ذات کے لیے خادم تلاش کیا تو عبودیت کی حد سے گزر گیا اور اس نے عبودیت کے آداب ترک کر دیے۔

حضرت ابوحفص فرماتے ہیں کہ عبودیت بندے کے لیے زینت ہے لہذا جس نے عبودیت ترک کر دی وہ زینت سے عاری ہو گیا۔

حضرت ابن عطاؒ کا ارشاد ہے کہ چار باتوں میں عبودیت پائی جاتی ہے (۱) وعدہ پورا کرنا (۲) حدود اللہ کی نگہداشت کرنا (۳) جو اپنے پاس موجود ہو اس پر راضی رہنا (۴) اور جو کچھ حاصل نہ ہو اس پر صبر کرنا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔ عبودیت یہ ہے کہ تو ہر حال میں اس کا بندہ بنا رہے جس طرح ہر حالت میں وہ تمہارا رب ہے۔

کسی نے محمد بن خفیف سے پوچھا صحیح عبودیت کیا ہے؟ فرمایا جب تو اپنا بوجھ اپنے آقا (خدا) پر ڈال دے اور اس کی لائی ہوئی مصیبتوں پہ صبر کرے۔

حضرت ابوعلی جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ رضا عبودیت کا خانہ ہے اور صبر اس کا دروازہ اور تفویض گھر۔ آواز دروازہ پر ہوتی ہے۔ خانہ میں فراغت اور گھر میں راحت۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر تو نے دو چیزوں کو ترک کر دیا تو عبودیت کا حق ادا کر دیا۔ ایک یہ کہ تو اللہ کے سوا کسی لذت سے سکون محسوس نہ کرے اور دوسرے یہ کہ اپنی کسی حرکت پر اعتماد نہ کرے۔

بعینہٖ اسی قسم کا قول واسطی کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عطیوں سے لذت محسوس کرنے سے بچو۔ کیونکہ اہلِ صفا کے لیے یہ لذت سدِ راہ بن جاتی ہے۔

اولیاء کا کمالِ عبادت

حضرت امام ابو حنیفہ تین سو نفلیں ہر شب میں پڑھا کرتے تھے اور ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص رات میں پانچسو نفلیں پڑھتا ہے اور آپ نے ان کی گفتگو سن لی۔ پھر اسی رات سے پانچ سو نفلیں پڑھنا شروع کر دیں پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفلیں رات میں پڑھتے ہیں چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفلوں کو اپنا معمول بنا لیا۔ پھر آپ کے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ رات بھر بیدار رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آج سے یقیناً پوری رات بیدار رہا کروں گا اور جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "بعض بندے اپنی ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے"۔ اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور اس دن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت مالک رح کا قول

حضرت مالک بن دینار رح کا کہنا ہے کہ جب آپ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قرأت کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے کہ اگر یہ آیت قرآن کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رح کا معمول

ماہِ رمضان میں آپ جنگل سے گھاس لا کر فروخت کیا کرتے تھے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو خیرات کر کے پوری شب مصروفِ عبادت رہتے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو نیند نہیں آتی؛ فرمایا کہ جس کی آنکھوں سے ہمہ وقت سیلابِ اشک رواں ہو اس کو بھلا نیند

کیونکر آسکتی ہے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ فراغتِ نماز کے بعد اپنا چہرہ چھپا کر فرماتے کہ مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نماز کو منہ پر نہ مار دے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک شب آپ عبادت خانہ کی چھت پر پہنچے اور دیوار پکڑ کر پوری رات ساکت کھڑے رہے جس کی وجہ سے آپ کو پیشاب میں خون آگیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ آج میں خدا کی عبادت نہیں کرسکا۔ دوم یہ کہ ایام طفولیت میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں چیزوں سے ایسا خوفزدہ تھا کہ میرا قلب خون ہوگیا اور وہ خون پیشاب کے راستے سے نکلا۔

عبادت میں خدا کی پہچان جس وقت حضرت بایزید بسطامی صفاتِ خداوندی بیان فرماتے تو اپنی اصلی حالت میں رہتے لیکن جب ذاتِ خداوندی موضوعِ گفتگو ہوتی تو بے خودی کے عالم میں یہ کہتے رہتے کہ میں سر کے بل سے آرہا ہوں اللہ مجھ سے بہت نزدیک ہے۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے کہا کہ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ جو خدا کو جانتے ہوئے بھی عبادت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بندے پر حیرت ہوتی ہے جو خدا کو پہچاننے کے بعد عبادت کرتا ہے۔ یعنی یہ حیرت ہے کہ خدا کو پہچاننے کے بعد ہوش میں کیسے رہتا ہے۔

کمالِ پابندی حضرت عمرو بن دینارؒ نماز با جماعت کے اس قدر پابند تھے کہ بڑھاپے میں جبکہ انتہائی ضعف و نقاہت کی وجہ سے چلنے پھرنے سے عاری ہوگئے تھے، گدھے پر سوار ہو کر مسجد میں جاتے تھے۔ جو ان کے مکان سے کافی فاصلے پر تھی پھر گدھے پر بھی خود سوار نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کا کوئی خادم یا شاگرد سوار کرتا تھا ان کے شاگرد سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ عمرو بن دینار کسی عالت میں بھی مسجد میں جانا ترک نہیں کرتے تھے۔ جب میں کمسن تھا تو ہم ان کو گدھے پر سوار کر کے مسجد میں لے جاتے تھے۔ جب میں بڑا

ہوگیا تو ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر مسجد میں لے جاتا تھا۔

حکایت حضرت سفیان ثوریؒ جس وقت بصرہ میں بیمار پڑے تو حاکم بصرہ نے آپ کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور جب لوگ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو آپ کو مویشیوں کے باندھنے کی جگہ پایا اور اس وقت آپ درد شکم اور پیچش کی وجہ سے شدید اضطراب میں تھے لیکن ایسی حالت میں بھی ذکرِ الٰہی سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے اور اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ آپ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ پاخانے گئے اور ہر مرتبہ وضو کرکے نماز میں مشغول ہوجاتے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں تو فرمایا کہ میں اس لیے باوضو مرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے سامنے نجس حالت میں نہ پہنچوں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کی عبادت حضرت امام جعفر صادقؒ کی عبادت وریاضت خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسی لیے حضرت کو اس میں وہ کیف و سرور ملتا تھا جو حق تعالیٰ مخلصین ہی کو اپنے فضل و کرم سے عنایت فرماتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قرآن مجید کی تلاوت کرتے کرتے بیہوش ہوگئے۔ ہوش میں آئے تو حاضرین نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ قرآنی آیتوں کو دل لگا کر پڑھتا ہے اور ان میں محو ہو جاتا ہے تو قرآن کی اصل لذت اسے محسوس ہوتی ہے۔ میں اس طرح محویت کے عالم میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ خدا کی زبان سے میں یہ آیتیں سن رہا ہوں اس کیفیت کی تاب نہ لا سکا اور بیہوش ہوگیا۔

حکایت حضرت ذوالنون مصریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آپ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں آپ کا گذر ایک سرسبز و شاداب باغ سے ہوا۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیب کے درخت کے نیچے ایک نوجوان عبادتِ الٰہی میں مصروف ہے۔ آپ نے آگے بڑھ کر نوجوان کو سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ذرا دیر بعد آپ نے دوبارہ سلام علیک کہا۔ اس پر نوجوان نے عبادت سے جلدی فراغت حاصل کرلی اور زمین پر انگلی سے ایک شعر

لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ زبان کو بولنے سے اس لیے روکا گیا ہے کیونکہ وہ طرح طرح کی غلطیوں کی مرتکب ہوتی ہے اس لیے تمھیں لازم ہے کہ جب زبان کو زحمت دو تو خدا کا ہی ذکر کرو۔ اسے کسی وقت نہ بھولو۔ اور ہر حالت میں اس کی تعریف کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے جب یہ شعر پڑھا تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک روتے رہے پھر حضرت نے بھی جواب میں زمین کے اوپر عربی میں یہ شعر تحریر فرمایا:

"ہر لکھنے والا ایک روز قبر میں خاک ہو جائے گا مگر اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی اس لیے لازم ہے کہ ایسی چیزوں کے سوا جن کے لکھنے سے حشر کے روز مسرت و انبساط حاصل ہو اور کچھ نہ لکھا جائے۔"

جب اس نوجوان نے یہ تحریر پڑھی تو ایک چیخ بلند کی اور وہیں وصل بحق ہو گیا آپ نے چاہا کہ اس نوجوان کو غسل دے کر دفن کریں کہ یکایک ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہو "ذوالنون اسے چھوڑ دو۔ حق تعالیٰ نے اس نوجوان سے وعدہ فرمایا ہے کہ تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دینے کی سعادت فرشتوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔"

یہ سن کر حضرت ذوالنون علیحدہ ہوئے اور ایک درخت کے نیچے نماز کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے اور دوبارہ اس جگہ تشریف لے گئے جہاں نوجوان کی میت پڑی تھی تو دیکھا کہ وہاں میت کا نام و نشان تک نہ تھا اور نہ ہی اس کی کچھ خبر ہوئی۔

حکایت

حضرت ربیع بن خثیمؒ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا گھوڑا آپ کے سامنے بندھا ہوا تھا۔ ایک چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا، اور چلا گیا۔ حضرت دیکھ رہے تھے لیکن حضرت نے نماز نہ توڑی یہ گھوڑا بیس ہزار درہم کا تھا۔ آپ کے پاس آپ کے اصحاب آئے اور افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کس قدر نادانی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور پھر خاموش رہے۔ اس وقت نماز توڑ کر گھوڑا لوٹا لیتے تو کیا ہوتا تھا۔ حضرت نے کہا اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے کام میں مصروف تھا اور وہ کام مجھے گھوڑے سے

زیادہ پسندیدہ تھا بلکہ لاکھوں گھوڑوں سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ میں نے گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قربان کر دیا۔

عبادتِ الٰہی میں مصروفیت

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقیری درویشی اور قلندری آپ کی زندگی کا خاصا تھی۔ آپ کئی کئی روز تک گوشہ تنہائی میں پڑے بغیر کھائے پیے عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری آنکھ میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس کی اذیت سے مضطرب اور بے چین ہو گیا اور اسی حالتِ اضطراب میں مجھے نیند آگئی اور خواب میں مجھے کسی نے کہا کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے پھر جب میری آنکھ کھلی تو سارا درد ختم ہو چکا تھا اس کے بعد میری آنکھ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دورانِ سفر ایک ویران مسجد دیکھی جہاں پر ایک بوڑھا شخص عبادتِ الٰہی میں مصروف تھا اس کے چہرے پر عجیب قسم کی بیقراری تھی اور عبادت کے دوران زارو قطار رو بھی رہا تھا۔ زیادہ حیرت و استعجاب کی بات یہ تھی کہ اس کی آنکھوں سے اشکوں کی بجائے خون رواں تھا۔ وہ صحیح معنوں میں خون کے آنسو رو رہا تھا جس سے مسجد کا فرش بھی خون آلود ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر اسے ایسا کرنے سے منع کیا جس پر وہ شخص بچوں کی طرح بلکتے ہوئے بولا کہ اے اجنبی! تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں کس طرح ایک مدت سے دیدارِ الٰہی کی خواہش دل میں لیے بیٹھا ہوں اور اس کی یاد میں رونے رونے نے میری ساری جسمانی قوت بھی ختم ہو چکی ہے۔

حضرت شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے اس شخص نے اپنی داستان سنانے کے بعد ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی شخص نے اپنے غلام سے ناراض ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے نکال دیا لیکن بعد میں لوگوں کی سفارش پر آقا نے اس غلام کا قصور معاف کر دیا اور اسے واپس اپنے ہاں آنے کی اجازت دیدی لیکن اس کے باوجود وہ غلام ہر وقت آہ و بکا کرتا رہتا تھا۔ اس پر

لوگوں نے غلام سے کہا کہ بھائی اب تو تیرے آقا نے تیرا قصور بھی معاف کر دیا ہے تو پھر یہ رونے دھونے کا کیا سبب ہے؟ مگر غلام نے لوگوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ غلام کے آقا نے کہا کہ اب اس کو میری رضا کی خواہش ہے کیونکہ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ میرے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حکایت

حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادی نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ علاقہ سورت میں ایک کٹر آتش پرست رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے نزدیک بلا کر نرمی سے فرمایا، فیروز! تم برسوں سے آگ کی پوجا کر رہے ہو عمر کا ایک طویل حصہ آتش پرستی کی نذر کیا مگر مجھے معلوم ہے کہ تم آگ پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ نے سامنے جلتے الاؤ میں ہاتھ ڈال دیا جو حرارت کے لیے جلایا گیا تھا۔ فیروز نے آپ کو یوں ہاتھ آگ میں ڈالتے دیکھا تو اس نے منہ سے ایک سسکاری سی نکالی اور جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ہاتھ جھلسنا تو الگ رہا رُواں تک متاثر نہیں ہوا۔ صحیح وسالم ہاتھ دیکھ کر اس پر بڑا اثر ہوا اور وہ اپنی غفلت میں گزری زندگی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور آپ سے التجا کرتے ہوئے بولا حضرت! میری مدد کیجئے۔ میں ہدایت وفلاح کا راستہ چاہتا ہوں۔ میری راہنمائی کریں۔

یہ سن کر شاہ کلیم نے اسے کلمہ توحید پڑھایا اور اسے تعلیم دی کہ اس پوری کائنات میں صرف خدا کی واحد ذات ہی عبادت و پوجا کی سزاوار ہے۔ وہی سب کا خالق ہے۔ سورج، چاند، ستارے سبھی اس کے تابع ہیں پھر محکوم چیزوں کی عبادت کیا معنی رکھتی ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ صرف اور صرف اللہ کی واحد ذات ہی عبادت کے لائق ہے۔

عبادت گزاروں سے ملاقات

حضرت عمر بن عثمان المکیؒ فرماتے ہیں کہ میں اگرچہ مکہ اور دیگر مقامات میں بہت سے عبادت گزاروں سے ملا ہوں۔ نیز ان میں سے کئی ایک حج کے موقعہ پر بھی ہمارے پاس آئے مگر میں نے مزنی سے

بڑھ کر کوشش کرنے والا اور عبادت میں ہمیشگی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ کے احکام کی تعظیم کرتے دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص نظر آیا جو ان سے بڑھ کر اپنی ذات پر تنگی کرتا ہو اور دوسروں پر وسعت کرتا ہو۔

عابد کی تعریف

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے عابد کی تعریف یوں فرمائی ہے، کہ عابد انھیں کہتے ہیں جن کا ظاہر و باطن صدق و خلوص سے آراستہ ہو اور ریاکاری کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ فریب، دھوکا، حسد وغیرہ ان کے دل میں نہ ہو، جو اطاعت بھی کریں خالصتہً اللہ تعالیٰ کے لیے کریں۔ مخلوقِ خدا میں نمائش و نمود کے لیے نہ ہو۔ کیونکہ ایسے عبادت گزار جن کا ظاہر تو اطاعتِ حق سے آراستہ ہو اور باطن خراب ہو تو اس کی تمام اطاعت لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دی جائے گی یعنی مسترد کر دی جائے گی بلکہ راہِ سلوک میں تو اس کے ایمان کے خلل کا بھی اندیشہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ بعض متعبد اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نمودِ عوام کے لیے ان کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن ان کے ظاہر سے موافق نہیں ہوتا۔

عابدوں کی قسمیں

عابد چار طرح کے ہوتے ہیں: اول وہ عبادت گزار جن کا ظاہر اطاعتِ الٰہی سے آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب ہوتا ہے دوم وہ گروہ جن کا ظاہر خراب ہوتا ہے اور باطن آباد۔ سوم وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب ہو، چہارم وہ حضرات جن کا ظاہر و باطن یادِ الٰہی سے آباد ہو۔

وہ گروہ جن کا ظاہر تو آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب حال۔ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر ریا و نمائش کے لیے تو بہت عبادت و اطاعت کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی تکریم کریں لیکن ان کے دل دنیاداری میں مشغول ہوتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے پانچ سو سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ جب یہ زاہد انتقال کر گیا تو لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آتشیں طوق اس کے گلے میں ہے اور اس کے پاؤں کو بھی آگ میں تختہ بند کیا ہوا ہے۔ آگ نے اسے چار طرف سے گھیرے میں لیا

ہوا ہے اور وہ جل رہا ہے۔ فرشتوں نے آگ کے گرز ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں۔ جب مارتے ہیں تو وہ لوٹ پوٹ ہو کر فریاد کرتا ہے۔ میری توبہ۔ اس سے پوچھا کہ تُو تو بڑا زاہد و عابد تھا اور اتنے سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ اب عذابِ الٰہی میں گرفتار کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا مسلمانو! یہ زہد و اطاعت جو تم مجھ میں دیکھتے تھے سب نمود و ریا تھا۔ مخلوق کو دکھانے کے لیے زہد تھا۔ میرا باطن تو دنیا میں مشغول رہا۔ پس وہ ریاکاری کی عبادتیں میرے سر پہ مار دی گئیں اور حکم ہوا کہ اسے سخت عذاب دو۔ یہ شخص عذاب کے قابل ہے۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی ظاہری حالت خراب لیکن ان کا باطن منور و مزین ہوتا ہے۔ عرفِ عام میں یہ لوگ اہلِ جنون کہلاتے ہیں بظاہر بے سر و سامان ہوتے ہیں لیکن باطن میں مشغول و مصروف بھی رہتے ہیں۔ حضرت بابا فریدؒ حق میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کا ظاہر دانستہ طور پر خستہ حال ہوتا ہے۔

ایک دفعہ اہلِ جنون میں سے ایک صاحب مجھے ملے۔ وہ درویش ساٹھ سال سے عالمِ جذب میں تھے۔ حضرتِ حق و عجائبِ قدرتِ حق میں اتنے مشغول و منہمک تھے کہ انھیں مخلوق کی خبر نہ تھی۔ ایک رات مجھے تنہائی میں ان کے پاس جانے کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوتِ کلامِ پاک میں مشغول تھے۔ ان کی پیشانی سے نور کی ایسی شعاعیں نکل رہی تھیں جن کی روشنی عرش سے حجابِ عظمت تک پہنچ رہی تھی۔ میں قریب تر ہوا کہ اس نعمتِ عظمیٰ سے کچھ حاصل کر سکوں جب میرے قدموں کی آواز سنی، پیچھے مڑ کر دیکھا، فرمایا اے درویش! چونکہ تو نے میرا راز دیکھ لیا جو کچھ تو نے دیکھا اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ یہ کہا اور سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا۔ الٰہی! جب تو نے میرا اور اپنا راز ظاہر کر دیا ہے، اب میرا یہاں رہنا دشوار ہے۔ ابھی یہی کہا تھا کہ جان بحق ہو گئے۔

تیسرا گروہ جن کا ظاہر و باطن خراب ہے۔ وہ اطاعت و عبادت کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں۔

پوشیدہ گردہ ان حضرات کا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن نورِ عرفان و اطاعتِ حق سے منور و مزین ہے۔ یہی لوگ درویش و مشائخ ہوتے ہیں۔ ان کے دل اطاعتِ حق و نورِ معرفت ازلی سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں ان کی اطاعت میں اگر ریاکاری کا شائبہ تک ظاہر ہو جائے تو اپنے آپ کو اتنے سخت مجاہدہ میں دھکیلتے ہیں کہ وہ دور ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ جب حال و وجد کی کیفیت میں ہوتے ہیں تو اگر لاکھوں تلواریں ان کے سروں پر ماری جائیں اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو انھیں پتہ تک نہ چلے گا۔ (اسرار الاولیاء)

حکایت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے پاس ایک دفعہ ایک عالمِ دین حصولِ فیض اور حصولِ برکت کے لیے حاضر ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء اور ان کے دربار کے اکثر حضرات بڑے وقار اور شان و شوکت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان ظاہر بین علماء دین کی طرح جو فقط ظاہری حالت دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا جانتے ہوں، بڑے حیران ہوئے اور یہ قیاس کرتے ہوئے دل ہی میں بیزاری ظاہر کی کہ کہاں درویشی اور کہاں یہ شاہانہ آن بان۔ اس عیش و عشرت کی زندگی میں فقر و ولایت کے بلند بانگ دعوے چہ معنی دارد؟ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس شاہانہ بود و باش میں بھی کسی کو فقر و درویشی کی دولت گراں بہا ہاتھ آ سکتی ہے اس لیے کہ ان کے دل و دماغ میں فقر و درویشی کا اہل وہی تھا جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں، لنگوٹا کسا ہوا ہو۔ ہاتھ میں صرف لوٹا اور مصلیٰ ہو اور کھانے پینے کے لیے کچھ پاس نہ ہو۔ لہٰذا ایسا شخص جو بظاہر ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہو اور اسے زندگی کی ہر سہولت میسر ہو، درویشی کا دعویدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

غرضیکہ اس قسم کی قیاس آرائیاں کرتے ہوئے وہ عالمِ دین دلی طور پر باغی ہو گیا۔ اور بدظن ہو کر واپس جانے لگا اور سوچا کہ ایسے لوگوں سے فیض کہاں مل سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اس کی باطنی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انھوں نے اسے مزید موقع دینے کے لیے حکم دیا کہ اسے آج رات بھی نہ جانے دیا جائے اور مزید فرمایا کہ اس کا بستر آج رات

میرے کمرے میں بچھا دیا جائے۔ اس نے سوچا کہ ممکن ہے حضرت رات بھر عبادت وریاضت میں گزارتے ہوں اس لیے خواجہ صاحب نے اسے روک لیا چنانچہ اس کا بستر اور مصلیٰ آپ کے کمرے میں ہی بچھا دیا گیا۔ آپ نے نمازِ عشاء ادا فرمائی اور حسبِ معمول کچھ وظائف پڑھے۔ اور بستر میں جا کر آرام فرما ہو گئے۔ رات بھر محوِ استراحت رہے۔ پچھلی رات اٹھے، نمازِ تہجد ادا فرمائی اللہ کو یاد کیا اور دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ نمازِ فجر کے وقت پھر بستر سے اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔

ادھر وہ عالمِ دین نمازِ عشاء پڑھ کر اپنے مصلے پر بیٹھا اور رات بھر تسبیح ومناجات کرتا، نوافل پڑھتا رہا۔ اب تک تو عالمِ دین نے حضرت کا دن ہی دیکھا تھا جب رات بھی اچھی طرح ملاحظہ کر لی تو رہی سہی عقیدت اور امید بھی ختم ہو گئی۔ وہ مزید بدظن ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ عجیب اللہ کا ولی ہے۔ ولایت میں اس کی شہرت کا کیا عالم ہے اور اس کی ذاتی زندگی کا کیا حال؛ دن بادشاہوں کی طرح گزارتا ہے اور رات مزے سے آغوشِ نیند میں۔ ایسا شخص بھلا ولایت کی بلندیوں کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ وہ جب اپنی عبادت پر بار بار نگاہ ڈالتا تو یہ سوچتا کہ اس سے تو ہم لوگ بہتر ہیں جو اگرچہ شہرت اس قدر نہیں رکھتے مگر ان سے عبادت اور ریاضت میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ میں نے ساری رات مصلے پر گزاری ہے جبکہ وہ صرف نمازِ عشاء اور نمازِ تہجد کے وقت تھوڑی دیر کے لیے مصلے پر بیٹھے۔

انھیں خیالات میں غلطاں وپیچاں سوچتے سوچتے اس کو نیند آ گئی۔ دراصل اللہ نے چاہا کہ اسے دونوں عبادتوں کا فرق بھی سمجھا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت وبندگی کو خواب میں اس کے سامنے ایک نور کی مانند پیش کیا اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی عبادت کو بھی ایک نور کی صورت میں۔ مگر فرق یہ تھا کہ اس شخص کی اپنی عبادت وبندگی چراغِ سحری کی طرح ٹمٹما رہی تھی اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی عبادت کا نور زمین سے لے کر آسمان اور عرشِ معلیٰ تک ایک روشن ستون کی صورت میں نظر آیا اور ہزاروں فرشتے اس نور کے گرد مستانہ وار طواف

کرنے میں مصروف تھے۔ وہ شخص یہ منظر دیکھتے ہی دہل گیا اور حقیقتِ حال سے باخبر ہونے پر حضرت نظام الدین اولیاء کے قدموں میں گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔ عرض کرنے لگا حضرت! میں اپنے غلط گمان سے توبہ کرتا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہ ماجرا سمجھا دیں۔

آپ نے فرمایا مولانا صاحب! بندہ جب تک مرد نہیں ہوتا اس کا سونا جاگنا جدا نوعیت کا ہوتا ہے مگر بندہ جب خداوند تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت میں غرق ہو کر اپنا آپ فنا کر دے تو مرد بن جاتا ہے۔ اب وہ سوئے تب بھی عبادت ہے جاگے تب بھی عبادت ہے اس لیے کہ عین ممکن ہے جاگنے والا زبان سے اللہ کا ذکر کر رہا ہو مگر اس کا دل اس کے ذکر سے غافل ہو۔ اور ایک شخص جو بظاہر سو رہا ہو مگر عین ممکن ہے کہ اس کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ کسی کو کیا خبر کہ سونے والا کس حال میں سو رہا ہے؟ اس لیے محض اس بنیاد پر کسی کو متقی یا غافل قرار نہیں دینا چاہیئے کہ فلاں ساری رات عبادت کرتا ہے اس لیے متقی اور عند اللہ برگزیدہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ صرف فرض نماز پڑھنے والا اپنے خلوص کی وجہ سے اس عبادت گزار سے ہزاروں درجے بہتر ہو۔

آدابِ سُنّت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں یعنی کھانے، سونے، چلنے، بیٹھنے، اٹھنے غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر عمل کرنے کے آداب اور سنت طریقہ، جس پر عمل پیرا ہونے سے زندگی وہ بلند کردار بن جاتا ہے۔

علامہ عالم فقری

باب ۵

اللہ تعالیٰ کا ذکر

اللہ کے دوستوں کا شیوہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوتے ہیں اللہ کے ذکر میں محو رہتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی یادِ الٰہی بنا لیا ہوتا ہے اس لیے وہ جس حال میں ہوتے ہیں۔ یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے۔ جاگتے سوتے غرضیکہ وہ ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔ ذکر ہی صرف ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے بندہ اپنے رب کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر ہی حصولِ ولایت کی بنیاد ہے۔ ہر ولی اللہ نے ذکرِ الٰہی ہی سے اللہ کو پایا ہے کیونکہ جب تک اس کی یاد دل میں نہ بیٹھے یا نورِ رب کیسے مل سکتا ہے اس لیے سلف صالحین کے معمولات میں یہ چیز بہت نمایاں ہے کہ ہر دم ذکرِ الٰہی میں مگن رہتے۔

ذکر کا مطلب اللہ تعالیٰ کو بار بار یاد کرنا ہے اگرچہ ہر عبادت کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے مگر ذکرِ الٰہی سے خصوصاً مراد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کے اسماء کو بار بار دہرانا ہے کیونکہ اللہ کے بندوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو دل یا زبان ہی سے ادا کرنے کو ذکر قرار دیا ہے۔ ذکرِ الٰہی کی سب سے اچھی صورت اور طریقہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ملا ہے۔ انھوں نے جو طریقے یادِ الٰہی کے بتائے ہیں درحقیقت وہی جامع ترین ہیں۔ ان طریقوں کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ذکرِ الٰہی ہے۔

ذکرِ الٰہی کے بے پناہ فائدے ہیں اس سے ایمان میں تروتازگی اور استقامت پیدا ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثرتِ ذکر کو اپنا لے۔

فرمانِ الٰہی

فرمانِ الٰہی ہے کہ مجھے کثرت سے یاد کرو۔ خوبصورت الفاظ باری تعالیٰ ہیں کہ:

فَاذْكُرُونِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ پس میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۵۲)

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی کر دی ہے کہ ذکرِ الٰہی کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ ذکر کے لیے جگہ مقرر فرما دیتا تو ہمارے لیے وہاں جانا ضروری ہو جاتا، خواہ وہ ایک صدی کی مسافت پر ہوتی پس اس کا شکر کرو اور ہر دم اسے یاد کرو۔

پس آیت کے مطابق بندے کا اللہ کو یاد کرنا اس کا ذکر کرنا ہے اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کا بندے کو یاد کرنا نعمتیں عطا کرنا ہے اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کا یاد کرنا تمہاری یاد سے بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے اللہ کے یاد کرنے سے بخشش اور اللہ کی رحمت مراد لی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بلکہ ذکرِ کثیر (صبح و شام یاد) کرو (پ ۲۲، احزاب ۴۱)

ذکرِ کثیر سے مراد اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد کرنے کا مفہوم بھی اسی آیت سے اخذ ہوتا ہے اور اسی حکم کو مدِنظر رکھتے ہوئے صوفیاء نے یہ بات کہی ہے کہ "جو دم غافل سو دم کافر" یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہی اصل مقصود ہے لہٰذا ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یعنی لفظ اللہ پڑھا جائے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کی یوں ترغیب دی ہے کہ:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

پس جب پیادے یا سوار یہ بدامنی کی حالت میں ہو (تو نماز پڑھ لو) پھر جب امن کی حالت میں آجاؤ تو اللہ کو یاد کرو اس طریقے سے کہ جس طرح کہ تمہیں تعلیم دی گئی ہے۔ وہ طریقہ تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ (پ ۲، بقرہ ۲۲۹)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ذکر کی تعلیم دی ہے اسی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے مراد نماز لی ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو اگر کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح حاصل ہو (پ ۱۰، انفال ۴۵)

دشمنِ دین سے جب واسطہ پڑ جائے تو اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہو جائے گی کیونکہ اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمائی ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (پ ۲۰، عنکبوت ۴۵)

جو چیز انسان بناتا ہے اس میں بڑائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بڑائی ہے یعنی جو اللہ کے ذکر کو اپنا لیتا ہے وہ دنیا کی چیزوں سے بڑا ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین کو اللہ تعالیٰ بے پناہ عزت دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بعض خاص اعمال کے بعد کثرتِ ذکر کا حکم دیا ہے جیسا کہ حج کے بعد کثرتِ ذکر کا حکم یوں دیا گیا ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا

پھر جب تم حج کے مناسک پورے کر چکو تو اپنے

اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔

آباؤ اجداد کی طرح ذکر کرو یا ان سے بھی بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔ لوگوں میں سے وہ جو کہتا ہے اے پروردگار مجھے دنیا میں سے عطا کر دے تو آخرت میں ان کے لیے کچھ حصہ نہیں ہے۔ (پ ۲، بقرہ ۲۰۰)

حج کے بعد انسان چونکہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس باطنی پاکیزگی کی حالت میں کثرت سے ذکر کرنا بہت ہی نفع بخش ہے بشرطیکہ ذکر الٰہی میں اخلاص ہو اور ذکر پر مداومت حاصل کرنی چاہیے۔ کثرتِ ذکر کے بعد انسان اللہ کے حضور جو دعا مانگے وہ قبول ہوگی اس لیے تاکید کی گئی ہے کہ سمجھ سوچ کر مانگو۔ دنیا مانگ لو گے تو فوراً مل جائے گی دولت خوب آ جائے گی مگر آخرت میں نجات نہیں ملے گی کیونکہ اس ذکر کا اجر اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں دے دیا اس لیے دنیا اور آخرت میں بہتری طلب کرنا انسان کے لیے بہت اچھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر روتے ہوئے اور گڑگڑا کر کرنے کی یوں تاکید کی گئی ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۔

اور اپنے رب کا دل میں عاجزی اور خفیہ طور پر پست آواز سے صبح و شام ذکر کرو اور اس ذکر سے غافل نہ ہو جانا

(پ ۹، اعراف ۲۰۵)

ایک اور مقام پر یہ فرمایا ہے کہ روزی کی تلاش کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

جب نماز پڑھ لو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے ساتھ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تاکہ تمھیں فلاح حاصل ہو۔

(پ ۲۸، جمعہ ۱۰)

بہر کیف ان تمام آیات میں بندوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جب موقع پاؤ تو اسی وقت

اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔

فضائلِ ذکر

ذکر کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں :

اللہ کی معیّت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب بندہ ذکر الٰہی کے لیے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا اور ذکر الٰہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بخاری)

دلوں کی صفائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کے لیے صفائی کی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں، جو اللہ کے عذاب سے مکمل نجات دلا دے اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جہاد بھی اس کے مقابل نہیں، تو رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں جہاد بھی، حتیٰ کہ لڑتے ہوئے تمھاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی دعوات کبیر)

عذابِ الٰہی سے نجات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جو اس کو عذابِ الٰہی سے نجات دلا دے، سوائے ذکر الٰہی کے۔ (مالک، ترمذی، ابن ماجہ)

برکاتِ ذکر حضرت ابوہریرہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جماعت ذکر الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے سکون و اطمینان کی دولت ان کے لیے نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔ (مسلم)

اللہ کو یاد کرنے والے کون؟

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کے راستہ میں جب جبل جمدان پہنچے تو صحابہؓ سے فرمایا جلد چلو یہ جمدان کی پہاڑی ہے پھر فرمایا مفردون پیشقدمی کر گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مفردون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ مرد جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں اور وہ خواتین جو اللہ کو کثرت سے یاد کریں۔ (مسلم)

بہتر انسان

حضرت ابوسعید رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا شخص بہتر ہے اور قیامت میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی یاد میں زیادہ مشغول رہنے والے مرد اور عورتیں۔ سائل نے کہا کیا یہ جہاد کرنے والے سے بھی افضل ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اگر تم کفار و مشرکین سے جنگ کرو اور جہاد میں تمھاری تلوار ٹوٹ جائے اور تم خون میں لتھڑ جاؤ جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مرتبہ میں تم سے بہتر ہوگا۔ (احمد، جامع ترمذی)

عدمِ ذکر پر مذمت

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ایسی نہیں جو ایک جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو ان کی حیثیت مُردہ گدھے کی سی ہوتی ہے اور ان پر حسرت کی کیفیت ہوتی ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

حلقۂ ذکر جنّت کے باغ ہیں

حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھارا گزر جنّت کے باغوں سے ہو تو اس کے میوے کھاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا جنّت کے باغ کونسے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر و شغل کے حلقے۔ (ترمذی)

شانِ ذکر

حضرت ابوہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا ملعون ہے اور اس کی ہر چیز بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور وہ

چیزیں جو خدا کو پسند ہیں. نیز عالم اور علم سیکھنے والے کے. (ابن ماجہ)

ذاکر مرد اور عورت حضرت ابو سعید، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے پھر دونوں نماز پڑھتے ہیں یا (شک راوی) ہر ایک ان میں سے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ تو ان دونوں کے نام ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیے جاتے ہیں۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

سونے سے پہلے ذکر حضرت ابو امامہ رض روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص پاک و صاف حالت میں بستر پر جا کر اللہ کو یاد کرے اور اس کو نیند آ جائے تو وہ رات میں کسی وقت کروٹ لیتے ہوئے اللہ سے دنیا اور آخرت میں بھلائی کا کوئی سوال کرے تو اللہ اس کو عطا فرما دیتا ہے (مشکوٰۃ شریف)

مجلس میں ذکر کرو حضرت ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اس مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کیا اور نہ نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھا تو یہ نشست ان کے لیے نقصان کا سبب ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کی مغفرت فرمائے گا اور چاہے گا تو مبتلائے عذاب فرمائے گا۔ (ترمذی)

ذکر نہ کرنے کا خسارہ حضرت ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس کی یہ نشست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے خسارہ کا سبب ہوگی اور جو شخص بستر پر لیٹ کر اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بھی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خسارے کی جگہ ہوگی۔ (ابو داؤد)

زبان کو ذکر سے تر رکھو

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص بہتر ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ خوش قسمت جس کی عمر طویل ہو، اعمال اچھے ہوں، اس نے ایک اور سوال کیا کہ اچھے عمل کون سے ہیں؛ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تو دنیا کو چھوڑ رہا ہو تو تیری زبان ذکر الٰہی سے تر ہو۔ (احمد، ترمذی)

بہترین اعمال

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں تمھارے ان اعمال سے خبردار نہ کروں، جو تمھارے بہترین اعمال ہیں اور تمھارے مالک کو پسند ہیں اور درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور زر و مال کے خرچ سے بھی بہتر ہیں اور اس جنگ سے بھی؛ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتا دیں، تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (احمد، ترمذی ابن ماجہ)

ذکرِ الٰہی میں مصروف رہو

حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حنظلہ کیسے ہو؛ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؛ میں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہم سے جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں گویا کہ ہم انھیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو بیویوں، اولاد اور جائیداد میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! ہماری بھی یہی حالت ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں چل پڑے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؛ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہم سے جنت اور دوزخ کا ذکر

کرتے ہیں گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ آپ کے پاس سے جانے کے بعد بیویوں اولاد اور جائیداد میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جس طرح میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر الٰہی میں مصروف رہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہؓ! وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم شریف)

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب تہائی رات گزر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! اللہ کو یاد کرو ہلا دینے والی آگئی اور پیچھا کرنے والی اس کے پیچھے آ رہی ہے، موت اپنی حقیقت کے ساتھ آگئی۔ موت اپنی حقیقت کے ساتھ آگئی۔ (ترمذی)

اللہ کی حمد و ثناء حضرت عبداللہ بن شدادؓ نے فرمایا کہ بنی عذرہ کے تین افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا بندوبست کون کرے گا؟ حضرت طلحہؓ عرض گزار ہوئے کہ میں۔ وہ ان کے پاس تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس کے ساتھ نکلا اور شہادت پائی۔ پھر دوسرا لشکر بھیجا تو اس میں دوسرا نکلا اور شہادت پائی۔ پھر تیسرا اپنے بستر پر فوت ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ کا بیان ہے کہ میں نے تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والا سب سے آگے تھا اور آخر میں شہید ہونے والا اس کے نزدیک تھا اور پہلے شہید ہونے والا اس کے نزدیک۔ یہ بات میرے دل کو کھٹکی اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ تمہیں اس میں کونسی بات ناپسند رہی جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل کوئی نہیں جس کو اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اس کی تسبیح، تکبیر اور تہلیل کے باعث۔ (احمد)

گفتگو میں اللہ کا ذکر کرو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی گفتگو ذکرِ الٰہی سے خالی نہ رکھو کیونکہ تمہاری زیادہ گفتگو کا ذکرِ الٰہی سے خالی ہونا شقاوتِ قلبی کا سبب ہے اور شقاوتِ قلبی اللہ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ذکرِ الٰہی کی عظمت

حضرت مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفلت کرنے والوں میں سے ذکرِ الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے والا مجاہد۔ اور غفلت کرنے والوں میں سے ذکرِ الٰہی کرنے والا ایسا ہی ہے جس طرح خشک درخت میں سبز شاخ۔ ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ذکرِ الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی کہ خشک درختوں میں سبز درخت اور اندھیرے گھروں میں روشن مکان۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو زندگی ہی میں اس کا جنتی مقام دکھا دیا جاتا ہے اور ذکرِ الٰہی کرنے والے کے گناہ اگر انسانوں اور جانوروں کے برابر بھی ہوں تو بخش دیے جاتے ہیں (رزین)

علامتِ ایمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے شیطان کے مقابل بچاؤ کا قلعہ ہے اور دوزخ سے حفاظت کا سامان ہے۔

ذکرِ الٰہی کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اشخاص کی مثال جو اللہ رب العالمین کو یاد کرتے ہیں زندوں کی سی ہے اور جو ذکرِ الٰہی نہیں کرتے وہ مُردوں کی طرح ہیں۔ (بخاری)

محبوب کام

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے ساتھ اس انداز میں بیٹھنا کہ وہ صبح سے طلوعِ آفتاب تک

بیٹھ کر اس کا ذکر کریں۔ زیادہ محبوب ہے بمقابلہ اس کے کہ چار غلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کریں۔ اسی طرح عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا بمقابلہ چار غلام آزاد کرنے کے زیادہ محبوب ہے۔ (ابوداؤد)

نمازِ فجر کے بعد ذکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نمازِ فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے اور طلوع کے بعد دو رکعت (اشراق) ادا کرے تو اس کو حج و عمرہ کی طرح ثواب ملے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو کہ "پورے حج و عمرہ کی طرح ثواب ملے گا" تین مرتبہ دہرایا۔ (ترمذی)

کثرتِ ذکر

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر زیادہ کرتے، یا تیں کم کرتے، نماز لمبی پڑھتے، خطبہ مختصر دیتے، اور کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ کرتے بلکہ ان کی حاجت پوری فرما دیا کرتے تھے۔ (نسائی، دارمی)

تین بھاری عمل

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین عمل تمام اعمال سے بھاری اور مشکل ہیں اول اپنی ذات سے انصاف کرنا، دوسرا اپنے بھائی سے مالی تعاون کرنا اور تیسرے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

اللہ کے بندوں کی پہچان

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں"، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے، ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں سے بکھرے ہوئے بالوں والے اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے

والے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ (طبرانی)

ذکر الٰہی کی تاثیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے دل سے چپکا ہوا ہے لیکن جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے اور جب ابن آدم غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری)

جہاد کا بدل ذکر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص رات کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ (بخاری، ترمذی)

ذکر کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو وہ میری ذات سے رکھتا ہے۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی دل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

ذکر الٰہی نفع بخش ہے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال ہے اس کو اس کا کوئی نفع نہیں ملتا سوائے نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور ذکر الٰہی کرنے کے (ابن ماجہ)

قیامت میں اہل ذکر کی شان

حضرت ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں گے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں گے (طبرانی)

ذکر کے ذریعے قربِ الٰہی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اسی طرح یاد کرتا ہوں۔ وہ تنہائی میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اس کا ذکر کرتا ہوں، وہ کسی مجلس میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس سے کہیں بہتر اور اعلیٰ مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کی وسعت کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل پڑتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ پڑتا ہوں۔ (بیہقی شعب الایمان)

حدیث شریف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ ہر شے کو چمکانے والی کوئی چیز ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر دل کو چمکاتا ہے (تنبیہ الغافلین)

اہلِ ذکر کا اجر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روکے رکھا اسے بغیر مانگے سب سائلوں سے بہتر دوں گا۔ (احیاء العلوم)

پانچ باتوں پر عمل کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو بنی اسرائیل کے لیے انھیں پانچ باتوں کا حکم کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ ان کو ہر بات کی مثال بھی سمجھائیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں ارشاد فرمایا کہ

۱۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک مت بناؤ اور اس کی یہ مثال بیان فرمائی کہ شرک کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی نے اپنے ذاتی مال سے ایک غلام خریدا اور اپنی باندی سے اس کا نکاح کر کے رہنے کے لیے ایک گھر بھی دیا اور تجارت کرنے کو مال دیا کہ منافع کما کر جو کچھ اپنی ضروریات سے بچ جائے وہ مالک کو ادا کرتا رہے۔ ادھر غلام نے یہ کیا کہ منافع میں سے اپنی ضروریات کے بعد جو کچھ بچتا تھوڑا سا مالک کو دے کر باقی سب اس کے دشمن کو دے دیتا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسے غلاموں کو کون اچھا کہے گا۔

۲۔ دوسرے آپ نے ان کو نماز کا حکم دیا اور اس کی یہ مثال دی کہ جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملاقات کے لیے اجازت حاصل کرے لیکن شرف باریابی حاصل ہونے پر جب بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس کی حاجات معلوم کر کے پوری کرے تو یہ خود کمال غفلت سے دائیں بائیں جھانکنا شروع کر دے جس پر بادشاہ بھی منہ موڑ کر اس کی طرف سے بے نیاز ہو بیٹھتا ہے۔

۳۔ پھر آپ نے ان کو روزہ کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ مثال سمجھائی کہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ہتھیار لگا کر ڈھال تھام کر لڑائی کے لیے نکلتا ہے جس کے بدن تک نہ تو دشمن اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہتھیار اس پر کارگر ہو سکتا ہے۔

۴۔ پھر آپ نے ان کو صدقہ کا حکم دیا اور یہ مثال سنائی کہ جیسے کسی شخص کو دشمن قید کر لے اور یہ ایک خاص رقم کے عوض اس سے سودا کر لے۔ پھر تھوڑا بہت جو بھی کماتا ہے اسے ادا کرتا رہے حتیٰ کہ اپنے آپ کو آزاد کروا لے۔

۵۔ پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم اس مثال کے ساتھ سمجھایا کہ ذکر کی مثال یوں سمجھو جیسے کسی قوم پر دشمن حملہ کرنے لگے تو وہ قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیں اور قلعہ بند ہو کر دشمن سے اپنی جان بچائیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ان پانچ باتوں کا بھی حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ اور باتوں کا بھی حکم دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمائی ہیں:

جماعت[۱] کا بہت ہی دھیان رکھنا، سننا[۲] اور اطاعت کرنا (یعنی حاکم وقت کا جائز امور میں کہا ماننا) ہجرت[۳]، اور جہاد[۴] کرنا اور جو شخص[۵] اہل جاہلیت کی سی ہول پکار کرے گا وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

محبوب اور مبغوض بندے

ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے سوال کیا کہ تیرے محبوب بندوں کو تیرے مبغوض لوگوں سے پہچاننے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ میں اپنے محبوب بندے میں دو علامتیں رکھتا ہوں۔ ایک تو اپنے ذکر کی تلقین کرتا ہوں تاکہ زمین و آسمان کی بادشاہت میں اس کا ذکر کروں۔ دوسرے اپنی ناراضگی والے اور حرام کاموں سے اسے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ وہ میرے عذاب میں مبتلا نہ ہو۔ اور ایسے جب کسی پر غضب ہوتا ہے تو اس میں دو علامتیں مقرر کر دیتا ہوں۔ ایک یہ کہ اپنے ذکر سے غافل کر دیتا ہوں دوسرے یہ کہ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہوں جس سے وہ میری ناراضگی والے اور حرام کاموں میں لگ جاتا ہے اور میرے عذاب اور سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

اقوالِ ذکرِ الٰہی

ذکر کے بارے میں اولیاء اور صوفیاء کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

امام قشیریؒ کا قول ہے کہ ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی معین وقت نہیں بلکہ بندے کو ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ خواہ فرض کے طور پر، خواہ استحباب کے طور پر۔ نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے اشرف ترین عبادت ہے مگر بعض وقتوں میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں اور ذکر بالقلب عام حالات میں ہمیشہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ ذاکر کا ذکر میں فنا کر مذکورہ مشاہدے کو پانا ذکر کے عظیم ترین مقاصد میں سے ہے۔

حضرت ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذکر ایک قوی رکن ہے بلکہ اس پر سارا دارومدار ہے اور ذکر دوام کے بغیر کوئی شخص اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذکر دو قسم پر منقسم ہے۔ زبان کا ذکر اور دل کا ذکر۔ زبان کے ذکر کے ذریعہ سے ہی انسان دل کے ذکر کو دائم رکھ سکتا ہے مگر تاثیر دل کے ذکر کی ہے۔ لہذا جو بندہ زبان اور دل دونوں سے ذکر کرتا ہو وہ سلوک کی حالت میں اپنے وصف میں کامل ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا، کہ ذکر ولایت کا پروانہ ہے لہذا جسے ذکر کرنے کی توفیق مل جائے اسے پروانہ مل گیا اور جس سے ذکر چھن گیا وہ معزول ہو گیا۔

امام قشیری نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دل کا ذکر مریدین کے لیے تلوار ہے اس سے وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے اور ان آفتوں کو دور کرتے ہیں جو ان پر آتی ہیں اور جب بندے کا امتحان آ پڑتا ہے تو اگر وہ اپنے دل سے اللہ کے ساتھ پناہ لیتے ہیں تو ہر بات جسے وہ ناپسند کرتے ہیں فوراً دور ہو جاتی ہے۔

حضرت احمد المسجدی فرماتے تھے کہ ابو عثمانؒ سے کسی نے سوال کیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے دل میں حلاوت نہیں پاتے۔ فرمایا اللہ کی تعریف اور شکر کرو کہ اس نے تمھارے عضو کو اپنی عبادت سے مزین کر رکھا ہے۔

ابو علی دقاق کا کہنا ہے کہ میں جب بھی تجھے یاد کرتا ہوں تو اسی وقت میرا دل، میرا باطن

اور میری روح مجھے ڈانٹنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ تمھارا محافظ پکار کر کہہ رہا ہے خبردار اس کا ذکر نہ کرنا۔ ذکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تذکرہ ذکر کے مقابلہ میں ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

نوری فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی سزا ہے۔ عارف کی سزا یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے بیگانہ ہو جائے۔

انجیل میں ہے۔ تُو مجھے اس وقت یاد رکھ جب تو غصے میں ہو۔ میں بھی تجھے اس وقت یاد رکھوں گا جب میں غصے میں ہوں گا اور میں جو تمھاری مدد کروں اس پر راضی رہ۔ کیونکہ میرا مدد کرنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنی مدد آپ کرے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ شخص پسند ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے اور اس کا دل تقویٰ کے وصف سے پُر ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی محبت کی علامت زبان اور قلب سے اس کا دائمی ذکر کرنا ہے۔ جسے ذکر الٰہی کا شوق ہو اسے محبت الٰہی حاصل ہو جائے گی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ جس کا دل اور زبان اللہ کے ذکر میں لگی رہے اللہ اس کے دل میں محبت کا نور ڈال دیتا ہے۔

حضرت فتح علی موصلیؒ کا قول ہے کہ جسے اللہ سے محبت ہو وہ ایک لمحہ بھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

حضرت ابو جعفرؒ نے فرمایا ہے کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کا محب ہو، اس کا دل اپنے پروردگار کی یاد سے کبھی خالی نہ رہے اور اس کی اطاعت سے تھکنے نہ پائے۔

حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ جب ذکر الٰہی کرتے تو ان کی حالت غیر ہو جاتی۔

حضرت مالک بن دینارؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مخلوق کی بجائے خالق کے ذکر میں

مشغول نہیں، اس کا عمل ناقص، دل اندھا اور عمر ضائع ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ ہر روز زمین کا ایک ٹکڑا اس کے دوسرے ٹکڑے سے بزبانِ حال اس کا احوال پوچھتا ہے کہ آج کے دن تم پر سے کوئی ذکر الٰہی کرنے والا یا کوئی غمزدہ آدمی گزرا ہے۔ اگر زمین کا وہ ٹکڑا کہے کہ ہاں تو وہ ٹکڑا جس پر سے ایسا آدمی گزرا ہو، پہلے ٹکڑے سے خود کو اشرف تر سمجھتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ جب تم اپنی مجلسوں میں بیٹھو تو پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیا کرو کیونکہ ذکر الٰہی مخلوق کے ذکر کی بیماری کا علاج ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی مجلس میں جو شخص بیٹھتا آپ اس سے شرط کر لیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رہے گا۔

حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ بعض آسمانی کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ اے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آتا ہے تو میں تیرا عاشق بن جاتا ہوں۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے کہ تورات میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین! میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجرِ عظیم حاصل ہوگا۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول ہے کہ ذکر کا فاضل ترین مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب ہو جائے کہ اسے دیکھ لے اور اسے دیکھ کر اپنے آپ کو بھول جائے۔

حضرت وہیب بن الورد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا وہ ہے جو مجلس کا افتتاح ذکر الٰہی سے کرے۔

حضرت یحییٰ معاذؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے دلوں کو ہر وقت اللہ کی یاد سے تر رکھو۔ کیونکہ ذکر الٰہی سے غافل ہونے کے باعث وہ فی الفور دوری میں چلے جاتے ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر الٰہی کا سب سے اعلیٰ اور بلند مقام یہ ہے کہ دل اشاراتِ الٰہیہ سے متاثر ہو۔ یہی ذکر دائمی ہے جسے نسیان کچھ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ غفلت اس میں کچھ کمی پیدا کر سکتی ہے کیونکہ ذکر کے اس بلند مقام پر سکون نفس اور خطرہ کی حالتوں میں ذکر جاری رہتا ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تو تُو ذاکر ہے (رسالہ انیسہ)

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندیؒ فرماتے ہیں کہ زندگی کا پھل اس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا اور ذکر خدا کی گرمی اس کے دل میں اتنی پیدا ہو گئی کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اندیشہ اس کے دل میں نہ رہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا قول ہے کہ خدائے ذوالجلال کے سوا ہر چیز کی یاد سے دل کے خالی ہو جانے اور ماسوا کو بھول جانے کو ذکر کہتے ہیں اور ذکر کا کمال یہ ہے کہ اپنی یاد بھی باقی نہ رہے اور ھُوَ اللّٰہُ اکبر وَالْمذکور (وہی ذاکر ہے اور وہی مذکور) کا راز اس پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا ہے کہ تم پر ہر وقت ذکر الٰہی لازم ہے۔ اللہ کا ذکر ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی کنجی ہے اور یہی قرب کی رسی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہوا اور جو اللہ تعالیٰ پر راضی ہوا اس کو اللہ تعالیٰ کی رسائی حاصل ہوئی۔ صحبت کی برکت سے دل میں اللہ کا ذکر پختہ ہوتا ہے۔

حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کو پانا چاہے تو اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کثرت کرے۔ کیونکہ ذکر کثیر سے اللہ تعالیٰ سے موانست پیدا ہوتی ہے جس سے اللہ کا وصل نصیب ہوتا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ سے اُنس نہ ہو وہ اللہ کی محبت کی بُو تک نہیں سونگھ سکتا۔

حضرت صدر الدین عارفؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا کر دیتا ہے جس سے ذکر کی کثرت ہوتی ہے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضرت برہان الدین غریب نوازؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا لسانی جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ دوسرا قلبی، جس سے تمام جسم کے اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ تیسرا طبعی یعنی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر عضو سے ذکر کا جاری ہو جانا، چوتھے مستوی یعنی ذکر کا ایسا استیلا ہو کہ نہ ذکر رہے نہ ذاکر بلکہ صرف اللہ کی ذات ہی رہ جائے۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے فرمایا ہے کہ اصل ذاکر وہ ہے جس کی زبان ذکر میں مشغول ہو، دل خدا کی طلب میں ہو اور روح اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں گم ہو۔

درجاتِ ذکر

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے چار درجے ہیں:

اوّل: یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور دل اس سے غافل ہو۔ اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اگرچہ اثر سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ زبان جو ذکر الٰہی میں مشغول رہے اس زبان سے بہر حال افضل تر ہے جو بیہودہ گوئی میں مشغول رہے یا بالکل معطل ہی رہے۔

دوم: دوسرا وہ ذکر ہوتا ہے کہ دل میں موجود تو ہوتا ہے لیکن پوری طرح متمکن نہیں ہوتا اور دل اس کی قرار گاہ نہیں بن جاتا اور اس کی موجودگی اس امر پر موقوف ہوتی ہے کہ تکلف اور کوشش سے اسے دل میں رکھنا پڑتا ہے اور اگر اس کوشش وسعی میں ذرا سی بھی ڈھیل ہو جائے تو دل پھر اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے اور نفس کی باتوں میں آ کر غافل ہو جاتا ہے۔

سوم: تیسرے یہ کہ ذکر الٰہی دل میں گھر کر چکا ہو اور اس پر متمکن و مسلط ہو چکا ہو۔

یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے دل کو آمادہ کرنے کے لیے خاصی جدوجہد درکار ہو اور یہ درجہ عظیم ہے۔

چہارم: چوتھا درجہ یہ ہے کہ دل پر ذکرِ حق کا نہیں بلکہ ذاتِ حق کا غلبہ ہو جائے کہ اس شخص میں جو مذکور (یعنی حق تعالیٰ) کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ گمان یہ ہے کہ ذکر اور آگاہی ذکر کا تصور ہی دل سے محو ہو جائے اور صرف مذکور ہی دل میں باقی رہ جائے کیونکہ ذکر خواہ عربی میں ہو خواہ فارسی میں۔ نفس کی بات سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ عین سخن ہی کہلاتا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دل ہر طرح کے سخن سے خالی ہو جائے چاہے وہ عربی میں ہو یا فارسی میں اور مکمل طور پر اسی کا بلکہ اسی سا ہو جائے اور دوسری کسی شے کی اس میں گنجائش ہی نہ رہے اور یہ انتہائی درجہ کی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے عشق کہتے ہیں اور عاشق کی تمام سرگرمیاں معشوق ہی کے لیے وقف ہوتی ہیں اور کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے کہ دلِ عاشق تصورِ معشوق میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے کہ خود معشوق کا نام بھی اسے بھول جاتا ہے اور جب وہ استغراق کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیا و کائنات کی ہر چیز کو فراموش کر دیتا ہے تو تصوف کی راہِ اول تک پہنچ جاتا ہے کہ یہی وہ حالت ہے جسے صوفیا نے فنا و نیستی کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی جو کچھ "ہے" اس کے ذکر سے "نہیں" میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خود بھی نیست ہو کر رہ جاتا ہے یعنی اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور جس طرح حق تعالیٰ کے اور بھی بہت سے عالم ہیں کہ ہمیں ان کی قطعاً خبر تک نہیں اور وہ ہمارے لیے گویا کوئی وجود ہی نہیں رکھتے کیونکہ ہمارے نزدیک وجود اسی چیز کا ہے جس کی ہمیں خبر ہو اسی طرح یہ عالم جن کی ہمیں خبر ہے اور جن کو ہم ہست یعنی موجود سمجھتے ہیں جب کسی کو فراموش ہو جائیں تو اس کے لیے نیست یعنی غیر موجود ہو جاتے ہیں اور جب اس نے اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیا تو گویا اپنے آپ سے بھی نیست یعنی غیر موجود ہو گئے اور جب حق تعالیٰ کے سوا

کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی (حتیٰ کہ اپنی ذات بھی) تو اس کے بعد ہست یعنی موجود صرف ذاتِ حق ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب تو زمین و آسمان پر نظر ڈالتا ہے اور جو کچھ تجھے اس میں نظر آتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ جو کچھ دکھائی دے رہا ہے اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں۔ بس یہی کچھ ہے جو پیشِ نگاہ ہے۔ اسی طرح یہ شخص (ذاتِ حق میں فنا ہو جانے والا) بھی سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کو دیکھتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ اس کا اپنا بھی کوئی وجود نہیں۔ پس یہاں پہنچ کر اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان جدائی ختم ہو جاتی ہے اور یگانگی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ توحید وحدانیت کا پہلا عالم ہوتا ہے کہ جدائی کی خبر بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ اسے جدائی اور دوری کا احساس ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ جدائی کا احساس اسی کو ہوتا ہے جو دو چیزوں کو علیحدہ علیحدہ جانتا ہو، یعنی اپنے آپ کو اور ذاتِ حق تعالیٰ کو اور جس شخص کا ذکر ہم کر رہے ہیں وہ تو اپنے حال میں اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور سوائے ایک ذات کے اور کسی کو جانتا ہی نہیں تو پھر اسے کیا خبر کہ جدائی کس بلا کا نام ہے؟ چنانچہ جب وہ اس درجہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس کے سامنے نمودار ہونے لگتی ہیں اور ارواح، فرشتے اور انبیاء پیاری پیاری شکلوں میں اس کے روبرو بلا حجاب جلوہ نما ہونے لگتے ہیں اور وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اس پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے ایسے عظیم الشان احوال و واردات ظاہر ہونے لگتے ہیں کہ انھیں الفاظ و عبارات کا جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے اور جب اپنے آپ میں واپس آتا ہے تو اگرچہ دوسرے کاموں سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کیفیتِ بیخودی کا اثر اس میں بدستور موجود رہتا ہے لہٰذا رہ رہ کر وہ شوق اس پر غالب آنے لگتا ہے، تب دنیا، دنیا کی ہر چیز اور لوگوں کی کاروبارِ دنیا میں مشغولیت، اور انہماک اسے پسند نہیں آتے۔ چنانچہ اس کا محض جسم ہی اہلِ دنیا کے درمیان موجود ہوتا ہے ورنہ دل سے وہ غائب ہی ہوتا ہے اور وہ دنیاداروں کو تعجب و حیرت سے دیکھتا ہے

کہ آخر کیوں یہ لوگ دنیا میں اس درجہ کھوئے ہوئے ہیں؟ یہاں تک کہ اسے ان پر ترس آنے لگتا ہے اور وہ (ناخوشی کے بجائے) ترحم انگیز نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارے کتنی بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کیے ہوئے ہیں اور ادھر (محرم اسرار) دنیا والے اس پر ہنستے ہیں کہ وہ آخر کاروبار دنیا میں مشغول کیوں نہیں ہو جاتا؟ اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید وہ جنون و دیوانگی میں مبتلا ہو گیا ہے (کہ اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں ہے) پس اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے درجے پر نہ پہنچ جائے اور یہ احوال و مکاشفات اس پر ظاہر نہ بھی ہوں لیکن ذکر حق اس پر غالب آجائے تو یہ بھی کیمیائے سعادت سے کم نہیں۔ کیونکہ جب ذکر حق غالب ہو جائے تو حق تعالیٰ سے اُنس و محبت بھی از خود غالب ہو کر رہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام دنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھنے لگتا ہے اور اصل سعادت یہی ہے کہ جب اس کا رجوع حق تعالیٰ کی طرف رہے گا اور اسی کی صورت ہر دم پیش نظر ہوگی تو لامحالہ موت کے وقت مشاہدۂ حق کی بدولت (تکلیف نزع کے بجائے) کمالِ لذت و راحت اسے حاصل ہوگی اور اسی قدر زیادہ حاصل ہوگی جس قدر کہ محبت الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہوگی۔ اور وہ شخص جس نے دنیا ہی کو اپنا محبوب بنا رکھا ہو تو اسے دنیا کی جدائی کا رنج و درد باعثِ عذاب ثابت ہوگا اور دنیا سے محبت جس قدر زیادہ ہوگی (وقتِ مرگ) اس سے جدائی کا رنج بھی اتنا ہی شدید ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

حکایاتِ ذکر

حضرت بایزیدؒ کا قول آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحبِ کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیونکہ یادِ الٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو

آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے۔ جواب ملا کہ بایزید کی۔ فرمایا کہ میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا۔ اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ وہ خاصانِ خدا کی طرح خدا میں ضم ہو گئے تھے۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے مدینہ منورہ سے سفر میں اپنے اونٹ پر بہت بوجھ لاد لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شانِ بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پورا بوجھ اونٹ کی کمر سے اوپر تھا۔ یہ دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اور جب زیارتِ مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لیے روانہ ہو گئے اور جب اہل شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ خیال ہو گیا کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا ہوں تو یادِ الٰہی میں غفلت ہو گی۔ لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ گو میں نے اجازتِ شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے بُرا سمجھ کر منحرف ہو گئے:

حکایت حضرت داؤد طائی مداومت کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور ایک مرتبہ موسم گرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا یہاں سایہ میں آجاؤ۔ لیکن آپ نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی ندامت ہوتی ہے کہ خواہشِ نفس کے لیے کوئی اقدام کروں۔ پھر فرمایا کہ جب بغداد کے لوگوں نے مجھ کو پریشان کرنا شروع کیا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میری چادر لے لے تاکہ باجماعت نماز سے نجات حاصل ہو جائے اور

مخلوق سے کوئی واسطہ نہ رہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے چادر لے لی اس وقت سے ذکر الٰہی اور گوشہ نشینی کے سوا مجھ کو اچھا نہیں لگتا۔

ذکرِ الٰہی کی لگن ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحؒ کے یہاں پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہوا دیکھ کر عرض کیا کہ اس کو سایہ میں کیوں نہیں رکھا؟ فرمایا کہ جس وقت میں نے یہاں رکھا تھا اس وقت سایہ تھا لیکن اب دھوپ میں سے اٹھاتے ہوئے مجھے اس لیے ندامت ہوتی ہے کہ محض اپنی راحت کے لیے تضیعِ اوقات کرتے ہوئے ذکرِ الٰہی سے غافل رہوں۔

حکایت ابو العباسؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شکاری کو دیکھا وہ ساحل پہ مچھلی کا شکار کر رہا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب مچھیرا کوئی مچھلی پکڑتا تو ٹوکری میں ڈال کر اس لڑکی کے پاس رکھ دیتا تھا، وہ لڑکی مچھلی کو ٹوکری سے نکال کر پانی میں چھوڑ دیتی تھی۔ کافی دیر تک مچھلی کا شکار کرنے کے بعد جب اس نے ٹوکری میں دیکھا تو ٹوکری میں کچھ نہ تھا۔ لڑکی سے پوچھا کہ مچھلیاں کیا ہوئیں لڑکی نے جواب دیا ابا جان! کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مچھلی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے وہ کانٹے میں پھنستی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا کہ اتنی عمر ہو گئی لیکن مجھے اس بات کا وہم بھی نہ ہوا تھا۔

حکایت کسی دوست نے احمد بن حربؒ کو مکتوب تحریر کیا تو آپ ذکرِ الٰہی میں مشغولیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے مرید سے یہ جواب لکھوا دیا کہ مجھے جواب دینے کی فرصت نہیں ملتی اور تمھیں ذکر الٰہی سے کسی وقت غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا اور آپ ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لیے ذکر الٰہی سے ٹھہر جائیے۔ آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کر رہا

ہوں اور اس حالت میں کئی جگہ سے آپ کا لب کٹ گیا مگر آپ یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ذکرِ الٰہی کے موقع پر نڈھال ہو جاتے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کے دوران آپ پر رقت کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی ایک مرتبہ کوئی مجذوب قسم کا شخص پراگندہ حالت میں آپ کے سامنے آگیا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دُھلوا کر فرمایا کہ جو منہ ذکرِ الٰہی کا مظہر ہو اس کو پراگندہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جب اس نیم پاگل شخص کو تھوڑا سا ہوش آیا تو لوگوں نے اس کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا جسے سن کر اس نے دل سے توبہ کرلی۔ پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ تم نے محض خدا کے لئے بزرگ و برتر کی خاطر ایک مجذوب کا چہرہ دھلوایا لہٰذا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تیری روح و قلب کو پاک صاف کر دیا۔

حقیقتِ ذکر حضرت ابوعلی دقاقؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جو شخص محبوب کے مکان کا جاروب کش نہ بن سکے اس کا شمار عاشقوں میں نہیں ہو سکتا اور جو شخص خدا کے سوا کسی اور سے اُنس رکھتا ہے وہ خدا کے اُنس کو قطع کر دینے والا ہے۔ یہ حقیقت جان لو کہ ذکرِ الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کا ذکر کرنا لغو اور بے بنیاد ہے۔

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابوعثمان حیری ایک روز مریدوں کو پاس بٹھا کر انھیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ ایک مرید خاص نے گزارش کی کہ حضرت یوں تو میں ہر لمحہ ہر آن ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہوں لیکن قلبی طور پر پھر بھی غیر مطمئن سا رہتا ہوں اس کا کیا کیا جائے؟

ابوعثمان نے جواب دیا اے خوش بخت انسان! قدرت نے تیری زبان کو جو لذت عطا کی ہے تو اس کا شکریہ ادا کرتا رہ تاکہ دوسرے اعضاء بھی لذتیں حاصل کریں۔ یہ سن کر وہ مرید پہلے سے زیادہ یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو گیا۔

حکایت حضرت ابوالحسن نوری کا وصال بھی بڑے عجیب انداز میں ہوا۔ آپ سفر پر جا رہے

تھے کہ راستے میں آپ کو ایک نابینا شخص ملا جو اللہ اللہ کرتا ہوا کہیں جا رہا تھا آپ نے اس شخص سے فرمایا تو اللہ کو کیا جانے؟ اگر تو اللہ کو جان لیتا تو زندہ نہ رہتا۔ یہ فرما کر آپ پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بعد جب آپ ہوش میں آئے تو آپ نے بیابان جنگل کا رخ کیا۔ وہاں پر آپ کے جسم میں بانس کی اس قدر پھانسیں چبھیں کہ جسم مبارک سے خون بہنے لگا اور خون کے ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ کے نام کا نقش ظاہر ہونے لگا اس کیفیت میں آپ کے مریدین آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے اور آپ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے

حکایت

حضرت سری سقطیؒ کے یہاں ان کی ایک شاگرد عورت رہتی تھی۔ اس عورت کا ایک لڑکا معلم کے پاس پڑھنے کے لیے جایا کرتا تھا۔ ایک روز معلم نے اس لڑکے کو کسی پن چکی پر بھیج دیا۔ وہ لڑکا وہیں پانی میں جا کر ڈوب گیا۔ معلم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت سری سقطیؒ کے پاس بھیجی۔ حضرت مع اپنے اصحاب کے لڑکے کی ماں کے پاس تشریف لے گئے اور پہلے اس سے صبر و رضا کے متعلق طویل باتیں کیں۔ آپ کی یہ باتیں سن کر عورت نے عرض کیا کہ یا حضرت ان باتوں سے آپ کا مدعا کیا ہے اور اس تلقین کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب کر مر گیا ہے۔ عورت نے کہا میرا بیٹا؟ آپ نے فرمایا ہاں تمہارا بیٹا۔ اس پر عورت نے عرض کیا ہرگز نہیں، حق تعالیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ حضرت نے پھر مکرر فرمایا کہ تمہارا بیٹا ڈوب کر مر گیا ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو آپ مجھے اس جگہ لے چلیں، میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ لوگ اسے لے کر نہر پر پہنچے اور بتایا کہ تیرا جگر گوشہ یہاں مردہ پڑا ہے۔ عورت نے اپنے بچے کو آواز دے کر پکارا "بیٹا محمد" لڑکے نے فوراً جواب دیا" حاضر ہوں ماں" یہ جواب سن کر عورت پانی میں اتر گئی اور اپنے بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکال لائی اور پھر اسے اپنے ساتھ لے کر گھر چلی گئی۔ اس واقعہ پر حضرت اور ان کے رفقاء حیران ہوئے۔ حضرت اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کے پاس تشریف

لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت جنید نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ عورت یادِ الٰہی سے اپنے کو ہر دم آراستہ رکھتی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ ہے اور جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی اطلاع دے دیتا ہے۔ بیٹے کی غرقابی کی اطلاع اسے نہیں ملی تھی۔ اس لیے اس نے اس پر یقین کرنے سے انکار کیا اور نہایت پختگی کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔

حکایت

منصور دوانقی جو اپنے وقت کا خلیفہ تھا اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ جاؤ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں حضرت کو قتل کر دوں۔ وزیر نے کہا، جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول ہے اور جس کا دنیا کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کو بلا سبب قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا انھیں ضرور لاؤ میں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے بہت سمجھایا مگر خلیفہ نے ایک نہ سنی آخر کار وزیر حضرت کی تلاش میں نکلا۔ خلیفہ نے غلاموں سے کہا کہ جس وقت حضرت آئیں اور میں سر سے ٹوپی اتاردوں تو تم انھیں قتل کر دینا۔ جب حضرت تشریف لائے تو منصور آپ کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اور آپ کو تخت پر بٹھا کر خود ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ غلام یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ منصور نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں! مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ مجھے پھر اپنے پاس نہ بلانا اور اب مجھے اجازت دو کہ جاکر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ سن کر خلیفہ نے حضرت کو بڑے اعزاز سے رخصت کیا جب حضرت تشریف لے گئے تو خلیفہ کانپ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا۔ جب ہوش آیا تو وزیر نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ خلیفہ نے کہا کہ جب حضرت تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہمراہ ایک اژدھا ہے جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اوپر ہے اور زبانِ فصیح سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے حضرت کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی تو میں تجھے اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ اس لیے میں اس اژدھے کے ڈر کے مارے کچھ نہ کہہ سکا بلکہ اس سے

معافی مانگی اور بیہوش ہو گیا ۔

شانِ ذکر میں کہتا ہوں کہ ذکر الٰہی سب سے اعلیٰ بندگی ہے، ذکر دل کی روشنی اور آنکھوں کا نور ہے۔ ذکر حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے، ذکر آئینہ مسلمانی ہے۔
ذکر دل کی فرحت اور سرور ہے۔ ذکر عاشقوں کے دلوں کا سوز ہے۔ ذکر حلاوتِ ایمان ہے ذکر حُبِ الٰہی کا خزانہ ہے، ذکر اسلام کی روح ہے، ذکر مومن کا معراج ہے۔ ذکر اللہ کے قُرب کا زینہ ہے، ذکر دکھوں کا مداوا ہے، ذکر گناہ اور لغزش کا تریاق ہے۔ ذکر مُردہ دلوں کی زندگی ہے۔ ذکر قبر کی روشنی ہے۔ ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔ ذکر رہنمائے جنت ہے ذکر اللہ سے دوستی ہے، ذکر ذریعۂ نجات ہے، ذکر متاعِ بے بہا ہے۔ ذکر شانِ بندگی ہے ذکر آتشِ عشق ہے۔ ذکر کوئے یار کی گدائی ہے۔ ذکر نوائے شوق کا بے تاب خزانہ ہے۔ ذکر زندگی کی مہک ہے۔ ذکر قلب و نظر کی آواز ہے، ذکر نغمۂ بہار ہے ذکر باغِ بہشت کا پروانہ ہے۔ ذکر طالبوں کی فریاد ہے، ذکر اسرارِ فقر ہے۔ ذکر شرابِ معرفت ہے۔ ذکر لذتِ آہِ سحر گاہی ہے۔ ذکر انسانی ضمیر کی آواز ہے ذکر سوز و مستی جذب و شوق ہے۔ گویا کہ ذکر ایسی دولت ہے جسے پا کر انسان بے نیاز ہو جاتا ہے ۔

باب ۶

مراقبہ

مراقبہ اعمالِ ولایت سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوستی کے لیے جن اعمال کو اپنائے بغیر چارہ نہیں ان میں سے ایک مراقبہ ہے۔ مراقبہ کا مطلب دل کی نگہبانی ہے۔ یعنی دل کی اس طرح حفاظت کی جائے کہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر خیال نکل جائے اور دل میں پوری طرح اللہ تعالیٰ کا خیال یعنی تصور سما جائے۔ بظاہر تو یہ کیفیت بڑی مشکل نظر آتی ہے مگر کثرتِ ذکر سے یہ حالت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اس وقت دنیا سے تعلق قطع کر لینا چاہیئے اور برائیوں پر نفس کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ بُرے لوگوں کی صحبت ترک کر دی جائے تب مراقبہ کی کیفیت ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی ورنہ کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائے گی اس لیے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلانے کے لیے مراقبہ بہت ضروری ہے۔

اہلِ تصوف نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مراقبہ کا مفہوم اخذ کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِيْبًا۝ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

(پ ۲۲، احزاب ۵۲)

اپنے ذہن میں ہر وقت اس بات کو راسخ کرنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اور میں جو کر رہا ہوں وہ اس کے علم میں ہے مراقبہ کہلاتا ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ بندہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اس احساس کو ہمیشہ قائم رکھنے کا نام مراقبہ ہے یہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ اس درجہ تک سالک کی رسائی ان

چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی، اعمال کا محاسبہ، جلد از جلد اصلاح حال، راہِ حق پر ثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے دلی لگاؤ کی نگہداشت، کسی سانس کو بیکار اور یونہی ضائع نہ کر دینا ہے۔ یہ پاس انفاس ہے۔ پس سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سالک کا نگران ہے۔ اس کے دل کے قریب ہے اور اس کے تمام احوال سے واقف ہے اور اس کی تمام باتیں سنتا ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ٥ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے (پ ۴، نساء ۱)

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ مراقبہ کے معنی پاسبانی اور نگہداشت کے ہیں۔ جس طرح سرمایہ اپنے شریک تجارت کے حوالے کر کے اس سے (نہ صرف) شرط کر لیتے ہیں بلکہ چوکس رہتے ہیں اور غافل نہیں رہتے اور اس کی ہر حرکت سے باخبر رہتے ہیں تاکہ خیانت نہ کرنے پائے اسی طرح نفس سے شرائط کے باوجود خبردار رہنا چاہیئے اور اس کی نگہبانی سے غافل نہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ ذرا سے تغافل سے نفس پھر اسی کاہلی اور شہوت پرستی کے زیر اثر اپنی اصلیت پر لوٹ آئے گا اور اسی سرکشی کا مظاہرہ کرنے لگے گا جو اس کی عام عادت ہے۔ مراقبے کا صحیح حق جبھی ادا ہو سکتا ہے کہ آدمی اس بات پر کامل یقین رکھے کہ حق تعالیٰ اس کے ہر فعل اور ہر خیال سے باخبر ہے۔ اس سے کوئی بات اور اس بات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں۔ لوگ تو صرف اس کے ظاہر سے واقف ہوتے ہیں لیکن حق تعالیٰ نہ صرف اس کے ظاہر بلکہ باطن سے بھی آگاہ ہے جس نے اس حقیقت کو پا لیا اور یہ عقیدہ اس پر غالب ہو گیا اس کا ظاہر آراستہ اور باطن پیراستہ ہو جاتا ہے بلکہ اس پر ایمان نہ رکھنے والا کافر ہے اور ایمان کے باوجود اگر اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ وہ (مذموم ترین) دلیری ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ٥ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے (پ ۳۰، علق ۴)

پس معلوم ہوا کہ مراقبہ کے لیے ضروری ہے کہ تمام اشیاء سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کے
حضور میں اپنی روح کو حاضر باش رکھے اور اسی سے ہر بات کی طلب رکھے۔
بعض صوفیاء نے مراقبہ سے قلب کی ایک خاص حالت مراد لی ہے جس میں اللہ تعالیٰ
کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ طریقہ جس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کے متعلق یہ خیال رکھے کہ دل میں جو کچھ ہے اور ظاہری طور پر بندہ جو عمل کر رہا ہے اسے
اللہ دیکھ رہا ہے اس طرح سے دنیوی آلائشیں ختم ہو جائیں گی اور انسانی طلب میں صرف
اللہ تعالیٰ کی ذات رہ جائے گی۔ اور یہی مراقبے کا مقصد ہوتا ہے۔

احادیثِ مراقبہ

حدیثِ جبرائیلؑ اہلِ تصوف کا کہنا ہے کہ حدیثِ جبرائیل میں سے مراقبے کا حکم اخذ
ہوتا ہے جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک
دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک نہایت سفید لباس اور نہایت
سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا۔ اس پر نہ کوئی سفر کا اثر تھا اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا
وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو مبارک سے اپنے زانو ملا کر اور اپنے ہاتھ زانوؤں پر رکھ کر
بیٹھ گیا۔ کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بتلائیے اسلام کیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی
دینا، نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور طاقت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج
کرنا۔ اس نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا اس پر ہم متعجب ہوئے کہ خود ہی پوچھتا ہے اور خود ہی
تصدیق کرتا ہے۔ پھر پوچھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے
فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت اور اچھی بری تقدیر کو دل سے ماننا۔ اس نے عرض کیا
آپ نے سچ فرمایا۔ پھر کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی

…ں عبادت کرنا گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ بھی دیکھ رہا ہو تو وہ تجھے دیکھتا ہے
پھر پوچھا کہ قیامت کے بارے میں بتائیے (کہ کب ہوگی) آپؐ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا گیا وہ
پوچھنے والے سے زیادہ باخبر نہیں۔ آنے والے نے عرض کیا کہ قیامت کی نشانیاں ہی بتا
دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے
…م، مفلس اور بکریاں چرانے والوں کو تعمیرات میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوئے دیکھو
…۔ پھر وہ سائل چلا گیا۔ کچھ دیر ٹھہر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ! جانتے ہو کہ
…ائل کون تھا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا
…ریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم شریف)

…مل طریقۂ عبادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد میں یہ فرمایا گیا ہے
کہ عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ
…ں تو اس امر کا پختہ یقین رکھو کہ وہ تو تمہیں ضرور ہی دیکھ رہا ہے۔ جب تک اس بات پر
…ا یقین نہ رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر بات کو جانتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اور تمہاری
…ر کت سے واقف اور ہر فعل سے باخبر ہے اس وقت تک تمہارا کوئی کام صحیح طور پر
…ام نہیں پا سکتا کیونکہ اسے غیر حاضر سمجھ کر تم ضرور من مانی کرنے لگو گے۔ اللہ تعالیٰ نے
…یا ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں" یعنی وہ تجھ پر ایسے ہی نگاہ
…ھتے ہیں جس طرح نہ رقیب رکھا کرتے ہیں بلکہ آدمی کا کمالِ اصلی تو یہ ہے کہ ہر وقت حق تعالیٰ
…مشاہدہ میں رہے۔ یعنی یوں سمجھے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ہر لحظہ اس کے پیشِ نظر ہے اور وہ خود ہمہ وقت
…ی تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔

…ندے کو اللہ کا دیکھنا

حضورؐ سے ایک حبشی نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے گناہ بے حساب
ہیں اگر میں توبہ کر دوں تو کیا مجھ جیسے گناہگار کی توبہ بھی قبول
…سکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور قبول ہوگی۔ حبشی نے کہا کیا خدا تعالیٰ مجھے گناہ

کرتے وقت بھی دیکھتا رہا ہے؟ فرمایا ہاں! وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ یہ سن کر حبشی نے ایک نعرہ مارا اور گرتے ہی جان بحق ہوگیا۔

اللہ کی یاد کا اجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے جہنم سے نکال لو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا یا ایک جگہ بھی مجھ سے ڈرا۔ (ترمذی)

لفظ اللہ کی حفاظت مراقبہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں وہ یہ ہیں کہ لفظ اللہ کے تصور کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ مجاہدہ کر اس کی معرفت کو پالے گا۔ جو مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب مدد چاہے تو صرف اللہ سے طلب کر اور جان لے کہ اگر تمام امت تجھے نفع دینے پر متحد ہو جائے تو تجھے وہی فائدہ پہنچائیں گے جو تیرے مقدر میں ہے اور اگر سب کے سب تجھے نقصان دینے پر ایکا کرلیں تو اسی قدر نقصان پہنچائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا۔ قلمیں اٹھا دی گئیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔ (ترمذی)

اللہ کا تصور رکھنا مراقبہ ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اسے مٹا دیگی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی)

اللہ بندے کے گمان سے قریب تر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان سے بھی زیادہ نزدیک ہوں جو وہ میرے

ذات سے رکھتا ہے جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر دل میں کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر اجتماع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

توجہ سے ذکر الٰہی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ دستہ بہت سا مالِ غنیمت لے کر بہت جلد واپس آگیا اس وقت کسی نے کہا گویا یہ لشکر گیا ہی نہ تھا اور ہم نے کسی فوجی دستہ کو اتنی جلدی فتح حاصل کرکے اتنا مالِ غنیمت لاتے نہیں دیکھا ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی قوم کی بابت نہ بتاؤں جو جلد اپنا کام بھی مکمل کرلے اور مال غنیمت بھی بہت حاصل کرے۔ وہ جماعت ایسے افراد کی ہے جو نماز فجر میں حاضر ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر طلوعِ آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہی لوگ زیادہ اجر وصول کرنے والے اور مقصد حاصل کرکے جلد لوٹنے والوں میں سے ہیں۔ (امام ترمذی)

سات آدمیوں پر اللہ کی رحمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ہوں گے جبکہ اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عادل حکمران، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پروان چڑھنے والا نوجوان۔ وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہتا ہے۔ وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے باہم محبت کرتے ہیں، اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ وہ شخص جسے خاندانی جمیلہ عورت گناہ کی طرف بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی جو اس قدر پوشیدگی سے صدقہ دیتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہیں ہوتا کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے

لگتے ہیں۔ (بخاری)

روایت عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف جارہا تھا کہ ایک جگہ تھوڑی دیر کے لیے ہم بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک چرواہا ادھر سے بکریاں لیے ہوئے گزرا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ ایک بکری میرے ہاتھ فروخت کردو۔ اس نے کہا یہ بکریاں میری ذاتی ملکیت نہیں ہیں کیونکہ میں تو غلام ہوں (اور صرف ان کا چرواہا ہوں) حضرت عمرؓ نے (اسے آزمانے کے لیے) فرمایا کہ مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا اٹھالے گیا تھا اسے کیا پتہ چلے گا (وہ کوئی دیکھ تھوڑا رہا ہے) چرواہے نے عرض کیا کہ وہ نہ جان سکے گا (اور نہ دیکھ سکے گا) تو کیا حق تعالیٰ بھی نہ جانے گا (اور نہ دیکھے گا) یہ سن کر حضرت عمرؓ زار زار رونے لگے۔ اس کے مالک کو بلوایا۔ غلام کی قیمت ادا کردی اور پھر اسے آزاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات سے جس طرح تو اس دنیا میں آزاد ہوا ایسے ہی اس جہان میں بھی نجات پائے گا۔

روایت اور جب زلیخا نے خلوت میں حضرت یوسفؑ کو اپنی طرف بلایا تو پہلے اس بُت کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جس کی وہ پرستش کیا کرتی تھی (یعنی وہ اسے دیکھ نہ سکے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا مرحبا اے زلیخا! تو پتھر کے اس بُت سے جو کہ صرف پتھر ہی ہے اس درجہ شرم رکھتی ہے اور (تیرا کیا خیال ہے کہ) میں اس ربِّ دوعالم سے شرم نہیں رکھتا جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور انھیں (ہر لحظہ) دیکھ رہا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ میں اپنی آنکھوں کو برائی سے نہیں بچا سکتا، کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے؟ فرمایا بس یہی کہ تو اس بات کو ذہن نشین کرلے کہ جس قدر تو کسی کو دیکھ سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ حق تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بہشت میں جو خاص وادی عدن کے نام سے موسوم ہے وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو گناہ کا ارادہ کریں لیکن پھر میری شرم کی

...ہ سے اس کے مرتکب نہ ہوں۔

حکایت ایک مرید اپنے پیر کامل کا خاص طور پر منظورِ نظر تھا اور پیر ہمیشہ دوسرے مریدوں کی نسبت اس پر زیادہ مہربان رہتا تھا۔ یہ سلوک دوسرے مریدوں ...لیے باعثِ غیرت بنا ہوا تھا۔ پیر نے (جو مریدوں کو مبتلائے رشک دیکھا) تو ایک دن ...مرید کو ایک ایک پرندہ دے کر کہا کہ اسے کسی ایسی جگہ لے جا کر ذبح کر کے لاؤ جہاں تمھیں ...ا دیکھ نہ رہا ہو۔ ہر مرید کسی تنہائی کے مقام پر گیا (اور دوسروں سے نظر بچا کر) اپنی اپنی ...یا کو ذبح کر کے لے آیا۔ لیکن وہ مرید پرندے کو زندہ ہی واپس لے آیا۔ پیر نے کہا تو اسے ...ح کر کے کیوں نہیں لایا؟ مرید نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں کوئی بھی مجھے نہ دیکھ ...و۔ کیونکہ حق تعالیٰ مجھے ہر جگہ دیکھتا ہوا دکھائی دیا۔ تب پیر نے ان دکم نظر مریدوں ...ہا کہ اب تم خود ہی اس مرید کے مرتبہ و مقام کا اندازہ کر لو کہ یہ تو ہمیشہ مشاہدۂ الٰہی میں ...ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی طرف ملتفت ہونا ہی نہیں۔ لہٰذا اس سے غافل ...یں ہونے پاتا۔ اسے تو خدا اپنی طرف دیکھتا نظر آیا اور تمھاری خود بینی نے تمھیں اپنے ...پ میں مگن رکھا۔

مسلکِ صوفیاء

... جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مراقبہ میں ثابت قدم رہا اسے صرف اللہ کے ہاں اپنے حظ کے ...ہو جانے کا ڈر ہو گا کسی اور کے ہاں نہیں۔

... ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ احکامِ خداوندی کا لحاظ رکھنے سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور ...سے ظاہر و باطن میں خلوص پیدا ہوتا ہے۔

... ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کی علامت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کو پسند کرے ...ا اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا، ان چیزوں کی تعظیم کرے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعظیم کی اور

ان چیزوں کو حقیر جانے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حقیر جانا۔

حضرت ابوالقاسم بغدادیؒ کا قول ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو دیکھتے
اپنے باطن کا دھیان رکھنا مراقبہ ہے۔

ابن عطار رح سے پوچھا گیا کہ افضل ترین عبادت کونسی ہے؟ تو فرمایا کہ ہر دم ا
نگاہ میں رکھنا۔

واسطیؒ فرماتے ہیں کہ بہترین عبادت یہ ہے کہ تو اپنے اوقات کی حفاظت کرے اس
کہ اپنی حدود کے سوا کسی چیز کی طرف نہ جھانکے۔ نہ اپنے رب کے سوا کسی اور کو نگاہ میں ر
اور اپنے وقت کے سوا کسی اور کا ساتھ نہ دے۔

ایک مرتبہ حضرت جریریؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف کے معاملہ کی بنا دو باتوں پر ہے۔
یہ کہ تو اپنے نفس پر لازم کرے کہ وہ ہمیشہ اللہ کو نگاہ میں رکھے اور اس علم کا اثر تمھارے
پر موجود ہو۔

حضرت جریریؒ کا ایک اور قول ہے کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ
مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ شخص کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

نصر آبادیؒ فرماتے ہیں کہ امید تجھے اطاعت پر تحریک کرتی ہے اور خوف تجھے معصیت
کام سے دور لے جاتا ہے اور مراقبہ تجھے حقائق کی راہ تک پہنچا دیتا ہے۔

جعفر بن نصیرؒ سے مراقبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر خیال جو دل میں پیدا ہو
بندہ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اپنے باطن کے دا
خیال رکھے، یہی مراقبہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوحفصؒ نے حضرت ابوعثمانؒ سے فرمایا کہ جب تم لوگوں کو وعظ و نص
کرنے کے لیے بیٹھو تو دل اور نفس کو نصیحت کرو، اپنے پاس لوگوں کا ہجوم دیکھ کر د
میں نہ پڑو کیونکہ لوگ تو صرف تمھارا ظاہر دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمھارا باطن دیکھتا

حضرت ابو سعید خراز کے پیر طریقت نے فرمایا ہے کہ اپنے باطن اور مراقبہ کا ہر دم لحاظ رکھو۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں جنگل میں جا رہا تھا، یکایک میرے پیچھے سرسراہٹ سی آواز سنائی دی جس سے میں ڈر گیا۔ میں نے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر نہ مڑا۔ پھر دیکھا کہ کوئی چیز میرے کندھے پر کھڑی ہے پھر وہ ہٹ گئی مگر میں بدستور اپنے باطن کو نگاہ میں رکھے رہا۔ پھر جو مڑ کر دیکھا تو وہ ایک بڑا درندہ تھا۔

حضرت یوسف اسباطؒ کا ارشاد ہے کہ مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں۔ خدا کی پسندیدہ چیز کو مرغوب رکھنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک عزم رکھنا۔ قلت و کثرت کو منجانب اللہ تصور کرنا اور اللہ کے ساتھ راحت اور سکون حاصل کرنا، مخلوق کے میل جول سے بچنا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔

حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ نے مراقبہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ بندہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اگر یہ کیفیت ہمیشہ قائم ہو جائے تو مراقبہ کہلائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مراقبہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے اور اس درجہ تک سالک کی رسائی نیک اعمال کے بغیر نہیں ہوتی۔

حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کا قول ہے کہ مراقبے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے دل سے ہر چیز کو نکال دے اور دنیا سے میل جول ترک کرے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس قدر محو ہو جائے کہ تجھے چاروں طرف حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دے۔

حضرت جلال الدین بخاریؒ کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس بات کو جانے کہ حق تعالیٰ مجھ پر مطلع ہے اور مجھے دیکھتا ہے، نہ یہ کہ سر کو زانو پر رکھ کر بیٹھا رہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کا قول ہے کہ خالق کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنے کی وجہ سے مخلوق کی دید کو بالکل بھول جانا مراقبہ ہے۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے، جس کو کماحقہ بہت کم لوگوں نے حاصل کیا ہے اور میں نے اس طریقہ میں یہ معلوم کیا ہے کہ

نفس کی مخالفت کرو اور سنت کی پوری طرح اتباع کرو۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے اور جب آنحضرت قدس سرہٗ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہم صرف حصولِ دولت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہو کر مقصودِ حقیقی سے جاملو۔ اصحاب تکمیل وارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصلِ الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد ان کو دودھ سے روکتے ہیں اور محرمِ بارگاہِ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلاواسطہ پیر کے براہِ راست حضرتِ عزت وجلت قدرتہ سے فیض حاصل کرنے لگیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا ارشاد ہے کہ اپنے فعل وقدرت اور اپنے اوصاف واحوال سے جدا ہو کر فیضانِ الٰہی کے منتظر رہنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

آپ ہی نے مراقبہ کے بارے میں مزید فرمایا ہے کہ مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظارِ طلب میں صفائی مقصود ہوتی ہے اس حالت میں کہ طالب اسی قوت اور طاقت سے نکل گیا ہوا اور خدائے جل شانہ کے لقاء کا مشتاق اور اس کی خواہش میں مستغرق ہوا ہو دل ذکرؔ اور قوت کی دید کوشش کا غبار ہے اور آستانہ کا انتظار کرنا حق کی کشش ہے۔ ایسا مراقبہ سوائے منتہی یا قریب الانتہاء شخص کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لیے ابوالجناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ نے ان دس خصلتوں میں سے جن میں موت بالارادہ کو بیان کیا ہے اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو اپنی طاقت اور قوت کی دید سے نکال کر انتظار میں رہنا چاہیئے۔ وہ تمام مراقبات

جو مطلوب کو مثالوں اور خیال کی شکل میں مقید کر کے پیش کرتے ہیں۔ اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے دل کو دنیا کی ہر چیز کی طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا مراقبہ ہے۔ مراقبہ دل کا نگہبان ہے اس لیے ہمیشہ مراقبہ کے ذریعے اپنے دل کی ماسوی اللہ تعالیٰ کے حفاظت کرو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے مریدوں کو کثرتِ ذکر اور مراقبہ کی پابندی کی تلقین کیا کرتے تھے اور خود بھی نماز تہجد کے بعد فجر کی نماز تک مراقبہ فرماتے۔

اللہ کے سوا ہر چیز سے توجہ ہٹانا مراقبہ ہے

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو خلق سے اس درجہ غافل ہو کہ صرف اپنے ہی حال میں مشغول ہو؟ فرمایا ہاں! ایک ایسے شخص سے واقف ہوں اور یہ لو وہ سامنے آ ہی رہا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو حضرت عتبہ انعلام تشریف لا رہے تھے۔ جب وہ قریب گئے تو عبدالواحد نے ان سے پوچھا کہ آپ نے راستے میں کون کون سے اشخاص کو دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی بھی شخص کو راستے میں نہیں دیکھا۔ حالانکہ جس راہ سے وہ تشریف لائے تھے وہ عام آمد و رفت کی راہ ہی نہ تھی بلکہ راستے میں بازار بھی پڑتا تھا۔

حضرت یحییٰؑ

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ایک عورت کے قریب سے گزر ہوا تو اس پر اپنا ہاتھ دے مارا اور اس پر گر پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ تو فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ شاید دیوار ہے۔

حکایت

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میرا گزر ایک گروہ کے قریب سے ہوا۔ وہ لوگ تیر اندازی میں مشغول تھے لیکن ایک شخص ان سے کافی فاصلے پر تن تنہا بیٹھا ہوا تھا میں اسی کی طرف ہو لیا تاکہ اس سے کچھ بات چیت کروں۔ اس نے کہا باتوں میں کیا

دھرا ہے، اس سے ذکرالٰہی بہتر ہے۔ میں نے کہا اے شخص! تو اکیلا یہاں بیٹھا ہے! بولا یہ تم کیسے کہتے ہو؟ میں اکیلا نہیں ہوں میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور دو فرشتے بھی تو میرے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا اس قوم پر کسی نے سبقت بھی حاصل کی؟ کہا کیوں نہیں! جسے حق تعالیٰ نے بخش دیا۔ آخر میں نے پوچھا راستہ کدھر ہے؟ وہ بندۂ خدا آسمان کی طرف منہ کرکے اٹھ کھڑا ہوا (یعنی اشارہ کرتے ہوئے کہ راستہ تو وہی ایک ہے) اور جاتے جاتے یہ الفاظ کہتا گیا کہ بارِ خدایا! تیری مخلوق میں بہت سے لوگ ہیں کہ تجھی سے دور رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

حکایت عبداللہ بن خفیفؒ کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے پتہ و نشان دیتے ہوئے بتایا کہ صور کے مقام پر ایک بوڑھا اور ایک نوجوان ہمیشہ مراقبے میں بیٹھے رہتے ہیں۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دو شخص قبلہ رُو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں تین بار سلام کیا۔ لیکن انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں نے کہا تمھیں خدا کا واسطہ ہے میرے سلام کا جواب تو دو۔ جوان نے سر اوپر اٹھایا اور کہا اے ابنِ خفیف! یہ دنیا بہت کم ہے (یعنی چند روزہ ہے) اور اس تھوڑی سی مدت میں بہت سا حصہ (زادِ آخرت کے طور پر) حاصل کرنا ہے، کیا تو اس کام سے فارغ ہو گیا جو یہاں ہمیں سلام کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر پھر مراقبے میں چلا گیا۔ مجھے بھوک اور پیاس نے تنگ کر رکھا تھا لیکن اس کی یہ بات سُن کر مجھے بھوک اور پیاس یاد تک نہ رہی۔ اور میں ہمہ تن انھی میں محو ہو کر رہ گیا اور وہیں ٹھہر گیا

ظہر اور عصر کی نماز ان کے ساتھ ہی پڑھی اور پھر کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ انھوں نے کہا اے ابنِ خفیف! ہم اہلِ مصیبت ہیں ہم کسی کو نصیحت کیا کریں گے؟ میں تین دن تک وہیں رہا اور ہم میں سے کسی نے بھی اس عرصے میں نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ ہی کوئی لمحہ بھر کے لیے سویا۔ آخر میں نے دل میں کہا کہ کیوں نہ ان کو خدا کی قسم دوں کہ مجھے نصیحت کرو۔ (میرے دل کی بات گویا ان لوگوں نے سن لی) جوان نے پھر ایک بار سر اٹھایا اور کہا کہ

صحبت کے متلاشی ہو تو کسی ایسے بزرگ کی صحبت تلاش کرو جس کا دیدار تمھیں حق تعالیٰ کی یاد دلائے اور اس کی ہیبت و جلال کا نقش تیرے دل پر پختہ ہو جائے اور وہ بزرگ تمھیں نصیحت کرے تو زبانِ کردار سے کرے نہ کہ زبانِ گفتار سے۔

حکایت امام ابوالقاسم قشیری نے لکھا ہے کہ میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی حاکم کا ایک وزیر تھا۔ ایک روز وہ وزیر کے سامنے کھڑا تھا کہ اس نے نوکر کی طرف جو وہاں کھڑا تھا نگاہ کی۔ مگر کسی بری نظر سے نہیں اس لیے کہ اس نے اس کی کوئی حرکت یا آواز محسوس کی تھی۔ اتفاقاً حاکم نے اس وزیر کو اس حالت میں دیکھ لیا اس سے وزیر کو ڈر ہوا کہ کہیں حاکم یہ نہ سمجھ لے کہ اس نے اس کی طرف بری نظر سے دیکھا ہے لہٰذا اس نے اسی طرز پر امیر کو بھی دیکھنا شروع کر دیا اس کے بعد جب کبھی بھی یہ وزیر حاکم کی خدمت میں آتا تو ایک طرف دیکھتا رہتا۔ تا آنکہ حاکم کو خیال ہوا کہ وزیر کی عادت ہی اس طرح سے دیکھنا ہے اور حاکم کے دل سے وہ خیال جاتا رہا۔

یہ تو اس مراقبہ کا حال ہے جو ایک مخلوق کا دوسری مخلوق کے لیے ہے لہٰذا اگر بندہ آقا کے لیے مراقبہ کرے تو پھر کتنی اچھی بات ہے۔

مراقبہ کی اہمیت حضرت خواجہ گیسو دراز فرمایا کرتے تھے کہ بہت زیادہ نفل نماز پڑھنے سے مراقبہ زیادہ بہتر ہے اور ذوق و راحت جو میسر آئے رہ جیت ہے۔ اسی طرح صوفیاء کے نزدیک وضو میں حضوری اور شگفتگی یہ ہے کہ اعضو کو دھونے کے وقت متصل اور علیحدہ سمجھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بغیر وضو کے آدمی کو ہرگز نہیں سونا چاہیئے اور حالتِ بیداری کے فوراً بعد دوبارہ وضو کر لینا چاہیئے۔ اسی طرح ...ولے کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ مسنون ہے۔

حضرت بشر حافیؒ کا مراقبہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بشر حافی عالمِ مراقبہ میں پوری رات گھر کے دروازے پر ایک قدم اندر اور ایک باہر رکھے کھڑے رہے۔ پھر ایک مرتبہ مراقبہ ہی کے عالم میں چھت پر چڑھتے ہوئے پوری رات سیڑھیوں ہی پر کھڑے گزار دی اور جب نمازِ صبح کے وقت آپ اپنی ہمشیرہ کے یہاں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ فرمایا کہ میں اس تصور میں غرق ہوں کہ بغداد میں دو غیر مسلموں کے نام بھی بشر ہیں اور میرا نام بھی یہی ہے لیکن نہ جانے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولتِ اسلام سے کیوں نوازا اور انھیں کیوں محروم رکھا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا مراقبہ حضرت ابو موسیٰ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا؟ فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا کیے جو آپ پر بھی منکشف ہیں اور ظاہر میں بھی اس کی علامتیں پائی جاتی ہیں اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے بہت کوشش کی کہ تمھیں دینے کے لیے کوئی چیز مل جائے لیکن نہیں مل سکی۔

حضرت خواجہ امکنگی کا واقعۂ مراقبہ پیر محمد خان نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ سمرقند پر چڑھائی کی۔ باقی محمد خان حاکمِ سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ حاکمِ سمرقند گھبرایا ہوا حضرت مولانا خواجہ امکنگی کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کا طالب ہوا۔ حضرت نے خود پیر محمد خان کے پاس جا کر نصیحت کی کہ مخلوقِ خدا کے قتل و غارت سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ۔ مگر وہ صلح پر

راضی نہ ہوا۔ حضرت خفا ہو کر واپس آئے اور باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے توبہ کرے کہ آئندہ خلقِ خدا پر کبھی ظلم نہیں کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو فتح پائے گا۔ باقی محمد خان نے عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی ظلم و ستم نہیں کروں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا جاؤ اور حملہ کر دو۔ تمہاری سلطنت تمہیں مبارک ہو۔ حضرتؒ نے باقی محمد کی پیٹھ پر دستِ شفقت رکھا باقی محمد رخصت ہوا اور اس کے پیچھے حضرت مولانا درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے شہر کے کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو بیٹھے اور بار بار سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اسی اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی خان نے فتح پائی اور پیر محمد مارا گیا اس وقت مولانا مراقبہ سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے۔

مراقبہ کی خبر کا مقام

حضرت شیخ عثمان زندہ پیرؒ کی خدمت میں دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے باہمی نزاع کے متعلق انصاف فرمائیں۔ آپ نے فریقین کے بیانات سُنے اور جو فیصلہ فرمایا وہ مسلمان جاٹ کے حق میں تھا۔ اس پر ہندو فریق بہت چلّایا کہ آپ نے اپنی ملّت کا پاس کیا ہے اور مجھے کافر ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر مراقبہ فرمایا اور اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ تم دونوں کی بیویاں اس وقت حاملہ ہیں۔ جو سچا ہے اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ دونوں نے منظور کر لیا۔ تھوڑے دن بعد ہندو فریق کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور مسلمان فریق کے ہاں لڑکا۔ اس وقت دونوں کا جھگڑا ختم ہوا اور اس عدالت کی سچائی اور انصاف پروری کا سکّہ بیٹھ گیا۔

مراقبے کا کمال

حضرت ابوالحسن نوریؒ عبادت کے دوران اس قدر مگن ہوتے تھے کہ گرد و پیش کے ماحول سے آپ قطعی بے خبر ہوتے تھے۔ ابوالحسن نوریؒ سے زیادہ کسی ولی اللہ کو اس کیف و وجد کی حالت میں نہیں دیکھا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ نے آپ کو کچھ اس طرح محوِ مراقبہ پایا کہ ان کے جسم کا ایک رواں تک حرکت نہیں

کر رہا تھا۔ حضرت نوری کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے حضرت شبلیؒ نے سوال کیا
"آپ نے مراقبے کا یہ کمال کس سے حاصل کیا ہے؟"

اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ میں نے مراقبے کا یہ کمال ایک بلی کو دیکھ کر حاصل کیا ہے جو ایک مرتبہ کسی چوہے کے بل کے سامنے مجھ سے بھی زیادہ بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی جبکہ میں تو پھر بھی انسان ہوں اور خدا سے محبت کا دعویدار ہوں۔ آپ کی بات سن کر حضرت شبلیؒ لاجواب ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ پر مراقبے کا اثر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ بلخ تشریف لے جا رہے تھے تو شہر بسطام میں عارضی قیام کے دوران آپ کی ملاقات بایزید بسطامیؒ سے ہو گئی۔ بایزید نے یحییٰ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جس پر انھوں نے جواب دیا کہ یحییٰ بن معاذ رازی۔ اس پر بایزید فرمانے لگے کہ تمھاری شکل و صورت مجھے کچھ شناسا سی لگتی ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تمھیں کہیں دیکھا ہے۔

بایزید بسطامی کا یہ مشفقانہ انداز دیکھ کر یحییٰ بن معاذ کو بہت روحانی خوشی ہوئی اور انھوں نے بایزید سے دریافت فرمایا کہ کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں؟ بایزید نے کہا میں تو خود ہی چاہتا تھا اور کافی عرصہ سے تمھارا انتظار کر رہا تھا۔

چنانچہ یحییٰ بن معاذ مستقل طور پر بایزید کے پاس ہی رہنے لگے۔ اس دوران یحییٰ کا یہ اصول رہا کہ وہ بایزید بسطامی کے معمولاتِ زندگی کا بغور مشاہدہ کرتے اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش بھی کرتے۔

ایک دن یحییٰ بن معاذ حسبِ معمول بایزید کے پاس بیٹھے ان کی تعلیمات سے مستفید ہو رہے تھے کہ اچانک بایزید نے آپ سے سوال کیا کہ یحییٰ! میرے پاس رہ کر تمھیں کچھ حاصل بھی ہوا ہے یا یونہی بیکار وقت گزارنے کا احساس ہو رہا ہے؟

یحییٰ بن معاذ نے جواب دیا اعلیٰ حضرت! آپ کی نظر التفات کے بغیر مجھے بھلا کیا حاصل ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ مجھے کچھ عطا کرنا چاہیں تو یہ میری خوش بختی ہوگی۔ بایزیدؒ نے کہا کہ دراصل میں تو دبھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اپنی پوری توجہ میری جانب مرکوز رکھو۔

چنانچہ اس روز کے بعد یحییٰ بن معاذ نے بایزید بسطامی کے معمولاتِ زندگی پر پوری توجہ مرکوز کر دی اور ان کے ہر فعل کا بغور جائزہ لینے لگے۔ بایزید بسطامی جب مراقبے میں مشغول ہوتے تھے تو ان کی حالت دیدنی ہوتی تھی۔ آپ عشا کی نماز کے بعد پنجوں کے بل ایڑیاں اٹھا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر جب صبح کا اجالا پھیلنے لگتا تو دیوار یا کسی درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد دوبارہ سجدے میں چلے جاتے تو یہ خاصا دراز ہوتا تھا۔ سجدے سے سر اٹھانے کے بعد آپ طویل دعا مانگتے تھے۔

ایک روز بایزید بسطامی طویل سجدے کے بعد دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! تجھ سے ایک قوم نے تجھ کو طلب کیا۔ تو نے اس کی دعا قبول کی۔ اس کو پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، زمین کو طے کرنا اور ماہیت کو بدل دینا بطور کرامت سکھایا اور وہ اس پر راضی بھی ہو گئی لہٰذا میں ان تمام باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

ابھی آپ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ آپ کی نظر یحییٰ بن معاذ پر پڑ گئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

یحییٰ نے جواب دیا "میں آپ کے در کا درباری ہوں یحییٰ بن معاذ"

بایزید نے پھر سوال کیا "تم یہاں کب سے کھڑے ہو؟"

"میں یہاں بہت دیر سے کھڑا ہوں" یحییٰ بن معاذ نے جواب دیا۔

آپ کا جواب سن کر بایزید بسطامی تو خاموش ہو گئے مگر یحییٰ بن معاذ نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور بایزید سے دریافت کیا کہ اعلیٰ حضرت! یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے کیا مجھے اپنی اس کیفیت کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے؟ میں اکثر سوچتا ہوں کہ آپ اتنی دیر

مراقبے کی حالت میں اور پھر سجدے میں کیوں پڑے رہتے ہیں؟ بایزید بسطامی کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمانے لگے۔

سنو یحییٰ! مراقبہ کے دوران مجھے قدرت نے آسمانوں کی سیر کرائی ہے پھر غیب سے مجھے آواز آئی کہ بتا تجھے کونسی شے پسند ہے تاکہ وہی تیرے حوالے کردی جائے؟ میں نے جواب میں کہا کہ اے میرے خدا! تیری قدرت دیکھ کر میں حیران ہوں کہ تجھ سے کیا شے مانگوں، میرے اس سوال پر غیب کی طرف سے مجھے مطلع کیا گیا کہ تو اے بایزید! اللہ کے محبوب اور پیارے بندوں میں شامل ہے اور تو جس طرح صدق دل سے اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے قدرت نے بہت پسند کیا ہے۔

بایزید بسطامیؒ نے یحییٰ بن معاذ کو مراقبے کے دوران کی ساری کیفیت بتا کر کہا کہ آسمانوں کی سیر اور غیب سے آنے والی آواز نے مجھے رشک میں مبتلا کر دیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کی باتیں سن کر حضرت یحییٰ بن معاذ پر عشق الٰہی کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا اور تلاشِ حق میں محو ہو گئے۔

حضرت ابن عربی کا مراقبہ

ایک مرتبہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے مراقبہ میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام کتاب فصوص الحکم نامی جو کہ وحدت الوجود کے مسئلہ پر مشتمل ہے، اپنے دستِ مبارک میں لیے ہوئے ہیں اور شیخ کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو مسئلہ وحدتِ وجود کے بیان میں تصنیف کراؤ کہ ذاتِ مطلق واحد ہے جس نے کہ ذات اور اسماء اور صفات سے مختلف تعینات اور لباسوں میں ظہور فرمایا ہے۔ پس انھوں نے بموجب تعمیلِ حکم کتاب مذکورہ تصنیف کی اور مسئلہ مذکور کو اس میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کامل انسانوں میں اپنے سارے اسماء کو ظاہر کر دیا ہے جیسے آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے تمام اسماء ربانی ظاہر ہوتے ہیں۔

مراقبہ کیا ہے؟ کسی نے حضرت ذوالنون سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت میں پہنچتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ پانچ باتوں سے۔ ایک استقامت جس میں کمی نہ ہو، دوسرے اجتہاد جس میں سہو نہ ہو، تیسرے ظاہر و باطن میں خدا تعالٰے کا مراقبہ، چوتھے موت کی انتظاری، پانچویں نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اس سے حساب لیا جائے۔

اہلِ تقویٰ کا مراقبہ

نیک اور متقی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جنھیں پختہ یقین ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کے حال سے پوری طرح باخبر ہے اور ہر وقت دیکھ رہا ہے اور اس سے حد درجہ شرم رکھتے ہیں لیکن وہ عظمت و جلالِ خداوندی میں اس طرح مستغرق نہیں ہوتے کہ اپنی ذات اور احوالِ عالم ہی سے بے خبر ہو جائیں۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو بالکل اکیلا کوئی کام کر رہا ہو اور ننگا ہو لیکن اگر کوئی بچہ بھی اس حالت میں وہاں آ جائے تو اس سے شرما کر اپنے اختیار سے اپنے آپ کو چھپالے یا ڈھانپ لے۔ اور اول الذکر کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے کہ جس کے سامنے اچانک بادشاہ آجائے اور وہ اس کی ہیبت و دبدبہ سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پس جو شخص اس درجہ پر ہو اسے اپنے احوال و خطرات اور حرکات و سکنات کا مراقبہ اور خیال رکھنا لازم ہے اور جس کام کو بھی ہاتھ ڈالے پہلے اسے دو نظروں سے دیکھے۔ اور ان میں سے پہلی نظر تو کام کی ابتدا کرنے سے بھی پہلے ہوتی ہے یعنی جونہی اس کام کا خیال آئے، اسی وقت اس پر غور کرے اور دل کو مراقبہ میں ڈال دے کہ اس میں کیا خیال ظاہر ہو رہا ہے پھر اس خیال پر غور کرے کہ آیا اس کا ظہور پذیر ہونا بجائے خود حق تعالٰے کے لیے ہی ہے یا نہیں؟ (یعنی پہلی نظر ہے) اور پھر اگر اسے راہِ خدا کے شایانِ شان پائے تو کرے اور اگر دیکھے کہ اس میں خواہشِ نفس کارفرما ہے تو اس سے پرہیز کرے اور حق تعالیٰ سے شرم

کرے اور اپنے آپ کو ملامت کرے کہ ابھی تک دل ایسے کاموں کی طرف راغب ہونے کی جرأت رکھتا ہے جن کا تصور بھی اس میں نہ ہونا چاہیئے۔ گویا کہ اس کے مآل اور ذلت و خواری کے تمام پہلوؤں پر نگاہ ڈالے۔ سوچے اور پھر آخری فیصلہ کرے۔ پس دل میں گزرنے والے ہر اندیشے کی ابتدا ہی میں یہ مراقبہ فریضے کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ تمام حرکات وسکنات جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے ان کے بارے میں تین سوال اس سے کیے جائیں گے:۔

(۱) کیوں؟ (۲) کیسے؟ (۳) کس لیے؟

ان میں سے "کیوں" کا مطلب یہ ہوگا کہ فلاں کام کیوں کیا؟ یعنی پوچھیں گے کہ تجھ پر یہ فرض کر دیا گیا تھا کہ تو جو کام بھی کرے گا خدا کے لیے کرے گا۔ اب یہ بتا کہ تو نے کیوں کیا تھا؟ کیا خدا کے لیے کیا تھا یا شیطان کو خوش کرنے کے لیے یا اپنے نفس کی تسکین کے لیے؟ اگر اس میں ماخوذ ہونے سے بچ گیا تو "کیسے" کی باری آئے گی۔ یعنی پوچھیں گے کہ تو نے یہ کام کس طرح سے سر انجام دیا؟ کیونکہ ہر کارِ خیر کے لیے کچھ آداب اور شرائط مقرر ہیں جن کا علم لازمی ہے (جسے علمِ شریعت کہتے ہیں) اب تو بتا کہ تو نے جو اس کام کو کیا تو آیا علم کے مطابق کیا یا جہالت کی آسانی کا سہارا لیا اور جاہلوں کی طرح اسے انجام دیا؟ اگر اس مواخذہ سے بھی بچ نکلا تو "کس لیے" کا سوال ہوگا۔ یعنی پوچھیں گے کہ تجھ پر واجب کر دیا گیا تھا کہ تو ہر کام کو پورے خلوص کے ساتھ صرف حق تعالیٰ کے لیے کرے گا۔ اب تو بتا کہ تو نے اسے کس واسطے کیا؟ آیا تو نے حق تعالیٰ کے لیے کیا تاکہ اس کا ثواب و اجر تجھے ملے۔ یا محض ریاکاری سے کیا تھا (تاکہ فلاں شخص دیکھے اور دادِ تحسین دے؟) اگر ریا سے کیا تھا تو اجر اسی سے طلب کر جس کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ اگر دنیا کے لیے کیا تھا تو اجر و ثواب کو باطل سمجھ کر اس صورت میں تو اس کا حقدار ہی نہیں اور اگر کسی دوسرے کے لیے (غیر اللہ کی خاطر) کیا تھا تو تجھے عذاب و عقوبت میں گرفتار رہنا ہوگا۔ کیونکہ ہمارا حکم بالکل واضح اور صاف تھا۔

کہ یاد رکھو عبادت جو کہ (شرک سے) خالص ہو صرف اللہ کے لیے سزاوار ہے۔ نیز بتا دیا گیا تھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ پس جو کوئی اس حقیقت کو پائے گا وہ اگر عقلمند ہو گا تو دل کے مراقبے سے کبھی غافل نہ رہے گا۔ اور اس حقیقت کی اصلیت یہی ہے کہ خاطر اول (یعنی دل میں پیدا ہونے والے پہلے خیال) پر ہی کڑی نظر رکھے کیونکہ اگر (اس کے خراب ہونے کی صورت میں) اس کو اسی وقت دفع نہ کرے گا تو دل اس کی طرف راغب ہوتا جائے گا پھر یہ رغبت اسے ہمت دلائے گی (یعنی اس کے ارتکاب پہ دلیر کرے گی) پھر یہ ہمت قصد و ارادہ کی شکل اختیار کر لے گی اور بالآخر اعضاء اس کی تعمیل میں لگ جائیں گے اور وہ کام صادر ہو کر رہے گا۔ اسی لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس وقت تو دیکھے کہ کسی کام کی ہمت تیرے دل میں پیدا ہوتی جا رہی ہے اسی وقت خدا سے ڈر اور اس سے پرہیز کر۔

یاد رہے کہ اس بات کی پہچان حاصل کرنا کہ کونسا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور کونسا نفس کی طرف سے ہوتا ہے، بجائے خود ایک علم ہے اور نہایت مشکل علم لیکن بہت ضروری، اور جس میں خود اس کو پہچاننے کی طاقت نہ ہو اسے چاہیے کہ کسی عالم پرہیزگار (یعنی عالم باعمل) کی صحبت میں رہے تاکہ اس کی صحبت کے نور سے اسے رہنمائی حاصل ہو اور دنیا دار علماء سے خدا کی پناہ مانگے (اور ان کے قریب بھی نہ بھٹکے) کہ شیطان نے اپنی نیابت انھی کو تو سونپ رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ "اے داؤدؑ! اس عالم کی صحبت سے ہمیشہ دور رہ جسے دنیا کی محبت نے مست و مدہوش کر رکھا ہو۔ اس سے ہرگز کوئی بات نہ پوچھو کہ وہ تمھیں میری محبت سے بھی محروم کر دے گا کیونکہ یہ دنیا دار عالم وہ ڈاکو ہیں جو میرے بندوں کے دین کو لوٹ رہے ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو شبہ کی چیزوں میں تیز بین اور دور اندیش ہو اور اس کی عقل کو شہوت کا غلبہ نہ مار سکے (یعنی جو مشتبہ اشیاء کو فوراً بھانپ

لے اور شہوت کے زور میں بھی عقل کا دامن نہ چھوڑے) کمالِ آدمیت تو یہی ہے کہ ان ہر دو میں آدمی کو کامل دسترس حاصل ہو یعنی بصیرت ناقد کے نور سے حقیقتِ حال کو پہچان لے اور پھر عقلِ کامل کی مدد سے شہوت کو دفع کرے اور یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں کہ جس کے پاس شہوت کو دفع کرنے والی عقلِ کامل نہ ہو اس کے پاس بصیرتِ ناقد بھی نہیں ہوتی جس سے شبہات کا اندازہ کر سکے اور اسی لیے حضور نے فرمایا کہ "جس نے گناہ کیا اس کی عقل اس سے جدا ہوئی کہ پھر واپس نہ آئی" (یعنی عقل ماری گئی جبھی تو گناہ کیا اور اگر واپس آجاتی تو بھی گناہ سے باز رہتا)

حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ عمل تین طرح کے ہوتے ہیں :

۱۔ حق روشن یعنی جس کا حق ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل بجالانا چاہیئے

۲۔ باطلِ روشن یعنی جس کا باطل ہونا صاف ظاہر ہو اور ایسا عمل نہ کرنا چاہیئے (بلکہ اس سے کنارہ کش رہنا لازم ہوتا ہے)

۳۔ مشکل یا مشتبہ یعنی جس میں کوئی اشکال، پیچیدگی یا شک وشبہ پایا جائے اور ایسا عمل (انجام دینے یا ترک کرنے سے پہلے) کسی عالم سے پوچھ کر کرنا چاہیئے (یا ترک کرنا چاہیئے)

دوسری نظر وہ مراقبہ ہے جو عمل کرتے وقت کیا جاتا ہے اور عمل کوئی بھی ہو تین حالتوں میں سے کسی ایک کا حامل ضرور ہوتا ہے یعنی عمل یا تو طاعت ہوگا یا گناہ ہوگا یا مباح ہوگا

طاعت میں مراقبہ یہ ہے کہ اسے اخلاص کے ساتھ بجالائے، حضورِ قلب سے کرے اور اس سے متعلق تمام آداب کو ملحوظ رکھے اور ایسی کوئی چیز ہاتھ سے نہ جانے دے جو اس (طاعت) میں (اس کی فضیلت) اضافے کا باعث ہوسکتی ہو۔

گناہ یا معصیت کی صورت میں مراقبہ یہ ہے کہ شرم کرے، توبہ کرے اور اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر کرے۔

مباح میں مراقبہ یہ ہے کہ با ادب رہے، نعمتِ الٰہی میں نعمت عطا کرنے والے کو جلوہ گر پائے اور یہی سمجھے کہ ہر وقت اسی منعم (نعمت دینے والے) کے حضور میں حاضر ہوں۔ چنانچہ بیٹھے تو

ادب سے (جیسے کہ مؤدب ہونے کا حق ہے) سوئے تو دائیں پہلو پر سوئے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے۔ کھانا کھائے تو (اس کی لذت اور مزے میں نہ کھویا رہے بلکہ) اس وقت بھی دل کو تفکر سے خالی نہ ہونے دے کہ تمام اعمال میں تفکر سے بڑھ کر فضیلت کسی چیز کو حاصل نہیں ہے (اور کھانے میں تو تفکر کی گنجائش بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے) کیونکہ ہر کھانے میں کتنی ہی صنعتیں اس کے صانع (صنعت گر) کی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کی شکل وصورت، ساخت، رنگ وبو، ذائقہ، لذت غرض کتنے ہی پہلو دعوتِ فکر دیتے ہیں اور پھر وہ اعضا بھی تفکر کا سامان بہم پہنچاتے ہیں جو اس کھانے کو استعمال میں لاتے ہیں۔ کہیں انگلیاں ہیں کہ اس کو پکڑتی ہیں کہیں منہ ہے کہ اسے اپنے بیچ میں رکھ لیتا ہے، کہیں دانت ہیں کہ اسے چبا رہے ہیں۔ کہیں حلق ہے کہ اسے نگل رہا ہے۔ کہیں معدہ ہے کہ اسے اپنے اندر جمع کرتا جا رہا ہے۔ کہیں جگر ہے کہ معدے سے اس غذا کو طاقت میں تبدیل کر رہا ہے۔ کہیں مثانہ ہے اور دیگر اعضاء کہ ان میں سے کوئی اس کھانے کو قبول کر رہا ہے اور کوئی اس کی حفاظت پر مامور ہے کہ وہ اچھی طرح ہضم ہو جائے اور کوئی وہ ہیں کہ اس کی ثقالت اور غلاظت کو دور کرنے کے لیے ہیں یہ سب کے سب اس کی صنعت گری کے عجیب وغریب مظاہر ہیں اور ان میں تفکر کرنا یقیناً ایک عظیم الشان عبادت ہے (کیونکہ جب ہم سوچیں گے کہ اگر ان میں سے ایک بھی عضو بیمار ہوتا تو سارے نظام میں خلل پیدا ہو جاتا تو پھر ہم ایک ایک عضو کا خیال کر کے ایک ایک کے لیے خدا کا شکر بجا لائیں گے اور شکر گزاری بجائے خود زبردست عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ مراقبہ علماء کے درجے ہیں۔

اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جب ان صنعتوں کو دیکھتے ہیں تو نہ صرف شکر بجا لاتے ہیں بلکہ ان میں صانع کی عظمت کو کچھ اس طرح جلوہ گر پاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اس کی عظمت و جلال کے نقوش اور بھی گہرے ہو جاتے ہیں اور اس کے جلال، جمال اور کمال میں مستغرق ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ مراقبہ موحدوں اور صدیقوں کو نصیب ہوتا ہے۔

اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب خواہش نہ ہو تو کھانے کو غصہ اور کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت بھی صرف بقدرِ ضرورت کھاتے اور اس میں بھی دل ہی کہتا رہتا ہے کہ اے کاش! ہم اس کے محتاج ہی نہ ہوتے تاکہ یہ تھوڑا سا بھی نہ کھانا پڑتا۔ پس وہ اس تفکر میں رہتے ہیں کہ کہیں بلا ضرورت کوئی ذرہ بھر کھانا بھی ان کے منہ میں نہ جانے پائے۔ یہ زاہدوں کا مقام ہے۔ (کیمیائے سعادت)

حکایت

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سے تھے آپ کے آبائے کرام کسی زمانے میں اجودھن سے آکر لدھیانے میں مقیم ہوئے تھے۔ حضرت اللہ کے حکم سے دہلی تشریف لائے۔ بادشاہ اکبر کو حضرت کی ذات بابرکات سے اعتقاد ہوا۔ اکثر بادشاہ آپ کے درِ دولت پر حاضری دیتا تھا۔ ایک روز اکبر بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اولادِ نرینہ کی بہت آرزو ہے۔ خدا سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ حضرت نے مراقبہ کیا۔ بعدازاں مراقبے سے سر اٹھا کر فرمایا تیری تقدیر میں اولاد نرینہ نہیں ہے۔ مجبوری ہے۔ بادشاہ نے پھر عرض کیا کہ حضرت اگر یہ تقدیر میں ہوتا تو میں آپ سے دعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا بہتر ہے کل رانی کو ہمارے گھر بھیج دو۔ اگلے روز بادشاہ اکبر نے رانی کو حضرت کے گھر بھیج دیا۔ جب حضرت کو رانی کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دے دو۔ حضرت کی زوجہ مبارک حاملہ تھیں۔ آپ کی بی بی صاحبہ نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی۔ جب رانی محل سرائے میں پہنچی تو خدا کی قدرت سے آثارِ حمل نمودار ہوئے۔ بادشاہ اکبر حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے فرزند عطا کیا ہے۔ مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ جب شہزادہ پیدا ہوا تو اکبر نے اس کا نام سلیم رکھا اور چھٹپنے ہی سے شہزادے کو حضرت کی خدمت میں تربیت کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

حکایت ابو القاسم قیشری کہتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو کہتے سنا کہ کسی حاکم کا ایک غلام تھا جس کی طرف اس کی توجہ اوروں کی نسبت زیادہ تھی۔ حالانکہ نہ

تو اس کی قیمت ان کے مقابلے میں زیادہ تھی اور نہ ان کے مقابلے میں وہ زیادہ خوبصورت تھا لوگوں نے اسے اس کے بارے میں کہا، تو امیر نے انھیں تبلانا چاہا کہ خدمت گزاری میں وہ اوروں کے مقابلہ میں کس طرح افضل ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے نوکروں سمیت سواری کے لیے نکلا۔ کچھ فاصلہ پر پہاڑ تھا جہاں برف پڑی ہوئی تھی۔ حاکم نے اس برف کی طرف نگاہ کر کے سر کو نیچے جھکا دیا۔ فوراً اس غلام نے گھوڑا دوڑایا اور کسی کو خبر نہ کی کہ اس نے گھوڑا کیوں دوڑایا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ برف لے کر حاضر ہوا۔ حاکم نے اس سے سوال کیا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں برف چاہتا ہوں؟ غلام نے جواب دیا کہ آپ نے برف کی طرف دیکھا تھا اور بادشاہ کا کسی چیز کو دیکھنا، قصد صحیح کے بغیر نہیں ہو سکتا اس پر حاکم نے کہا کہ میری عنایت اور توجہ اس کی طرف اس لیے زیادہ ہے کہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول رہتا ہے مگر اس کا کام یہ ہے کہ وہ میری نگاہ کو دیکھتا ہے اور میرے حالات پر نظر رکھتا ہے۔

باب

زُہْد

اللہ تعالیٰ زاہدوں کا دوست ہے کیونکہ زاہد اپنے آپ کو یادِ الٰہی کے لیے دنیا کی طلب سے محدود کر لیتا ہے یعنی گزر اوقات کے لیے جو مل جاتا ہے اس سے گزارا کرتا ہے اور دنیا کی رغبت چھوڑ کر آخرت کی طرف رغبت کرتا ہے۔ دنیا کی خواہشات کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیتا ہے۔ ہر قسم کی فضول آرزوؤں کو ترک کر دیتا ہے اور اپنے دل کو دنیوی امیدوں اور امنگوں سے بالکل خالی کر لیتا ہے تاکہ خالی دل میں اللہ کی یاد سما جائے۔ کیونکہ جس دل میں یاد الٰہی سما جاتی ہے وہ اس کے نور سے منور ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے وہ دنیا کی فانی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہو جاتا ہے اور فنا کی بجائے بقا میں چلا جاتا ہے جس طریقہ سے فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے وہ زہد ہے۔

دنیا کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر کنارہ کش ہو جانا زہد نہیں کیونکہ جنگل میں جا کر بھی کھانا پینا سونا پہننا، چلنا پھرنا ترک نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی تو خوراک کا ذریعہ بنتا ہے اس طرح دنیا تو ترک نہ ہوئی۔ بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے تھوڑے وسائل پر اکتفا کر لینا زہد ہے۔ جیسے انسان اللہ تعالیٰ سے دوستی لگاتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ دنیا تو ختم ہو جانے والی ہے اور ہمیشہ گھٹتی رہتی ہے اور آخر کار جب موت آ جاتی ہے مرنے والے کے لیے دنیا ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی اشیاء اللہ کے طالب کے نزدیک بالکل حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ وہ دنیوی چیزوں کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے اس لیے اللہ کی طلب کے مقابلے میں انہیں ترک کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طلب ہر حال میں دنیا کی طلب سے بہتر

اس لیے وہ دنیوی اشیاء کے حصول کو دل سے نکال دیتا ہے۔ اور یہی دنیا کی لگن کو دل سے نکالنا زہد کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے زہد کی تعریف یوں کی ہے کہ لفظ زہد میں صرف تین حروف ہیں۔ حرف "ز" کے معنی دنیا کی زینت کو ترک کرنا ہے "ہ" سے ہوائے نفس کو چھوڑنا ہے اور "د" سے مراد دنیا کو ترک کر دینا ہے۔ پس جب تو اس طرح کرے گا تو زاہد کہلانے کا مستحق ہوگا۔

تلقینِ زہد

اللہ تعالیٰ نے زُہد کے بارے میں یوں اشارہ فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ہ	اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے (پ ۲، بقرہ ۲۰۷)

اللہ کے خاص بندوں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنا تن من اور دھن تک قربان کر دیتے ہیں۔ اللہ کو پانے کی خاطر کسی چیز کو راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے اور اللہ کی خاطر جیسا بھی دنیا کو اس کی راہ میں بالکل لٹا دیتے ہیں تو اللہ ان سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کی خاطر سب کچھ ترک کر دینا زُہد کہلاتا ہے۔ اور زاہدوں پر اللہ تعالیٰ اپنے بڑے بڑے کرم کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر زہد کے بارے میں یوں فرمایا ہے:

لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ط وَاللّٰهُ	جو ہاتھ سے چلا جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جو دیا ہے اس پر خوشی سے نہ اتراؤ۔ اللہ تعالیٰ

لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ٥ اترانے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (پ ۲۷۔ الحدید ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کے قصے میں زاہدوں کو علماء کے اسم سے موسوم فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ ٥ اور ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا تھا کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ اللہ کا ثواب بہتر ہے۔ (پ ۲۰۔ قصص)

اس آیت کی تفسیر و تاویل میں کہا گیا ہے کہ لوگوں سے مراد زہاد ہیں۔

زہد کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ٥ ہم آخرت کا گھر صرف ان لوگوں کو عطا کریں گے جو دنیا میں سرکشی اور فساد کا ارادہ تک نہیں کرتے۔ (پ ۲۰۔ قصص ۸۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخلے کا حکم ان لوگوں کے لیے بتایا ہے جو سرکشی اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے، ان کے لیے نہیں بتایا جو سرکشی و فساد طلب نہیں کرتے یا عملی طور پر نہیں کرتے۔ صوفیاء نے ان لوگوں سے مراد زاہد لوگ لی ہے۔

آخرت حاصل کرنے کے لیے زُہد کی ضرورت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ،

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ٥ جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اسے اس کھیتی کی اور زیادہ توفیق دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرے ہم اسے کچھ دے دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ (پ ۲۵، شوریٰ ۲۰)

اسی بات کو ایک اور مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ۔ — جو شخص اس دنیا کو چاہے ہم اس کو اپنی مشیت کے مطابق اس سے کچھ دے دیتے ہیں

مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ۵ — جس نے آخرت کو چاہا اور اس کے لیے کوشش کی۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۱۸ تا ۱۹)

آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنا ہی زُہد ہے۔

ان تمام آیات میں ارادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ارادہ ایک بہت بڑی چیز ہے لیکن جب انسان پہلی دو چیزوں (یعنی موجود مال راہِ حق میں صدقہ کرنا اور غیر موجود کی طلب سے بے نیاز ہونا) پر عزم و استقلال سے عمل شروع کر دے تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے طلبِ دنیا کے ارادے کو بھی کلی طور پر دل سے نکال دے۔ کیونکہ وہ ذات نہایت فضل و کرم فرمانے والی ہے۔ پھر جس چیز سے راہِ خدا میں مال لگانے اور ترکِ دنیا پر مدد ملتی ہے اور جو شے اس سلسلہ میں آسانی کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ آفاتِ دنیا اور اس کے عیوب کو ذہن میں دہرایا جائے اور یہی زہد ہے۔

فضیلتِ زُہد

دُنیا کو دل سے نکالنا زُہد ہے

عثمان ابانؓ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت دوپہر کے وقت مروان کے پاس آئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ ضرور مروان نے اس وقت کچھ پوچھنے کے لیے بلوایا ہوگا۔ میں نے زید بن ثابت سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے مروان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث سننے کے لیے بلوایا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص ہمیشہ دنیا کی فکر میں مبتلا رہے گا اور دین کی پروا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام پریشان کر دے گا اور اس کی مفلسی ہمیشہ اس کے

سامنے رہے گی اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جس کی نیت آخرت کی جانب ہو گی تو اللہ تعالیٰ اس کی دل جمعی کے لیے اس کے تمام کام درست فرما دے گا اور اس کے دل میں دنیا کی بے پرواہی ڈال دے گا اور دنیا اس کے پاس خود بخود آئے گی (سنن ابن ماجہ ج۲ باب ۴۹)

زاہد کی صحبت اختیار کرو

حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی شخص کو دنیا سے بے رغبت دیکھو اور اس میں زہد ہو تو اس کی صحبت اختیار کرو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج۲ باب ۴۸)

زہد کیا ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں زہد یہ نہیں کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیا جائے اور نہ یہ کہ مال کو ضائع کیا جائے بلکہ دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو تیرے قبضے میں ہے اس پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر کہ جو اللہ کے قبضہ میں ہے اور تو مصیبت میں ثواب حاصل کر جبکہ وہ تجھے پہنچے اور ادھر راغب ہو کہ کاش! وہ تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

زاہد بننے کی تاکید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تجھے حق تعالیٰ کی دوستی کی آرزو ہے تو دنیا میں زاہد بن جا تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو حقیقت میں مومن ہو چکا۔ حضور نے پوچھا کہ بتاؤ اس کی دلیل کیا ہے؟ عرض کیا یہ کہ میرا نفس دنیا سے اس طرح دور بھاگتا ہے کہ سونا ہو یا پتھر، اسے ان سے کوئی دلچسپی نہیں اور دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں اور یوں لگتا ہے کہ بہشت و دوزخ میری آنکھوں کے ہر وقت سامنے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے تجھے جو ملنا تھا مل چکا۔ اب کوشش یہ کر کہ تو اسے برقرار رکھ سکے۔ پھر فرمایا یہ حارثہ رضی اللہ عنہ وہ بندہ ہے جس کا دل حق تعالیٰ نے نورانی بنا دیا ہے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "جس

شخص کو اللہ تعالیٰ رستے پر ڈالنا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان پر چڑھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔" تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کی شرح کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک نور ہے جو دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور دل کو اس سے کشادگی اور فراخی حاصل ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا کہ کیا اس کی کوئی خاص ظاہری علامت بھی ہے؟ تو فرمایا ہاں! نشان اس کا یہ ہوتا ہے کہ دل اس سرائے غرور (دنیا) سے بیزار ہو کر اس سرائے جاوید (آخرت) کے تصور میں لگا رہتا ہے اور موت کا سامان موت سے قبل ہی تیار کرنے کی لگن دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴)

مال جمع کرنا زہد نہیں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے شرم کرو جس طرح کہ کرنا چاہیئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا ہم شرم نہیں رکھتے؟ تو فرمایا کہ اگر رکھتے ہو تو اس قدر مال جمع کرنے کے کیوں در پے ہو، جس کا استعمال میں لانا بھی یقینی نہیں ہے اور کیوں ایسی تعمیرات میں منہمک ہو جن میں رہنے کی شاید نوبت ہی نہ آنے پائے (کیمیائے سعادت)

حضورؐ کا خطبہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کو بغیر کسی ملاوٹ اور آمیزش کے صحیح سلامت لے جائے وہ جنتی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس کی وضاحت فرمائیے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کی آمیزش سے اسے بچانا لازم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور طلب و جستجو۔ کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ملیں گے کہ جن کی باتیں سنو تو یوں معلوم ہو گویا پیغمبرانہ گفتگو ہے اور ان کے دلوں میں جھانکو تو عیاری سے بھرپور ہوتے ہیں۔ پس جو شخص بھی یہ کلمہ اپنی زبان پر لاتے وقت اسے دوسری باتوں میں خلط ملط نہ ہونے دیگا وہی جنتی ہوگا۔ (احیاء العلوم ج ۴)

دنیوی فکروں کو چھوڑنا زہد ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تمام فکروں کو چھوڑ کر فقط ایک شے آخرت کی فکر سے تعلق رکھے گا اللہ اس کے تمام دنیاوی کام اپنے ذمہ لے لے گا اور جو دنیاوی فکروں میں مبتلا رہے گا تو اللہ کو کچھ پروا نہیں خواہ وہ کہیں بھی مرے۔ (ابن ماجہ)

طاقتور مومن کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاقتور مومن بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ضعیف مومن سے زیادہ پسند ہے۔ اور ہر بھلائی میں حرص کرو جو تمہیں نفع دے اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا اور جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے۔ (مسلم)

نفسانی خواہشات کی مذمت

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے اور نالائق وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ سے تمنا کرے۔ (ابن ماجہ)

زہد اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے

حضرت محمد بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تھے کہ بندہ اگر پیدا ہونے کے روز منہ کے بل گر جائے اور بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے تو قیامت کے روز اسے بھی حقیر سمجھے گا اور چاہے گا کہ دنیا کی طرف واپس بھیجا جائے تاکہ اجر و ثواب کو زیادہ کرے۔

(احمد)

کونسا آدمی بہتر ہے؟

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ! کونسا آدمی بہتر ہے؟ فرمایا کہ جس کی عمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں عرض گزار ہوا کہ کونسا آدمی بُرا ہے؟ فرمایا کہ جس کی عمر لمبی، اور اعمال بُرے ہوں۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

جنت کے آگے مشکلات کا پردہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوزخ کے آگے خواہشات کا اور جنت کے آگے مشکلات کا پردہ ہے۔ (بخاری)

حکمت کے دروازوں کا کھلنا

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں زُہد اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ تب اس کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے حکمت کی شان لیے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو جہاں دنیاوی علتوں اور بیماریوں کے راز سے واقف کر دیتا ہے وہاں ان کے دوا دارو سے بھی آگاہ کر دیتا ہے اور اس دنیا سے اُس سلامتی کے گھر تک صحیح و سالم پہنچا دیتا ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴)

دنیا کا مال اچھا نہیں

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹوں کے گلے کی طرف سے گزر رہے تھے۔ چاروں طرف عمدہ عمدہ اونٹ اور اونٹنیاں نظر آرہی تھیں جن میں اکثر تازہ تازہ شیر دار ہوئی تھیں۔ عرب میں اس مال کو بڑی اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ مال تو ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی دودھ، گوشت اور پشم بھی فراہم کرتا ہے۔ آپ نے رُخ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ تو اتنا پیارا مال ہے آپ ادھر کیوں نہیں دیکھتے؟ فرمایا کہ مجھے ادھر دیکھنے کی ممانعت ہے اور واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ "ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر

نہ دیکھیے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ محض دنیاوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملے گا بدرجہا بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے" طٰہٰ : ۱۳۱ (کیمیائے سعادت)

اللہ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا زہد ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لیے فارغ کر لے میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا۔ تیرے افلاس کو ختم کر دوں گا۔ اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرا سینہ دنیاوی تفکرات سے بھر دوں گا اور تیرا افلاس تجھ سے دور نہ کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲)

بکری کے مردہ بچے کی مثال

حضرت مستورد بن شدادؓ فرماتے ہیں کہ میں چند سواروں کے ساتھ حضورؐ کے ساتھ تھا کہ راہ میں ایک بکری کا مردہ بچہ پڑا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ بچہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر یہ حقیر اور ذلیل نہ ہوتا تو وہ اسے کیوں پھینکتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جتنا یہ بچہ مالک کے نزدیک اب حقیر ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

(ابن ماجہ ج ۲)

دنیا حقیر چیز ہے

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے کہ آپؐ نے ایک مردار بکری کو ٹانگ اٹھائے پڑے دیکھا تو فرمایا خدا کی قسم! جتنی یہ بکری اپنے مالک کے سامنے حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی کچھ حیثیت ہوتی تو کافر کو اس میں سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیتا۔ (ابن ماجہ ج ۲)

اعمالِ زُہد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ کہتا ہے جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ بات کہی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میں نے کہا۔ آپؐ نے فرمایا تم سے یہ نہ ہو سکے گا پس روزہ رکھو اور افطار کرو سوؤ اور قیام کرو اور ہر ماہ تین روزے رکھو۔ بیشک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے اور یہ زمانہ بھر روزے رکھنے کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو، دو دن افطار کرو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے آپؐ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ داؤدؑ کے روزے ہیں اور بہترین روزے ہیں۔ (بخاری)

زاہدوں کی قربت اختیار کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو دنیا سے کنارہ کش ہونے کے باوصف قوتِ گویائی رکھتا ہے تو تم اس کی قربت اختیار کرو کیونکہ وہ حکمت کی باتیں کرے گا یعنی زہد حکمت کی بات میں پوشیدہ ہے (عوارف المعارف)

دنیا میں زُہد اختیار کرو سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ایسا عمل بتائیے کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت رکھے اور دنیا کے لوگ بھی محبت کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھے گا اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے (یعنی دنیا) اس کو ترک کر دے لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے (ترغیب و ترہیب)

سب سے بڑا زاہد کون ہے؟

ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو قبر اور مصیبت کو فراموش نہ کرے اور دنیا کی اعلیٰ درجہ کی زینت کو ترک کر دے اور جو باقی رہنے والی ہے (یعنی نیک عمل) اس کو فانی پر ترجیح دے اور کل کا وعدہ نہ کرے اور اپنے کو مرنے والوں میں شمار کرے۔ (ترغیب وترہیب)

حضور کی دُعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! محمد کے متعلقین کی روزی بس بقدر کفاف ہو (یعنی نہ اتنی تنگی ہو کہ اپنے کام بھی نہ انجام دیے جا سکیں اور نہ اتنی فراغت کہ کل کے لیے ذخیرہ نہ رکھا جا سکے)۔ (بخاری ومسلم)

زہدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہد کا سب سے اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔ یہ مقام کسی اور کو نہیں ملا۔ پروردگارِ عالم نے آپ کو تاجدارِ جہاں بنایا آپ کی زندگی میں بیشمار لوگ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ بہت سا علاقہ اسلام کے زیرِ نگین آیا آپ کے ایک اشارے پر دولت کے ڈھیر جمع ہو سکتے تھے بلکہ آپ نے زہد ہی کو اختیار کیا اور جو مال بھی آیا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ آپ کے زُہد کے بارے میں چند روایات حسبِ ذیل ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے جَو کی روٹی سے بھی متواتر دو دن پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور اس دنیا سے اٹھا لیے گئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی راتیں مسلسل اس حالت میں گزر جاتی تھیں کہ آپ اور آپ کے گھر والے فاقے سے ہوتے تھے کیونکہ

رات کو کھانا نہیں پاتے تھے اور جب پاتے تھے تو ان کا رات کا کھانا بس کی جَو کی روٹی ہوتی تھی۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی کسی سے فاقہ کا شکوہ نہیں فرمایا۔ کبھی فاقہ کی وجہ سے رات بھر نیند نہ آتی لیکن اگلے دن پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ ایک دن حضورؐ کو فاقہ کی حالت میں دیکھ کر میں رو پڑی اور عرض کی یا رسول اللہؐ! دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو۔ آپؐ نے جواب دیا عائشہؓ! مجھے دنیا سے کیا غرض۔ میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی طریقہ پر چلے اور خدا کے سامنے گئے خدا نے ان کو اپنے کرم سے نوازا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودہ حالی کی زندگی پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی حیا آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے محبوب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جا ملوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کپڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ یعنی آپؐ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا تھا دوسرا نہیں تھا جو تہہ کر کے رکھا جا سکتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ نے شکم مبارک پر کپڑا کس کر باندھا ہوا ہے۔ میں نے سبب پوچھا تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔

ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فاقہ کشی کی شکایت کی اور اپنے

پیٹ کھول کر دکھائے۔ ان پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ آپ پر صرف ایک تہ بند تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہ تھا اور چٹائی کے نشانات آپؐ کے پہلو پر نمایاں تھے اور میں نے دیکھا کہ جو کی ایک چھوٹی سی ڈھیری ہے جو قریب ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کے ہوگی اور کچھ بیر کے پتے بالا خانے کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ایک بلا دباغت دی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر میری آنکھیں ڈبڈبا اٹھیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن خطابؓ! کیوں روتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے نبیؐ! مجھے کیا ہوا کہ میں نہ روؤں اس چٹائی کا اثر آپؐ کے پہلو میں ہے اور یہ آپؐ کا خزانہ ہے۔ اس میں وہی دیکھ رہا ہوں جو میں نے دیکھا اور وہ کسریٰ اور قیصر پھلوں اور نہروں میں موج کر رہے ہیں اور آپؐ اللہ کے نبی اور اس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن خطابؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو گی اور ان کے لیے دنیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا ہے۔ اور پیوند لگا ہوا جوتا۔ اور حضرت انسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ نے بہت موٹا آٹا کھایا ہے اور موٹا کھردرا لباس بھی پہنا ہے۔ کسی نے حسن سے پوچھا کہ بشع کیا چیز ہے؟ جواب دیا کہ موٹا جو جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسانی سے بلا پانی کے گھونٹ کے نہیں نگل سکتے تھے۔

حضرت ابو رافعؓ کی بیوی سلمیٰؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے اور ان حضرات نے کہا کہ ہمارے لیے ان کھانوں میں سے کوئی کھانا پکا دو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا۔ فرمانے لگیں اے میرے بیٹو! اگر میں ایسا کروں گی تو تم آج اس کھانے کی خواہش نہ کرو گے۔ چنانچہ میں کھڑی

ہوئی میں نے تھوڑے سے جو لیے اور انھیں پیسا اور پھونک مار کر اس پر سے بھوسی اڑائی اور اس سے چھوٹی چھوٹی ٹکیاں پکائیں اور آپؐ کا سالن روغن زیتون تھا اس پر سیاہ مرچ کے دانے پیس کر ڈال دیے اور ان حضرات کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند کرتے تھے۔

ام ایمنؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے آٹا چھانا اور حضورؐ کے لیے چپاتیاں پکائیں آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ ام ایمنؓ نے جواب دیا کہ ہم اپنے وطن میں یہ کھانا پکایا کرتے تھے میں نے چاہا کہ آپؐ کے لیے بھی اس میں سے چپاتیاں پکاؤں۔ آپؐ نے فرمایا اس بھوسی کو اسی میں ملا دے اور پھر گوندھ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھا کہ پرانی پیوند لگی ہوئی یا دوہری پرانی چادر ہے اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا۔ حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہؓ! یہ کیا ہے؟ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فلاں انصاریہ آئی تھی، اس نے آپؐ کے بستر کو دیکھا تو وہ گئی اور اس نے میرے پاس یہ بھیج دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہؓ اسے واپس کر دو۔ پس اللہ کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ پاک میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دے۔

زہدِ صحابہ کرامؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر صحابہ کرامؓ کی زندگی زہد و تقویٰ کا نمونہ ہے۔ مال و دولت کی وسعت کے باوجود جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے سادہ کھایا سادہ پہنا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بڑی زاہدانہ زندگیاں بسر کیں۔ صحابہ کرامؓ کے زہد کے چند واقعات و حکایات مندرجہ ذیل ہیں:۔

حکایت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ آپ نے پانی طلب کیا۔ آپ کے لئے پانی اور شہد لایا گیا۔ جب آپ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا تو آپ رو دیے اور بڑی بلند آواز سے روئے یہاں تک کہ ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کو کچھ ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں نے آپ سے پوچھا نہیں، جب آپ فارغ ہو گئے تو ہم نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے اس رونے پر آمادہ کیا۔ فرمایا ایک مرتبہ میں حضور کے ہمراہ تھا۔ اچانک میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے پاس سے کسی چیز کو دفع کر رہے ہیں اور مجھے کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس کو دفع فرما رہے ہیں اور مجھے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا دنیا نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تھا تو میں نے کہا ہٹ مجھ سے دور ہو۔ تو دنیا نے کہا لیکن آپ تو مجھے پکڑنے والے نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ پر یہ بار گزرا اور میں ڈرا (اس کے پیچھے سے) ایسا نہ ہو کہ میں نے امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور دنیا مجھ سے ملی ہو۔ (براز)

زہد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور لوگوں نے بیعت کر لی تو دوسرے روز میں نے دیکھا کہ آپ صبح ہی صبح اپنے بازو پر چادریں لاد کر بازار جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہاں کا ارادہ فرمایا؟ جواب دیا بازار کا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے۔ آپ تو مسلمانوں کے کام کے خلیفہ ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تشریف لے چلیئے آپ کے لیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ میں آپ کے لیے مہاجرین میں سے ایک درمیانی درجے کے آدمی کے برابر روزینہ مقرر کرتا ہوں اور سردی اور گرمی کا لباس۔ جب ان میں سے کوئی بوسیدہ ہو جائے آپ اسے لوٹا دیجیے اور اسکی

جگہ دوسرا لے لیجیے۔ چنانچہ انھوں نے آپ کے لیے روزینہ میں آدھی بکری اور ایک چادر جو سر پہ اوڑھی جائے اور ایک تہ بند جو پیٹ پہ باندھا جائے، مقرر کیا۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے وفات سے پہلے جو بیت المال سے رقم لی تھی وہ واپس لوٹا دی اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ نے کوئی دینار و درہم نہ چھوڑا۔ (احمد)

زہدِ فاروقی رضؓ حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ایک عرصہ دراز تک اس حال میں رہے کہ بیت المال سے کچھ نہیں کھاتے تھے جس کی بنا پر انھیں سخت تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت پیش آئی اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے اس کام میں اپنے آپ کو مشغول کر رکھا ہے میرے لیے اس بیت المال سے کتنا لینا جائز ہے؟ حضرت عثمان بن عفان رضؓ نے کہا کہ کھائیے اور کھلائیے اور یہی بات حضرت سعید بن عمرو بن نفیل رضؓ نے کہی۔ آپ نے حضرت علی رضؓ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضؓ نے فرمایا، صبح اور شام کا کھانا۔ اسی بات کو حضرت عمر رضؓ نے پسند کیا۔

حضرت زید بن اسلم رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضؓ نے پانی طلب فرمایا تو ایسا پانی لایا گیا جس میں شہد ملایا گیا تھا۔ فرمایا یہ بہت اچھا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کو سن رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر ان کی خواہشات پسندی کی وجہ سے عیب لگایا کہ فرمایا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔ (تم اپنی پسندیدہ چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان سے نفع لے چکے) میں ڈرتا ہوں کہ ہماری نیکیاں جلدی دے دی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ (شربت) نہ پیا۔ (مشکوٰۃ)

زہدِ حضرت علی رضؓ حضرت علی رضؓ کی ساری زندگی زہد میں گزری کیونکہ آپ نے ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی اور کبھی اعلیٰ رہائش یا خوراک کی خواہش نہ کی۔ جو مل گیا،

اسی پر گزر اوقات کر لی۔ بنو ثقیف کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موضع عکبرا میں عامل بنا دیا اور دیہات میں نمازی ٹھہرا نہیں کرتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گیا تو میں نے آپ کے پاس کوئی دربان نہیں پایا کہ جو مجھ کو حضرت علی کے پاس جانے سے روکے۔ میں نے آپ کو بیٹھا ہوا پایا۔ آپ کے پاس ایک پیالہ اور ایک کوزہ پانی کا تھا۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی تھیلی منگائی۔ میں نے اپنے جی میں کہا شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بہت بڑا امین سمجھا ہے، جبھی میری طرف جواہرات کی تھیلی نکالی ہے اور مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اس میں کیا ہے۔ اس تھیلی پہ مہر لگی ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مہر کو توڑا۔ اچانک اس میں ستو تھے۔ ان ستوؤں کو اس میں سے نکالا اور پیالے میں الٹا اور اس پہ پانی ڈالا۔ خود پیا اور مجھے پلایا۔ یہ دیکھ کر مجھے صبر نہ آیا اور میں نے کہہ ہی دیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ایسا کام اور عراق میں کرتے ہیں؟ حالانکہ عراق کا کھانا اس سے کہیں اکثر (بڑھیا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے معلوم ہونا چاہیئے، خدا کی قسم! میں نے اس تھیلی پر مُہر اس پر بخل کرنے کی وجہ سے نہیں لگائی لیکن میں اتنی مقدار خرید لیتا ہوں جو میرے لیے کفایت کرے اور مجھے ڈر رہتا ہے کہ کہیں رل مل جائے تو اس تھیلی کے علاوہ دوسری تھیلی سے کہیں ستو تیار نہ کیا جائے۔ یہ میرا کام شدتِ احتیاط کی وجہ سے ہے اور میں ہر اس کھانے کو جو میرے پیٹ میں داخل ہو مکروہ سمجھتا ہوں مگر صرف مال طیب کو (جس میں کوئی دغدغہ نہ ہو) مکروہ نہیں سمجھتا۔

زہدِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت عطیہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک کھانے پر جسے یہ کھا رہے تھے اصرار کیا گیا (کہ اور کھائیے) آپ نے فرمایا میرے لیے کافی ہے میرے لیے کافی ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو دنیا میں لوگوں میں سے پیٹ زیادہ بھرے گا اس کی بھوک آخرت میں سب سے زیادہ ہوگی۔ اے سلمان رضی اللہ عنہ! دنیا مومن کے لیے جیل خانہ ہے

اور کافر کے لیے جنت ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم تھا اور یہ قریب قریب تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے اور یہ لوگوں میں ایک ایسی عبا میں خطبہ دیا کرتے تھے جس کے بعض حصہ کو بچھاتے تھے اور بعض کو اوڑھتے تھے اور جب ان کا وظیفہ دیا جاتا تو اس کو سخاوت کر دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کھجور کی ٹوکریاں بناتے تھے اور ان کو بیچ کر گزر اوقات کرتے تھے۔

حضرت اعمشؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت سلمانؓ سے کہا کہ اے اللہ کے بندے! کیا میں تیرے لیے ایک کوٹھڑی نہ بنادوں؟ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ مجھے مہلت دو۔ میں تم سے بیان کروں، میں تمھارے لیے ایک ایسی کوٹھڑی تیار کرنا چاہتا ہوں کہ جب تم اس میں لیٹو، ایک جانب اس کے تمھارا سر لگے اور دوسری جانب تمھارے پیر۔ اور جب تم کھڑے ہو تو اس کی چھت تمھارے سر پر لگے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ تم میرے جی میں اتر گئے ہو (جبھی تم نے میری منشا کے مطابق تجویز کی)

حضرت مالک بن انسؒ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ درخت اور دیوار کے سایہ سے سایہ پکڑتے۔ جدھر بھی سایہ پھرتا اسی طرح کھسک جاتے ان کے لیے کوئی گھر نہیں تھا۔ کسی صاحب نے ان سے عرض کیا۔ کیا میں آپ کے لیے کوئی عمارت نہ بنادوں جس میں آپ گرمی سے سایہ پکڑیں اور سردی میں سکونت اختیار کریں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہاں بنادو۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا آپ نے اسے آواز دے کر بلایا اور اس سے پوچھا کہ کس طرح کا بناؤ گے؟ اس نے کہا میں اسے اس طرح کا بناؤں گا کہ اگر آپ کھڑے ہوں تو آپ کے سر کو لگے اور اگر آپ اس میں لیٹیں تو آپ کے پیر سے اڑے۔ آپ نے فرمایا

ہاں اسی طرح کا چاہیئے

زُہد کے متعلّق صُوفیاء کا نظریہ

زہد کے بارے میں حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں سے دنیا کو سلب کر رکھا ہے اور صوفیاء سے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور اپنے خاص الخاص بندوں کے دلوں سے اسے نکال دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا دینے میں راضی نہیں۔

وضاحتِ زُہد

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک شخص سے زہد کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی کہ زہد یہ نہیں کہ تو غیر لطیف چیز کو کھا جائے اور عبا پہنے۔ بلکہ زہد یہ ہے کہ تو اپنی امیدوں کو کم کر دے۔

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پرواہ نہ کرے کہ اسے کون لیتا ہے۔

حضرتِ ابو علی دقاق کا قول

حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ زہد یہ ہے کہ دنیا کو جُوں کا تُوں چھوڑ دے اور یہ مت کہہ کہ ایک سرائے بنا دوں گا یا ایک مسجد تعمیر کر دوں گا کیونکہ ایسا کرنے کے لیے بھی دنیا طلب کرنا پڑے گی۔

کیفیّتِ زُہد

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ زُہد زاہد کے اندر یہ کیفیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت کی چیزوں کی سخاوت کرتا ہے اور محبت ہے کہ محب اپنی جان کی سخاوت کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک کسی میں ... ہیں اس وقت تک وہ زُہد کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ (۱) عمل ... ین اللہ کی خوشنودی کے سوا کوئی اور خواہش نہ ہو (۲) بات کہے ... (۳) اور بغیر ریاضت کے اپنے آپ کو ذی عزت بنائے رکھے۔

اس ...

ایک اور قول میں حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک دُلھن کی مانند ہے اور اس کے طالب دنیا کا بناؤ سنگھار کرنے والے ہیں اور جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہیں وہ اس کا منہ کالا کرتے ہیں۔ اس کے بال نوچتے ہیں اور اس کے کپڑے پھاڑتے ہیں۔ مگر جو لوگ عارف ہیں وہ اللہ کی طرف لگے ہوتے ہیں وہ دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

زُہد کی چادر ایک مرتبہ کسی شخص نے یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا۔ میں توکّل کی دکان میں کب داخل ہو سکتا ہوں؟ زہد کی چادر کب پہن سکتا ہوں، اور زاہدوں کے ساتھ کب بیٹھ سکتا ہوں؟ فرمایا، جب پوشیدہ طور پر تمھاری ریاضت اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ تین دن تک بھی تمھیں روزی نہ دے تو تمھارا نفس کمزوری محسوس نہ کرے۔ اگر تم اس درجہ تک نہیں پہنچے ہو تو زاہدوں کی چادر پر تمھارا بیٹھنا جہالت ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم کہیں صوفیاء میں رسوا نہ ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ زاہد تجھے سرکہ اور رائی کی نسوار دیتا ہے اور عارف تجھے مشک و عنبر سُونگھنے کو دیتا ہے۔

حضرت سری سقطیؒ کا فرمان حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زُہد نام ہے جو کچھ بھی دنیا میں ہے اس سے حظِ نفس کو ترک کر دینے کا مثلاً حظوظِ مال، حظوظِ جاہ و مرتبت، لوگوں میں بڑائی اور شہرت، لوگوں سے اپنی تعریف سننا، یہ تمام خواہشاتِ دنیاوی ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ بندے کے زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے۔ جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔

اچھا زاہد حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ کا ارشاد ہے کہ زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے ایسا زاہد اپنی قبر کو مثلِ جنت کے پائے گا۔

زُہد کیا ہے حضرت شیخ شبلیؒ سے زُہد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے

فرمایا کہ زہد ایک غفلت کا نام ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور کسی ناچیز شے سے کنارہ کش ہونا غفلت نہیں تو کیا ہے۔

زاہدوں کے اعمال

حضرت شیخ سہل رح نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے اعمال زاہدوں کے میزان میں ہوں گے اور زہد کا ثواب اس پر مستزاد ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا میں زاہد کے نام سے موسوم ہوتا ہے وہ آخرت میں ایک ہزار اچھے ناموں سے موسوم ہوگا اور جو یہاں راغبِ دنیا کے نام سے مشہور ہوتا ہے وہ آخرت میں ایک ہزار بُرے ناموں سے پکارا جائے گا۔

زُہد کے تین مرتبے

حضرت ابراہیم بن ادھم رح کا فرمان ہے کہ زُہد کے تین مرتبے ہیں ایک زہد فرض ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے رکنا، دوسرا زہد سلامتی کے لیے ہے اور وہ ہے مشتبہ چیزوں کو ترک کر دینا، تیسرا زہد فضیلت کے حصول کے لیے ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو بھی چھوڑ دینا اور یہ زہد کا بہت ہی اعلیٰ مرتبہ ہے۔

حضرت ابن مبارک رض کا قول

حضرت ابن مبارک رض کا قول ہے کہ زُہد، زُہد کو چھپانے کا نام ہے۔ جب زاہد لوگوں سے دور رہے تو اس کی جستجو رکھو اور جب زاہد لوگوں کی تلاش میں سرگرداں ہو تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

زاہد کون ہے؟

حضرت امام غزالی رح نے فرمایا ہے کہ زاہد وہ نہیں ہے جو دنیا کے نہ ہوتے ہوئے اس سے کنارہ کش ہو بلکہ زاہد وہ ہے کہ جس کے پاس دنیا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آئی مگر اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور بھاگ گیا۔

حضرت ابو تمام کا قول

حضرت ابو تمام رح کا قول ہے کہ جب آدمی نے زُہد اختیار نہ کیا اور دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئی تو

وہ زاہد نہیں کہلائے گا۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا ارشاد

زہد کے بارے میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا ارشاد ہے کہ زہد سے زہد اس سے الگ ایک چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے ارادے اور مرضی سے زہد کو اختیار کیا جائے اور جب زاہد اپنے ارادے اور اختیار سے زہد کو اختیار کرتا ہے تو اس کے ارادے کا تعلق اس کے علم سے ہوتا ہے اور اس کا علم قاصر و کوتاہ ہے۔ پس جب اسے ترک کے ارادے کی منزل پہ لایا جاتا ہے اور اس کے اختیار سلب کر لیے جاتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر اپنے ارادے کا انکشاف فرما دیتا ہے پس اس موقع پر وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دنیا کو ترک کرتا ہے اس وقت اس کے زہد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کے نفس سے نہیں ہوتا۔

زاہد کو اللہ کی عطا

حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زاہد کو اس کی خواہش سے زیادہ عطا کرتا ہے اور دنیا کی رغبت کرنے والے کو اس کی خواہش سے کم دیتا ہے اور قانع شخص کو اسی قدر عطا کرتا ہے جتنا وہ چاہتا ہے۔

عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں کہ درہم و دینار ترک کر دینے کا نام زہد ہے۔

زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں

ایک آدمی نے ذوالنونؒ سے پوچھا کہ میں کب زاہد بن سکتا ہوں؟ فرمایا جب تو نفس کی لذتوں سے منہ موڑ لے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں۔

زاہدوں کا ایثار

حضرت محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ زاہدوں کا ایثار اس وقت ہوتا ہے جب وہ مستغنی ہوں اور جوانمردی کا ایثار اس وقت ہوتا ہے جب حاجتمند ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (خواہ خود تنگدست ہی کیوں نہ ہوں وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔)

ابتدائے زہد

حضرت کتانی فرماتے ہیں کہ ایسی چیزیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں خواہ وہ کوفی ہوں یا شامی یا عراقی ۔ وہ یہ ہیں: (۱) دنیا سے اعراض (۲) اپنی جان کی سخاوت اور (۳) مخلوق کے لیے خیر خواہی کرنا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ان چیزوں کو ناپسندیدہ نہیں کہتا۔

زہد کی نشانی

ابن حنیفؒ کہتے ہیں زہد کی نشانی یہ ہے کہ اپنی ملکیت کی چیزوں کو ہاتھ سے نکال کر انسان راحت محسوس کرے۔ نیز فرمایا کہ دل کا اسباب کی طرف خیال نہ کرنا اور اپنی ملکیت کی چیزوں سے ہاتھ جھاڑنے کا نام زہد ہے۔

زہد کی تعریف

حضرت ابن جلاءؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کی طرف دیکھے تو اس طرح دیکھے کہ ایک زوال پذیر چیز ہے تاکہ دنیا تمھاری نگاہ میں حقیر معلوم ہو اور تمھارے لیے اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے۔

کیفیاتِ زہد

حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ زہد تین طرح کا ہے (۱) ترکِ حرام یہ عوام کا زہد ہے (۲) حلال چیزوں میں سے فضول چیزوں کا ترک کرنا یہ خاص لوگوں کا زہد ہے (۳) ان تمام چیزوں کا ترک کر دینا جو بندے کو اللہ کی طرف سے چھڑا کر اپنی طرف مشغول رکھتی ہیں یہ عارفین کا زہد ہے۔

... کا قول ہے کہ فقر کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ
...نکہ اللہ پر بھروسا کرنا بھی زہد کی علامات
...ئی بندہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے بغیر زہد

زاہد

...ہے کہ دنیا میں زاہد شاذ و نادر ہوتے ہیں
...ادر ہوں گے۔ یوں بھی کہا گیا ہے جو اپنے
...لی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر آسمان سے

اپنی تمام زندگی...

حضرت ابو تمام کا قول

ٹوپی گرتی ہے تو صرف اس شخص کے سر پر گرے گی جو اسے نہ چاہے گا۔

کسی صوفی سے پوچھا گیا۔ دنیا سے اعراض کس کو کہتے ہیں؛ تو فرمایا دنیا کی چیزوں کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دینے کا نام زہد ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ سے زہد کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اپنی مملوکہ چیز سے ہاتھ کے خالی ہونے اور پھر دل کا اس کی طرف نہ لگنے کا نام زہد ہے۔

حضرت رویمؒ نے جنیدؒ سے زہد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ دنیا کو حقیر جاننے اور اس کے آثار کو دل سے محو کر دینے کا نام زہد ہے۔

زہد ایک فرشتہ ہے

بشر حافی فرماتے ہیں کہ زہد ایک فرشتہ ہے جو صرف ان لوگوں کے دلوں میں سکونت اختیار کرتا ہے جن کے دل دنیا سے خالی ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا ارشاد ہے کہ تمام دنیاوی چیزوں سے منہ موڑ کر اپنے دل کو خداوند کریم کی طرف متوجہ کر لینا، یہ زہد ہے۔ بس دنیا کو فراموش کر دو اور آخرت میں اپنی نیکی کا بدلہ بھول جاؤ۔ جو کچھ تمھارے لیے مقرر ہو چکا ہے وہ تمھیں پہنچ کر رہے گا اور جو تمھارا نہیں ہے وہ تمھاری کوشش سے بھی تم کو نہیں پہنچ سکتا۔

زہد اور وعظ

محمد بن الاشعث البیکندیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص زہد کی گفتگو کرتا ہے اور لوگوں کو وعظ سناتا ہے اس کے باوجود لوگوں کے مال کی رغبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے آخرت کی محبت اٹھا لیتا ہے۔

لباسِ زُہد

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ صوف (پشمینہ) پہننا زہد کی ایک علامت ہے تو زاہد کے لیے مناسب نہیں کہ تین درہموں کا تو صوف پہنے

اور دل میں پانچ درہموں کی خواہش نہ رکھے۔ نیز فرمایا کہ ہر اس چیز کو ترک کر دینے کا نام زہد ہے جو اللہ کی طرف مشغولیت سے روکے

حضرت ابوعلی دقاق کا قول

حضرت ابوعلی دقاق کا قول ہے کہ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ آپ دنیا سے کیوں اعراض کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ جب میں نے دنیا کی بیشتر چیزوں سے اعراض کیا تو پھر میں نے یہ پسند نہ کیا کہ باقی چیزوں کی طرف رغبت کروں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گزارے ہیں۔ ایک دن ازل میں اور دوسرا دن آخرت میں اور تیسرا دن وہ ہے جو ان دونوں دنوں سے علیحدہ ہے۔ پھر ندا آئی کہ اے بایزید! تیری قوت سے باہر ہے کہ تو ہمیں برداشت کر سکے۔ میں نے عرض کیا کہ میری بھی یہی خواہش ہے۔ ندا آئی کہ تیری خواہش پوری ہوگئی۔ فرمایا کہ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے جب بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

زُہد کن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے؟

حضرت سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ زُہد چار چیزوں پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے

(۱) کھانے میں کہ آخر وہ پاخانہ میں جائے گا (۲) لباس میں کہ آخر وہ پھٹ جائے گا (۳) بھائیوں میں کہ آخر ان میں مفارقت ہے (۴) دنیا میں کہ آخر وہ فنا ہوگی۔

ترکِ دنیا زہد ہے

حضرت ابوسلیمان ماشندانیؒ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم کو اللہ سے بے توجہ کر دے اس کو ترک کر دینا یہ زہد ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی کپڑا ایسا پہنے جس کی قیمت تین درہم ہو تو تیرے دل میں اس کپڑے کی خواہش نہ ہو جو اس سے بھی قیمتی ہو۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا ارشاد

حضرت حسن بصریؒ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی زاہد نہیں دیکھا اور ایسے ہی آپ سے زیادہ کوئی صابر نہیں پایا۔ جواب دیا کہ میرا سب زہد رغبت کے باعث اور صبر جزع کے لیے ہے۔ اس شخص نے اس ارشاد کو مفصل سننے کے لیے عرض کیا۔ فرمایا مصائب پر میرا صبر کرنا آتشِ دوزخ کے خوف سے ظاہر ہے اور یہ جزع ہے۔ دنیا میں میرا زہد آخرت کی رغبت ہے۔ یہ نصیب طلبی ہے پس صبر اس شخص کا قوی ہے جو اپنی جزا کو درمیان سے اٹھا دے تاکہ اس کا صبر اللہ کے لیے ہو، نہ سلامتی بدن کے لیے، اور زہد اس شخص کا قوی ہے جو نہ تو بہشت کی خواہش پر مبنی ہو نہ بخشش کے لیے۔

حقیقتِ زہد

حضرت شبلیؒ سے زہد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ زہد حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص اگر ایسی چیز سے احتراز کرے جو اس کے پاس موجود ہے ہی نہیں تو حقیقت میں یہ زہد کہاں ہوا اور اگر وہ اپنی مملوکہ اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کرے جو اس کی ملکیت میں ہیں تو جب تک یہ چیزیں اس کے پاس موجود ہیں زہد اور ترکِ تعلق کا مفہوم صادق نہیں آسکتا۔ پس زہد اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ وہ تلفِ نفس اور بذل مواسات ہے یعنی نفس کُشی اور دوسروں کی غمخواری۔

درجاتِ زُہد

حضرت امام غزالیؒ کا فرمان ہے کہ زہد کے تین درجے ہیں :۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی شخص دنیا سے ہاتھ اٹھا لے لیکن اس کا دل اسی میں لگا رہے تاہم اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ ریاضت و مجاہدہ سے کام لے اور صبر و قناعت کی راہ پر گامزن رہے ایسے شخص کو مُتزہّد کہا جائے گا نہ کہ زاہد۔ حالانکہ زاہد کی منزلِ اول یہی ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کا دل بھی دنیا سے بے نیاز ہو جائے لیکن اسے اپنے زہد کا

اجزائے زُہد حضرت کتانی فرماتے ہیں کہ ایسی چیزیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں خواہ وہ کوئی ہوں یا شامی یا عراقی۔ وہ یہ ہیں: (۱) دنیا سے اعراض (۲) اپنی جان کی سخاوت اور (۳) مخلوق کے لیے خیر خواہی کرنا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ان چیزوں کو ناپسندیدہ نہیں کہتا۔

زُہد کی نشانی ابن حنیفؒ کہتے ہیں زہد کی نشانی یہ ہے کہ اپنی ملکیت کی چیزوں کو ہاتھ سے نکال کر انسان راحت محسوس کرے۔ نیز فرمایا کہ دل کا اسباب کی طرف خیال نہ کرنا اور اپنی ملکیت کی چیزوں سے ہاتھ جھاڑنے کا نام زہد ہے۔

زُہد کی تعریف حضرت ابن جلاءؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ تو دنیا کی طرف دیکھے تو اس طرح دیکھے کہ ایک زوال پذیر چیز ہے تاکہ دنیا تمہاری نگاہ میں حقیر معلوم ہو اور تمہارے لیے اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے۔

کیفیاتِ زُہد حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ زہد تین طرح کا ہے (۱) ترک حرام یہ عوام کا زہد ہے (۲) حلال چیزوں میں سے فضول چیزوں کا ترک کرنا یہ خاص لوگوں کا زہد ہے (۳) ان تمام چیزوں کا ترک کر دینا جو بندے کو اللہ کی طرف سے چھڑا کر اپنی طرف مشغول رکھتی ہیں یہ عارفین کا زہد ہے۔

علامتِ زُہد حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ فقر کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا نام زہد ہے۔ کیونکہ اللہ پر بھروسا کرنا بھی زہد کی علامات میں سے ہے۔ یعنی زہد کی یہ تعریف نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے بغیر زہد کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

زاہد کی قدر و قیمت حضرت نصر آبادی کا کہنا ہے کہ دنیا میں زاہد شاذ و نادر ہوتے ہیں اور عارف آخرت میں نادر ہوں گے۔ یوں بھی کہا گیا ہے جو اپنے زہد میں سچا ہو گا دنیا خود بخود اس کی طرف کھینچی آئے گی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر آسمان سے

ٹوپی گرتی ہے تو صرف اس شخص کے سر پر گرے گی جو اسے نہ چاہے گا۔

کسی صوفی سے پوچھا گیا۔ دنیا سے اعراض کس کو کہتے ہیں؟ تو فرمایا دنیا کی چیزوں کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دینے کا نام زہد ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ سے زہد کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اپنی مملوکہ چیز سے ہاتھ کے خالی ہونے اور پھر دل کا اس کی طرف نہ لگنے کا نام زہد ہے۔

حضرت رویمؒ نے جنیدؒ سے زہد کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ دنیا کو حقیر جاننے اور اس کے آثار کو دل سے محو کر دینے کا نام زہد ہے۔

زہد ایک فرشتہ ہے

بشر حافی فرماتے ہیں کہ زہد ایک فرشتہ ہے جو صرف ان لوگوں کے دلوں میں سکونت اختیار کرتا ہے جن کے دل دنیا سے خالی ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا قول

حضرت ابوبکر شبلیؒ کا ارشاد ہے کہ تمام دنیاوی چیزوں سے منہ موڑ کر اپنے دل کو خداوند کریم کی طرف متوجہ کر لینا، یہ زہد ہے۔ بس دنیا کو فراموش کر دو اور آخرت میں اپنی نیکی کا بدلہ بھول جاؤ۔ جو کچھ تمھارے لیے مقدر ہو چکا ہے وہ تمھیں پہنچ کر رہے گا اور جو تمھارا نہیں ہے وہ تمھاری کوشش سے بھی تم کو نہیں پہنچ سکتا۔

زہد اور وعظ

محمد بن الاشعث البیکندیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص زہد کی گفتگو کرتا ہے اور لوگوں کو وعظ سناتا ہے اس کے باوجود لوگوں کے مال کی رغبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے آخرت کی محبت اٹھا لیتا ہے۔

لباسِ زہد

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ صوف (پشمینہ) پہننا زہد کی ایک علامت ہے تو زاہد کے لیے مناسب نہیں کہ تین درہموں کا تو صوف پہنے

بڑا خیال رہتا ہو یعنی وہ زہد اختیار کرتے کو بہت بڑا کارنامہ تصور کرتا ہو۔ ایسا شخص زاہد ضرور ہے لیکن نقصان سے یکسر خالی نہیں۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے زہد کا احساس یا زعم بھی نہ ہے اور نہ اسے وہ کوئی بڑا معرکہ و کارنامہ تصور کرے۔

ایسے زاہد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو وزارت کا امیدوار ہو اور اس کا اہل بھی ہو لیکن بادشاہ کے دروازے پر پہنچے تو ایک کتا (بھونک بھونک کر) اسے اندر داخل ہونے سے منع کرے اور وہ شخص اس کتے کو روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دے تاکہ اس کے راستے میں حائل نہ ہونے پائے اور پھر بادشاہ (کے حضور میں جاکر اس) کی طرف سے عہدۂ وزارت پہ فائز ہو جائے۔ ایسے شخص کے نزدیک روٹی کے اس ٹکڑے کی کیا وقعت ہے جو اس نے کتے کو ڈال دیا تھا۔ (وہ اس کے لیے پچھتاتا تو نہ رہے گا) تو اس میں جو رمز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ تمام جہان ایک لقمہ ہے اور شیطان کی حیثیت اس کتے کی ہے جو سلطانِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو اندر جانے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر تو لقمہ اس کے آگے ڈال دے تو پھر وہ تیری راہ میں مزاحم نہیں ہو سکتا اور اس دنیا کی قیمت تو آخرت کے مقابلے میں روٹی کے اس ٹکڑے سے بھی کمتر ہے جو عہدۂ وزارت کے لیے کتے کو ڈالا جائے کیونکہ اس کی تو ایک حد اور انتہا ہے جبکہ آخرت کی کوئی انتہا اور نہایت نہیں ہے اور ایسے نہایت کے مقابلے میں اس شے کی کیا حقیقت ہے جس کی نہایت ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے بایزید بسطامیؒ سے کہا کہ فلاں شخص زہد کی باتیں کرتا ہے تو آپ نے پوچھا کہ کس چیز میں زہد کی باتیں کرتا ہے وہ؟ لوگوں نے کہا دنیا میں زہد کی۔ فرمایا۔ دنیا ہے کیا چیز کہ اس میں زہد کیا کریں۔ پہلے کوئی چیز بھی تو ہو کہ اس میں زہد کیا جا سکے۔

زہد کیوں اور کس چیز کے لیے اختیار کیا جاتا ہے؟ اس اعتبار سے بھی زاہدوں کو تین درجوں میں رکھا جا سکتا ہے:۔

(۱) اول یہ کہ آدمی اس غرض سے زاہد ہو جائے کہ عذابِ آخرت سے رہائی مل جائے۔ اور اپنے مرنے پر راضی ہو۔ یہ اہلِ خوف کا زہد ہے۔ ایک دن مالک بن دینار نے کہا کہ کل رات میں نے حق تعالیٰ کے سامنے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا یعنی اس سے جنت طلب کی (یعنی موت مانگی کیونکہ اس کے بعد ہی جنت مل سکتی ہے اور جنت جبھی مل سکتی ہے کہ عذاب سے رہائی ملے اور عذاب سے رہائی کے لیے زہد کام آتا ہے)

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ زہد ثوابِ آخرت کے لیے اختیار کیا جائے اور یہ پورا زہد ہے کیونکہ زہد کا سبب رجا و محبت ہوتا ہے اسی لیے اس کو اہلِ رجا کا خوف کہتے ہیں۔ یعنی امیدواروں کا زُہد۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں نہ دوزخ کا خوف ہو اور نہ بہشت کی آرزو بلکہ حق تعالیٰ کی محبت دنیا اور آخرت دونوں کو بھلا دینے کا سبب بن گئی ہو اور غیر اللہ کی طرف دیکھنا اس کے لیے باعثِ شرم اور موجبِ رسوائی ہو۔ یہ درجۂ کمال ہے۔ چنانچہ رابعہ بصری سے لوگوں نے بہشت کی بات کی تو انھوں نے فرمایا کہ گھر سے بڑھ کر گھر والا ہوتا ہے (یعنی کسی کے گھر جو جاتے ہیں تو در و دیوار سے ملنے کے لیے نہیں بلکہ گھر والے کی محبت وہاں کھینچ کر لے جاتی ہے) جس شخص کے دل میں محبت الٰہی جاگزین ہو جائے اس کے لیے بہشت کی لذت میں کوئی کشش نہیں ہوتی۔ جس طرح بادشاہی کی لذت کے مقابلے میں چڑیا سے کھیلنے کی لذت کوئی درجہ نہیں رکھتی لیکن ایک بچے کے نزدیک چڑیا سے کھیلنا ہی ایسی لذت کا حامل ہے کہ وہ اسے بادشاہی کی لذت سے بھی زیادہ خیال کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی اس کا خیال درست ہوتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ بادشاہی کی لذت سے باخبر ہی نہیں ہوتا اور اس کی بے خبری کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے دیدار کے علاوہ اگر کوئی دوسری خواہش کسی شخص کو زہد پر راغب کرے تو وہ اسی بچے کی طرح ناقص العقل ہے جو بادشاہی کی لذت سے اس لیے بے خبر ہے کہ اسے اس کا پتہ ہی نہیں۔

اور جس چیز کو ترک کر کے زہد اختیار کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے بھی زہد کے مختلف درجے ہیں اس لیے کہ بعض لوگوں کا ترک تو صرف چند چیزوں تک محدود ہوتا ہے اور بعض ان سے زیادہ اور بعض ان سے بھی زیادہ چیزوں کے تارک ہوتے ہیں لیکن اس میں درجۂ کمال یہ ہے کہ ہر اس چیز کو ترک کر دیا جائے جو نفس کو لذت و حظ پہنچاتی ہو اور راہ دین کے لیے اس کی کوئی ضرورت بھی نہ ہو کیونکہ دنیا عبارت ہے مال و جاہ سے، خورد و نوش سے، پہننے سونے اور مجلس آرائی سے کہ جہاں بیٹھ کر لطفِ صحبت اٹھائیں، درس دیں، حدیثیں سنائیں اور اپنے نفس کو محظوظ کیا کریں اور جو بات بھی نفس کی خاطر ہو وہ دنیا میں شمار کی جائے گی (لہذا قابلِ ترک) البتہ درس و تدریس، روایت و حدیث اور مجلس منعقد کرنے سے مقصود اگر یہ ہو کہ خلقِ خدا کو راہِ ہدایت کی طرف دعوت دی جائے تا کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ان امور کو دنیا میں شامل نہیں سمجھا جائے گا۔

حکایاتِ زُہد

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ فرمایا کرتے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا قلب آئینہ بن گیا پھر پانچ سال تک مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا۔ چنانچہ پھر مسلسل پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد مجھے واصل الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

زاہد بغداد میں ایک مرتبہ حضرت حاتم اصمؒ نے خلیفہ سے ملاقات کے وقت فرمایا

کہ السلام علیکم یا زاھد۔ لیکن خلیفہ نے کہا میں زاہد تو نہیں ہوں بلکہ آپ زاہد ہیں۔ آپ نے کہا کہ خدا کا یہ فرمان ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ یعنی اے نبی! فرما دیجیے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے اور چونکہ تو قلیل شے پر قانع ہو گیا اس لیے زاہد ہے اور میں دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا تو پھر میں کیسے زاہد ہوں۔

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ زہد کی بادشاہت، رعیت کی بادشاہت سے زیادہ باعظمت ہے کیونکہ رعیت کا بادشاہ لوگوں کو اپنے گرد لاٹھی کے زور سے جمع کرتا ہے اور ایک زاہد لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہے مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ابن مبارک اپنے اس قول کے مصداق خود بھی تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ رقہ (بغداد کا ایک نواحی مقام) تشریف لے گئے۔ اسی زمانے میں خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں آیا ہوا تھا اور اپنے لکڑی کے محل میں مقیم تھا۔ لوگوں نے ابن مبارکؒ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو جوق در جوق ان کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ پیدل اور سواروں کی کثرت سے اس قدر گرد اڑی کہ آسمان پر غبار چھا گیا۔ خلیفہ کی ایک ام ولد (وہ کنیز جس کی اولاد ہو جائے) نے لکڑی کے محل کے برج پر چڑھ کر دیکھا کہ انسانوں کا ایک جم غفیر ہے جس میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا جاتا ہے اس نے بعض خدام سے پوچھا کہ یہ کیسا اژدحام ہے انھوں نے کہا کہ خراسان سے ایک بزرگ عبداللہ بن مبارکؒ تشریف لائے ہیں۔ یہ سب لوگ ان کی زیارت کے لیے جمع ہیں۔ یہ سن کر اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

"واللہ بادشاہی یہ ہے۔ ہارون الرشید کی بادشاہی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں کیونکہ اس کے پاس لوگ لاٹھی اور کوڑے اور سپاہیوں اور خدمت گاروں کے زور سے آتے ہیں۔"

حکایت ایک دفعہ ایک شخص حضرت سری سقطیؒ کی بزرگی اور کمالات کا شہرہ سن کر کسی دور دراز مقام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے وطن کے فلاں بزرگ نے دنیا سے یکسر قطع تعلق کر لیا ہے اور ایک پہاڑ میں معتکف ہو کر

مصروف زہد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
دنیا سے یکسر قطع تعلق کر کے کسی غار میں معتکف ہو جانا کوئی جوانمردی نہیں ہے۔ مرد
جو دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور دنیا میں گم ہو کر نہ رہ جائے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور ایک جہا
آپ کے زیرِ فرمان تھا جب آپ سوار ہوتے تھے تو آپ کے خدام چالیس
ڈھالیں سونے کی اور چالیس گرز سونے کے آپ کے آگے اور پیچھے لے کر چلتے تھے ا
رات آپ اپنے شاہی بستر پر سو رہے تھے تو آدھی رات کے وقت آپ کو چھت پر آہٹ
معلوم ہوئی۔ آپ نے آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ تو کسی نے جواب دیا کہ میرا اونٹ
کھو گیا ہے۔ میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے نادان! اونٹ کا چھت
پہ کیا کام۔ کیا کبھی اونٹ چھت پر بھی ملا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ اے غافل! تو خدا کو اطلس
لباس اور شاہی تخت پر ڈھونڈتا ہے۔ کیا چھت پر اونٹ ڈھونڈنے سے یہ بات زیادہ تعجب
کی نہیں کہ شاہی عیش و عشرت اور غفلت کے بستر پر خدا کو ڈھونڈا جائے۔

حضرت ابراہیم یہ غیبی آواز سن کر بڑے متاثر اور حیران ہوئے اور صبح جب آپ اپنے
تخت شاہی پر بیٹھے اور دربار عام ہو رہا تھا تو ایک اجنبی اور پُرشوکت آدمی دربار میں داخل ہوا
اس پُرشوکت شخص کا کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ اسے اندر داخل ہوتے ہوئے کوئی نہ روک
سکا۔ یہ اجنبی جب دربار میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ یہ سرائے مجھے پسند نہیں۔ بادشاہ بولا کہ
یہ سرائے کب ہے۔ یہ تو میرا محل ہے۔ اس اجنبی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ آپ سے پہلے یہ محل کس
کے پاس تھا؟ بادشاہ بولا، میرے باپ کے پاس۔ اجنبی نے پوچھا اور تیرے باپ سے
پہلے یہ محل کس کے پاس تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا میرے دادا کے پاس۔ اجنبی نے
پوچھا آپ کے دادا سے پہلے کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے دادا کے
والد کے پاس۔ اجنبی نے کہا تو گویا آپ سے پہلے اس میں آپ کے والد رہتے تھے۔ اور

آپ کے والد سے پہلے آپ کے دادا اس میں رہتے تھے اور آپ کے دادا سے پہلے ان کے والد اس میں رہتے تھے تو اے بادشاہ آپ خود ہی سوچ کہ سرائے اور کس کو کہتے ہیں، سرائے بھی تو ہی ہوتی ہے جس میں ایک جائے اور دوسرا آئے، وہ بھی جائے اور تیسرا آئے۔ یہ کہہ کر وہ پُرشکوہ اجنبی باہر نکل گیا اور گم ہو گیا۔ حضرت ابراہیم تخت سے اترے اور اس اجنبی کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ اسے پا لیا اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم کے دل پر ان واقعات کا گہرا اثر ہوا اور دنیوی سلطنت کو خیرباد کہہ کر آپ نے نو برس تک ایک غار میں سکونت اختیار کر کے بہت مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور پھر آپ آسمانی ولایت کے ایک درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے مجاہدات

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے ان کے مجاہدات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ اگر میں اعلیٰ مجاہدات کا ذکر کروں تو تمہارے فہم سے بالاتر ہے لیکن میرا معمولی مجاہدہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اپنے نفس کو عبادت کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو وہ منحرف ہو گیا لیکن میں نے بھی اس سزا میں پورے ایک سال تک اس کو پانی سے محروم رکھا اور کہا یا تو عبادت کے لیے تیار ہو جا ورنہ تجھے اس طرح پیاس سے تڑپاتا رہوں گا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ ایک ارادتمند جو تیس سال سے آپ کا خادم بنا ہوا تھا وہ جب بھی سامنے آتا آپ پوچھتے کہ تیرا کیا نام ہے ایک مرتبہ اس نے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں کہ جب بھی سامنے آتا ہوں آپ نام پوچھتے ہیں۔ فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میرے قلب و روح میں اس طرح اللہ کا نام جاری وساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔

باب ۵

رزق

رزق حلال کھانا اللہ سے دوستی کا اولین تقاضا ہے۔ اللہ کے بندے رزق کے لیے مطلقاً فکر نہیں کرتے۔ جو اللہ کی طرف سے مل جاتا ہے اس سے گزارا کر لیتے ہیں اللہ پر بھروسہ ہی انھیں رزق سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ اکثر اللہ کے دوست خوراک جمع نہیں رکھتے کیونکہ وہ ایسا کرنے کو تصوف کے خلاف سمجھتے ہیں بلکہ بعض اللہ کے بندوں کی اس حد تک عادت ہوتی ہے کہ اگر ان کے پاس رزق خریدنے کے لیے دولت نہ ہو تو وہ خوش رہتے ہیں تاکہ نہ دولت ہو گی نہ یوم حشر کو حساب ہو گا مگر بعض اللہ کے بندے اس حد تک خوراک رکھنے کے قائل ہوتے ہیں کہ جو ان کے اہل وعیال کے لیے کچھ عرصہ کفایت کر سکے۔

رزق کے استعمال کے سلسلہ میں اللہ کے دوست جس امر کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں وہ رزق کا پاکیزہ اور حلال ہونا ہے کیونکہ حکم خداوندی ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اس لیے اللہ کے بندے اپنے دستر خوان کو رزقِ حلال سے مزین کرتے ہیں جس کا کھانا پاک اور لطیف ہو کیونکہ پاکیزہ رزق کھانے ہی سے اللہ کی دوستی قائم ہوتی ہے۔ دامنِ ارض وسماء اللہ تعالیٰ کے رزقِ حلال سے بھرا ہوا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے حاصل کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

احکامِ خداوندی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۷۲)

اللہ پاک اور منزہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی دنیا کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہوں مگر بندے کی سیرت اور کردار اسی صورت میں پاک ہوگی جب اس کے جسم میں لقمہ حلال جائے گا اور یہی پاکیزگی قربت خداوندی کا باعث بنتی ہے اور عبد کو مقام صبر و شکر تک پہنچاتی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

اے لوگو! زمین میں سے حلال پاک اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

(پ ۲۔ بقرہ ۱۶۸)

کرۂ ارضی کے ہر شخص کو حکم دیا گیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ شیطان کی تدابیر اور حیلے اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمھارے ذہن میں شکوک و شبہات ڈال کر تمھیں اللہ کی راہ سے دور کر دے گا اور تم اس کی پیروی میں اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام نہ کر بیٹھو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو ایک اور انداز میں بیان فرمایا ہے:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس سے کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو

(پ ۷، المائدہ ۸۸)

پاک اور حلال خوراک انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کیونکہ رزق حلال ہی سے تقویٰ جنم لیتا ہے جو حصول معرفت اور روحانیت کا ذریعہ بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ رزقِ حلال کھائیں۔

فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ۫ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٪

مال غنیمت کھاؤ کہ وہ حلال پاکیزہ ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (پ ۱۰، انفال ۶۹)

غنیمت کا مال کھانے یا استعمال میں لانے کو جائز قرار دیا گیا ہے مگر شرعاً اس بات کا لحاظ رکھنا پڑے گا کہ مالِ غنیمت میں سے صرف وہ چیز جو حلال یا پاکیزہ ہو اسے ہی استعمال کیا جائے۔ مالِ غنیمت کی حرام چیزوں کو تلف کر دیا جائے جیسا کہ اگر مالِ غنیمت میں شراب وغیرہ ملے تو اسے ضائع کر دینا چاہیئے کیونکہ مسلمانی کا تقاضا یہی ہے کہ صرف حلال پاکیزہ چیزیں استعمال کی جائیں۔

یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ

اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو تم کرتے ہو بیشک میں جانتا ہوں۔ (پ ۱۸ مومنون ۵۱)

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو حلال کھانے کی ترغیب دی ہے حالانکہ پیغمبر تو پہلے ہی حلال کھاتے ہیں۔ دراصل اس آیت میں خطاب تو رسولوں کو ہے مگر عوام الناس کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم رزق حلال کھاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق دیا اس کا ذکر یوں فرمایا ہے،

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۚ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت دی اور پاکیزہ رزق دیا اور دنیا والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ (پ ۲۵۔ جاثیہ ۱۶)

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن میں رزق کے لیے حلال اور طیب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حلال غذا وہ ہوتی ہے جسے اللہ کی طرف سے کھانے کا حکم ہے۔ صرف ایسی غذا کا استعمال شریعت نے جائز قرار دیا ہے مثلاً گیہوں، چاول، سبزیاں، گوشت، دالیں پھل پانی وغیرہ۔ مگر طیب وہ چیز ہوتی ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی نجاست اور غلاظت سے بھی پاک ہو۔ اور اس سے طبیعت پر کسی قسم کی کراہت اور گرانی محسوس نہ ہو یعنی صورتاً اور خاصیتاً پاکیزہ ہو۔ لہٰذا حلال اور طیب رزق کے معنیٰ یہ ہوئے کہ غذا بظاہر پسندیدہ ہو اور از روئے شریعت حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو۔

غذائیت کے لحاظ سے بعض اشیاء لطیف ہوتی ہیں ان کے استعمال سے جسم میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ جتنی کسی چیز میں لطافت زیادہ ہوگی اتنی ہی وہ جسم میں زیادہ پاکیزہ خاصیت پیدا کرے گی اسی لیے تو مردانِ خدا حلال غذا کھانے کے ساتھ اس کی لطافت کو بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ پاکیزہ اور کم کھانے سے انسانی جسم کی طہارت زیادہ دیر تک قائم رہ سکتی ہے جس سے انسان عبادت اور ریاضت کی طرف زیادہ راغب رہنے لگتا ہے۔ چنانچہ طالبانِ حق و صداقت کے لیے مناسب ہے کہ وہ پاکیزہ صاف ستھری پاک مناسب لطیف مفید، صحت بخش غذا کھائیں۔

فضیلتِ رزقِ حلال

حلال روزی تلاش کرو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

ہاتھوں کی کمائی حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے

ہاتھ کی کمائی سے کھائے اور بیشک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

کتابت رزقِ حلال ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کتابت قرآن مجید کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ الفاظ کی صورتیں بناتے ہیں اور بیشک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔ (رزین)

پاکیزہ ذریعۂ معاش

حضرت رافع بن خدیج رض کا بیان ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ کونسا ذریعۂ معاش پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔ (مسند امام احمد)

نیک اولاد نیک کمائی ہے

حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پاک تمھارا وہ کھانا ہے جو تمھاری کمائی سے ہو اور بیشک تمھاری اولاد بھی کمائی سے ہے (ترمذی، نسائی)

پاک کھانا کھانے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جس کا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ (۲۳ : ۵۱) اور فرمایا اے ایمان والو پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں روزی دی (۲ : ۱۷۲) پھر ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے۔ بال بکھرے ہوئے اور غبار آلودہ ہیں، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے۔ بھلا اس کی التجا کیسے قبول کی جائے۔ (مسلم شریف)

روزی کے بنتے ہوئے ذریعے کو نہ چھوڑو

حضرت نافع کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کی طرف اپنا مالِ تجارت بھیجا کرتا تھا۔ میں نے عراق کی طرف مال بھیجنے کی تیاری کی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! میں شام کی طرف مالِ تجارت بھیجا کرتا تھا مگر اب عراق کی طرف بھیج رہا ہوں۔ فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ تمہیں اپنی نفع بخش تجارت سے کیا دشمنی ہے جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے روزی کا ایک سبب بنادے تو اسے نہ چھوڑے جب تک اس میں رکاوٹ نہ آئے یا نقصان نہ ہونے لگے۔ (احمد، ابن ماجہ)

حلال و حرام کی تمیز کرو

حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں صلح کرانا جائز ہے سوائے ایسی صلح کے جو حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال کرے۔ مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اناج کے بدلے اناج

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اناج کے بدلے اناج برابر برابر ہو۔ (مسلم)

رزقِ حلال کے اصول

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جَو کے بدلے جَو، کھجوروں کے بدلے کھجوریں اور نمک کے بدلے نمک ایک دوسرے کی مثل برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہوں۔ جب ان کی قسمیں مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو جبکہ دست بدست لینا دینا ہو۔ (مسلم)

مرضی سے دوسرے کو دیا ہوا مال حلال ہے

ابو حرہ رقاشی رض نے اپنے چچا جان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کسی پر ظلم نہ کرو۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی دوسرے کا مال حلال نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اپنی خوشی سے دے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

درست چیز لینے اور دینے کا اصول

حضرت قتادہ رض کا بیان ہے کہ حضرت انس رض کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک خطرہ محسوس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رض سے گھوڑا مستعار لیا۔ جس کو مندوب کہا جاتا تھا۔ پس آپ سوار ہو گئے۔ جب واپس لوٹے تو فرمایا کہ ہم نے تو کوئی خطرہ نہیں دیکھا اور اسے ہم نے دریا کی طرح رواں پایا ہے۔ (بخاری)

تجارت کا ایک اصول

حضرت ابو بکر بن ابو مریم کا بیان ہے کہ حضرت مقدام بن معدیکرب کی ایک لونڈی تھی جو دودھ بیچا کرتی اور حضرت مقدام دودھ کی قیمت لے لیا کرتے۔ ان سے کہا گیا کہ سبحان اللہ آپ دودھ بیچ کر اس کی قیمت لیتے ہیں؟ فرمایا ہاں اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں پر وہ زمانہ بھی ضرور آئے گا جس میں فائدہ نہیں پہنچائیں گے مگر دینار درہم۔ (مسند امام احمد)

رزق حلال کھانے کا کمال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چالیس روز تک حلال کی روزی کھاتا ہے جس میں حرام کی ذرہ بھر آمیزش نہ ہو، حق تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ بہتے ہیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق (حدیث کا نصف آخر یوں ہے کہ) اس کا دل دنیا کی دوستی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ (حلیہ ابو نعیم)

فرموداتِ صحابہ کرام رض

رزق کی قدر کرو
حضرت ابوبکر صدیق رض کا فرمان ہے کہ رزق کی قدر کرو اللہ اس میں برکت دے گا۔ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے پاک صاف رزق کھاؤ اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

تلاشِ رزق
حضرت عمر فاروق رض کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ تلاشِ رزق میں بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا اس لیے اپنے رزق کو تلاش کر کے حاصل کیا کرو۔

حضرت علی رض کا ارشاد
حضرت علی رض کا ارشاد ہے کہ جہاں سے اصل آتی ہے وہیں سے رزق آتا ہے۔ صدقے کے ذریعے اپنے رزق لو ... ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے فرزندِ آدم آنے والے دن کی فکر نہ کر کیونکہ اس دن اگر تو زندہ ہے تو خدا تیرا رزق بھی اسی کے ساتھ لائے گا۔

رزق دو طرح کا ہے
حضرت علی رض نے فرمایا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے طالب اور مطلوب۔ جو دنیا کو طلب کرتا ہے اس کو موت ڈھونڈتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے نکل جاتا ہے اور جو آخرت کو تلاش کرتا ہے اسے دنیا ڈھونڈتی ہے حتیٰ کہ اس کی روزی اسے مل جاتی ہے۔

محتاجوں کی روزی
حضرت علی رض نے فرمایا ہے کہ خدا نے سرمایہ داروں کے مال میں محتاجوں کی روزی رکھی ہے اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دولت مند نے اسے محروم رکھا۔ خدائے بزرگ ان لوگوں سے اس کا جواب طلب کرے گا۔

کسبِ معاش میں اچھا راستہ

حضرت علیؓ نے ترغیب دی ہے کہ خدا دنیا سے جو کچھ دے وہ لے لو۔ جو تم سے منہ پھیرے تم بھی اُدھر نہ دیکھو۔ اگر یہ نہ کرو تو کسبِ معاش میں اچھا راستہ اختیار کرو۔

اللہ کی راہ کا اصول

حضرت عثمان غنیؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ رزق عطا فرمائے اسے چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں اتنا ہی زیادہ رزق استعمال میں لائے۔

حضرت عثمانؓ کی نصیحت

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کثرتِ رزق کے فتنے میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ حقیقتاً دنیا اور دنیا کی دولت بیکار ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا طرزِ عمل

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زندگی کے اعمال و فرائض میں پاک روزی حاصل کرنے اور سچ بولنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر کوئی عابد اس قدر عبادت کرے کہ اس کی پیٹھ مثل کمان کے جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ مانند تیر کے لاغر ہو جائے۔ قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ نہ نفع دیگی اس کو اس قدر عبادت اور مشقت۔ جب تک کہ وہ حلال روزی تلاش نہ کرے اور جب تک کہ وہ سچ بولنا اختیار نہ کرے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ شخص کس قدر فریب کار ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے اور مکر و فریب اور جور و ستم کے ساتھ روزی حاصل کرتا ہے اور صبح سے شام تک بے دریغ جھوٹ بولتا ہے کیا ایسے شخص کو کسی وقت بھی رضائے حق، اخلاص، لطافت طبع، رقتِ قلب، لطافت روح اور اثر پذیری کی نعمت حاصل ہو سکتی ہے اور کیا اس شخص کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت میں کوئی اثر پیدا ہو سکتا ہے۔؟

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ نہایت ذی ہیکل، وجیہہ اور بے حد بارعب تھے بیت المال سے آپ کو چار ہزار درہم ملتے تھے لیکن آپ ان کو غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ جب آپ مدائن کے حاکم تھے اس زمانے میں بھی کھجور کی چٹائی وغیرہ بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ آپ کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا آدھا حصہ بچھاتے اور آدھا اوڑھتے عمر بھر مکان نہ بنایا۔ جہاں موقع مل جاتا کسی کے مکان کے سائے میں پڑ رہتے۔

ایک دن آپ نے خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا اور خود آٹا گوندھنے لگے۔ ایک شخص آیا اس نے دیکھ کر کہا کہ آپ کا غلام کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس کو ایک ضروری کام کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے یہ امر پسند نہیں کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں۔ اس لیے ایک کام میں خود کر رہا ہوں اس میں حرج ہی کیا ہے۔

اقوالِ رزق

حضرت ابو سلیمان کا قول ہے کہ میں اگر ایک لقمہ حلال میں سے کم کھاؤں تو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ صبح تک نماز میں کھڑا رہوں۔ کیونکہ رات اس وقت ہوتی ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور مومن کے دل میں رات اس وقت ہوتی ہے جبکہ معدہ کھانے سے پُر ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ نے فرمایا ہے کہ حلال خالص وہ ہے جس میں خدا کو فراموش نہ کرو۔ آپ کے ایک شاگرد کو بہت بھوک لگی۔ چند روز گزر گئے تو استاد کی خدمت میں عرض کیا کہ اے استاد! موت کیا ہے؟ جواب ملا "حق ولا یموت" کا ذکر۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک کے متوکلین ہرگز غم رزق میں گرفتار نہیں ہوتے کیونکہ روز اول جو مقسوم ہو چکا ہے بہر حال ملے گا۔ درویش کو شغلِ خدا میں مشغول

رہنا چاہیئے اور اطمینانِ قلب کے ساتھ اطاعتِ خدا کرنی چاہیئے پھر دیکھیئے کہ کتنی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

حضرت بابا فریدؒ کا ایک قول اور ہے کہ اے درویش! سو سال تک اگر تم رزق کی خاطر دوڑ دھوپ اور ساری دنیا میں تگ و دو کرو۔ ایک ذرہ کے قریب تمھارے مقدر میں اضافہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ لقمہ سب سے زیادہ رزق حلال میں سے ہے جو انسان محنت کر کے حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جو رزق حلال کما نہ سکے اسے نکاح نہ کرنا چاہیئے۔

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو اپنے پیٹ میں رزقِ حلال کے سوا کچھ نہ ڈالو۔

حضرت امام غزالیؒ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ اہل و عیال کے لیے رزقِ حلال کمانا ابدالوں کا کام ہے۔

بعض نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شہر سے چلے جاؤ تمھاری روزی میں اضافہ ہو جائے گا یا قسمت اچھی ہو جائے گی یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس شخص کی بے یقینی پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس بارے میں اندیشہ کرتا ہے اور یہ بُرا اندیشہ اسے پریشان رکھتا ہے۔ اے درویش! تم کہیں چلے جاؤ، تمھارا پروردگار تمھارے ساتھ ہے اور جو مقدر ہے تمھیں ضرور ملے گا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ہزار سال بھی اگر روزی کے پیچھے مارے مارے پھرو، ہرگز زیادہ نہیں ہوگی۔ پس لوگوں کو چاہیئے کہ ہر حال میں صادق الیقین رہیں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ روزی کے لیے غمگین ہونا گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کا رزق تجھ پر ہے اسے گھر سے نکال دے اور

جس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اسے گھر پر رہنے دے۔ مزید فرمایا کہ لقمہ حلال کو ڈھونڈا مگر دنیا میں اسے نہ پایا۔

حضرت شقیق بلخی کا قول ہے کہ زبان سے ہر کوئی کہتا ہے کہ میرے رزق کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے مگر دل سے یقین نہیں کرتا اور خواہش رکھتا ہے کہ فلاں چیز مجھے ملے۔

حضرت فضیل بن عیاض مکہ مکرمہ میں لوگوں کو پانی پلا کر گزارہ کرتے تھے آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر پانی لاد کر لایا کرتے اور اس کی فروخت سے آپ اور آپ کے اہل و عیال گزر بسر کرتے تھے اور فرماتے اے اللہ! مجھے ہمیشہ حلال دے۔

حضرت سید علی ہجویری رح کا قول ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میری روزی میرا مقدر مجھے مل کر رہے گی۔ کوئی اسے نہ گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ حقیقی زہد رزقِ حلال کھانے میں ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی کا قول ہے کہ رزق حلال کمانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ہر نماز وقت پر ادا کرے اور شریعت کی حد سے باہر قدم نہ رکھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رح نے ایک دفعہ ایک مجلس میں فرمایا کہ کھانا حلال کھاؤ اور حلال کمائی کا کپڑا پہنو۔ اور توبہ کرو اور حرام کمائی کا کپڑا نہ پہنو۔ جب ایسا کرو گے تو بہشت کے آٹھوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لیے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز قبول ہوگی۔ (انیس الارواح)

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کا قول ہے کہ اے بندے! اللہ تجھ سے اور تیرے احوال سے غافل و بے خبر نہیں ہے۔ وہ تو ایسا پروردگار عالم ہے کہ کفار، منافقین اور فساق کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ پھر اے مومن و موحد! اے اس کی طاعت و عبودیت اختیار کرنے والے! وہ تجھے کس طرح فراموش کر سکتا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح کا فرمان ہے کہ اللہ کے رزق اور اس کی نعمتوں کا مست و

شادمانی سے استقبال کیا کرو اور اسے خوشی خوشی قبول کرو کیونکہ یہ چیز آئندہ کے لیے بھی اضافہ رزق اور برکات کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ارشاد ہے کہ رزق حلال کا حساب ہوگا اور رزق حرام حاصل کرنے کا عذاب ہوگا کیونکہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق نے فرمایا ہے کہ رزق حلال کا ایک لقمہ غصہ کو کھا جاتا ہے۔

حضرت یحیٰی بن معاذ کا قول ہے کہ زندگی گزارنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ رزقِ حلال حاصل کرو اور حلال طریقوں ہی سے اسے خرچ کرو۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اسے حلال رزق سے پُر کیا جائے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر اللہ کی عبادت میں محویت اور لطف چاہتے ہو تو خود رزقِ حلال کما کر کھاؤ۔

حضرت امام علی شاہ نقشبندی مکان شریف والوں کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رزاق جانتے ہوئے یہ یقین رکھو کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔

حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رزق حلال تلاش کرو کیونکہ اس سے حلال خون پیدا ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان نیک کاموں کی طرف راغب ہوتا ہے۔

حکایاتِ اولیاء

رزقِ حلال استعمال کرو

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے سوال کیا کہ کیا تم جماعتِ حق میں شمولیت چاہتے ہو اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی رتی بھر پروا نہ کرتے ہوئے خود کو غیر اللہ سے خالی

کرلو اور رزق حلال استعمال کرو کیونکہ صوم وصلوٰۃ اور جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ محسوس نہ کرلے کہ اس کی روزی کس قسم کی ہے

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اپنے ایک درویش کے پاس گئے اس درویش کا بیان ہے کہ میں دل میں بہت خوش ہوا کہ آپ میرے پاس تشریف لائے ہیں مگر اتفاق سے اس روز گھر میں آٹا موجود نہ تھا مگر آپ کے آنے کی وجہ سے میں اسی دن رزقِ حلال سے آٹے کا تھیلا لے آیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزقِ حلال کے باعث تمہارے آٹے میں برکت عطا فرمائے اور فرمایا کہ اس میں سے خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ مگر اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش اور دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کے لیے آتے رہے اور وہی آٹا پکتا رہا مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لے گئے تو ہم ایک مدت دراز تک اسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے اور آٹا مطلق ختم نہ ہوا جب میں نے حضرت کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل وعیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی۔

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ رزقِ حلال اور بزرگوں کی اطاعت سے برکت پیدا ہوتی ہے اگر کوئی اپنے مُرشد کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو برکت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اللہ والوں کے حکم کے سامنے ہمیشہ سرِ تسلیم خم رہنا چاہیئے۔

حکایت حضرت حاتم اصمؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا کہ آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ یقیناً متلاشی رہتا ہوں آپ نے پوچھا کہ قبل از وقت یا بعد از وقت یا بر وقت تلاش کرتے ہو۔ یہ سن کر امام صاحب سکتہ میں آگئے اس لیے کہ اگر یہ کہیں کہ قبل از وقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ تم تضیع اوقات کرتے ہو اور اگر بعد از وقت کہہ دوں تو کہیں گے کہ گزشتہ شے کی جستجو لا حاصل ہے

اور اگر یہ کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ موجود شے کی جستجو سے فائدہ کیا۔ لیکن ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تلاش رزق نہ فرض ہے نہ سنت اس لیے اس کی جستجو ہی بے سود ہے کیونکہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا پھرتا ہے۔ جیسا حدیث میں ہے کہ رزق تو خود تمھارے پاس پہنچتا ہے تمھیں جستجو کی کیا ضرورت ہے۔

ولی کا اصولِ تجارت

حضرت سری سقطیؒ گزر اوقات کے لیے تجارت کیا کر[تے] تھے۔ آپ نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ اپنا مال زیادہ سے زیادہ بیس فی صد منافع پر فروخت کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادا[م] خریدے۔ یکایک باداموں کا نرخ چڑھ گیا۔ ایک دلال آیا اور کہا کہ یہ بادام بیچ دیجیے آپ نے فرمایا کس قیمت؟ اس نے کہا نوے دینار مل جائیں گے۔ آپ نے فرمایا میں نے عہد کر رکھا ہے کہ بیس فی صد سے زیادہ منافع نہ لوں گا۔ دلال نے کہا تو پھر میں آپ کے مال کو نقصان پر نہیں بیچتا۔ شیخ نے فرمایا تو تیری مرضی۔ میرا مقصد زر اندوزی نہیں ہے اس لیے میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

حضرت محبوبِ الٰہی فرماتے ہیں، اجودھن میں قیام کے دوران تنگی معاش کا یہ عالم تھا کہ ہم جنگل سے لکڑیاں لاتے، پانی بھرتے اور کریر لاتے اور ان کو ابال کر ہم خود بھی اور حضرت بابا صاحب بھی روزے افطار کرتے تھے۔ ایک روز ہم نے کہیں سے قرض کا نمک لے کر کریروں میں ڈال دیا۔ جب کھانا حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا درویشوں کو چاہیئے کہ فاقے سے مر جائیں مگر لذتِ نفس کے لیے کسی سے قرض لے کر اس کا احسان نہ اٹھائیں کیونکہ قرض و توکل میں بُعد المشرقین ہے۔ لہذا فقیروں کا قرض سے دور رہنا فرض عین ہے۔ اس کے بعد مجھے حضرت بابا فریدؒ نے ایک کمبل عطا کیا جسے وہ ہمیشہ استعمال کیا کرتے تھے اور اپنی زبان سے مجھے دعا دی کہ تو کبھی تنگدست نہیں ہوگا اور حکم

دیا کہ کسی سے قرض مت لینا اور دہلی جا کر جس کسی کا قرض دینا ہے فوراً ادا کر دینا۔ حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی پہنچا تو میں نے مرشد روشن ضمیر کے حکم کی تعمیل کی اور شیخ نجیب اللہ متوکل کو تمام حالات بتائے وہ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم دونوں کے نصیب کھل گئے۔

حکایت حضرت مخدوم جہانیاں کا واقعہ ہے کہ عرب کے ایک عالم آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ عرض کی کہ کپڑا بنتا ہوں آپ نے فرمایا کہ شیخ احمد نہروالا بھی نوربافی کیا کرتے تھے۔ پھر شیخ احمد نہروالا کے حالات زندگی بیان فرمائے کہ کسب و ہنر کا لقمہ پاک ہے۔ اللہ کے ابدال جو پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ پہاڑ سے لکڑیاں، گھاس۔ جڑی بوٹیاں، پہاڑی میوے لا کر شہروں میں فروخت کرتے ہیں اور جو اجرت ملتی ہے اس کا کھانا لے کر دوبارہ پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور دوبارہ ریاضت الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا نظریۂ رزق حضرت ابراہیم بن ادھم ہمیشہ لوگوں کو رزقِ حلال کمانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے کسی سے سوال کیا کہ کیا تم جماعتِ حق میں شامل ہونا چاہتے ہو؟ جب اس شخص نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی ذرہ برابر پروانہ کرو اور خود کو غیر اللہ سے خالی کر لو اور رزق حلال استعمال کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ۔ جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک اسے یہ احساس نہ ہو کہ اس کا رزق کن ذرائع سے آتا ہے اور اس کی روزی کا وسیلہ کیا ہے۔ کسی نے آپ کے سامنے ایسے شخص کی تعریف کی جو ہر وقت عبادات میں مصروف رہتا تھا۔ چنانچہ شوقِ ملاقات میں جب آپ اس عبادت گزار شخص کے ہاں پہنچے تو اس نے آپ سے تین روز تک اپنے ہاں بطور مہمان ٹھہرنے کی درخواست کی اور جب آپ نے تین روز تک مسلسل اس کے خصائل اور

حالات کا جائزہ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ اس ... نوجوان کی جتنی تعریف سنی تھی وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا اور یہ دیکھ کر آپ نے نادم ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس قدر کاہل ہیں اور یہ شب بیداری کرتا ہے لیکن پھر اچانک آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ ابلیس کے فریب میں مبتلا نہ ہو۔ لہٰذا یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ نوجوان رزقِ حلال کھاتا ہے یا رزقِ حرام اور جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے تو پھر آپ نے اسے اپنے ہاں تین روز تک مہمان ٹھہرایا اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا جس کے بعد نوجوان کی پہلی سی حالت باقی نہ رہی اور جب اس نے حضرت ابراہیم ادھم سے پوچھا کہ آپ نے کیا کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے رزقِ حلال میسر نہ ہونے کی وجہ سے شیطان اپنا کام دکھا رہا تھا مگر میرے گھر کے حلال رزق نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور اب تجھے یقیناً احساس ہو گیا ہوگا کہ تمام عبادات و ریاضت کا انحصار صرف حلال روزی پر ہے۔

حکایت حضرت ابو سعید کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ طوس تشریف لے جا رہے تھے دورانِ سفر رفیقوں نے گاؤں میں قیام کرنے کا ارادہ فرمایا جو چوروں اور ڈاکوؤں کا گاؤں تھا۔ چند صوفیاء درویش قافلے سے نکل کر چلے تاکہ وہاں کا جائزہ لیں کہ حضرت کہاں تشریف فرما ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم گاؤں کے نمبردار اور ڈاکوؤں کے سالار کے ہاں قیام کریں گے۔ بتایا گیا کہ وہ بڑا بدمعاش و بدقماش ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ جو کہا ہے وہ کرو۔ چنانچہ اسے اطلاع دی گئی کہ حضرت ابو سعید ابوالخیر اس کے ہاں اتریں گے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس ناپاک گھر میں پاک کپڑے بچھا دیے جائیں تاکہ شیخ اور ان کے مریدین بیٹھ سکیں۔ پھر وہ سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت صاحب کو طعامِ حلال کہاں سے کھلاؤں گا کیونکہ اس کے ہاں تو سب کچھ حرام کی کمائی کا تھا۔ بھاگم بھاگ اپنی ماں کے پاس گیا۔ سارا ماجرا بتایا تو اس کی ماں نے ہاتھوں سے طلائی چوڑیاں اتار کر دیں کہ یہ اس کی والدہ نے اپنی حلال کی میراث سے دی تھیں۔ نمبردار نے چوڑیاں فروخت کر کے حضرت شیخ کے لیے کھانے کا بندوبست فرمایا اسے رہ رہ کر

ماں کی بات کا خیال آرہا تھا کہ ہوا یا شیخ اسی لقمہ حلال کو جانتے ہوئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔ اس نے حضرت شیخ ابوسعید کی باتیں سنیں اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوا۔ گاؤں کے بیشتر لوگ بھی چوری ڈاکے سے تائب ہوگئے۔ جب طلائی چوڑیوں سے حاصل شدہ رقم ختم ہوگئی جس سے حضرت صاحب اور آپ کے مریدین کے لیے طعام کا بندوبست ہوسکتا تھا تو آپ تشریف لے گئے۔

حکایت ایک دفعہ کچھ سید حضرات بغرض ملاقات احمد حرب کے پاس پہنچے تو آپ ان کے ساتھ بڑے احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا باہر نکلا اور اس کی یہ حرکت سادات کو بہت ناگوار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نظر انداز فرما دیں کیونکہ اس بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس سے کھانا آیا تھا اور اس نے مجھ کو بھی کھلایا تھا اسی وجہ سے یہ بچہ گستاخ پیدا ہوا۔

حکایت حضرت ابراہیم ادھمؒ نے ایک عظیم سلطنت کو ٹھکرا کر درویشی اور حق شناسی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ آپ سادہ لباس پہن کر محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ تذکرۃ الکلام میں لکھا ہے کہ حضرت عراق کے ایک قصبے میں ایک باغبان کی حیثیت سے کام کر رہے تھے باغ کے مالک کو کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ اس باغ کے پاسبان حضرت ابراہیم ادھم ہیں۔ اس نے حضرت کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضرت کی مزدوری میں اضافہ کر دیا۔ اس راز کے بے نقاب ہونے سے حضرت کا دل پریشان ہوگیا۔ حضرت کے باغ کی چابی مالک کے حوالے کر دی اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ باغ کے مالک نے کہا میں ہر طرح آپ کو آرام پہنچاؤں گا۔ آپ تشریف نہ لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا پہلے ہم مزدور تھے اور اب ایک بزرگ ہیں۔ ہم تقویٰ، طہارت اور بزرگی کو بیچنا نہیں چاہتے۔ یہ کہہ کر حضرت دمشق کی طرف چلے گئے۔

خدائی رزق

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر اور ان کے چند سا
سیوستان کے ملک میں سفر کر رہے تھے۔ شہر کے باہر ایک غار تھی اور اس
غار میں ایک درویش سلوتۃ الدین تھے۔ مشغول الی اللہ اس حد تک کہ میں نے ان جیسا
کوئی سالک نہ دیکھا۔ اس کے پاس پہنچے۔ تھوڑی دیر ملاقات میں مصروف رہے اس کے بعد بات
شروع کی اور حکایت بیان کی کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیاحی کرتا رہا۔ ایک دفعہ میں
ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو ایک پہاڑ میں رہتا تھا جو کہ ایک صحرا کے درمیان تھا جہاں کوئی
پرندہ تک نظر نہ آتا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ درویش یہاں رہتا ہے۔ یہاں صحرا
میں روزی کہاں میسر ہے۔ جونہی میرے دل میں یہ بات آئی روئے سخن میری طرف فرما کر کہا کہ
اے درویش! روزی کے بارے میں کیوں حیران ہوتا ہے، کیا خدائے کریم کو رازق نہیں جانتا کیونکہ
کلام پاک میں لکھا ہے: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. حق تعالٰے کا
فرمان ہے کہ اے میرے بندو! خواہ تم آبادی میں ہو یا ویرانے میں جو تمھارا نصیب ہے تمھیں
ضرور ملے گا ..... اور کہا بیٹھو۔ ابھی قدرتِ خداوندی کا مشاہدہ کرواتا ہوں۔ جب اس بزرگ
نے یہ بات کی میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ مجھے فرمایا آگے آ اور اس پتھر کو جو میرے سامنے
ہے اٹھا۔ میں نے فرمان کے مطابق پتھر اٹھایا اور توڑ دیا۔ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا مجھے
فرمایا کہ اسے دیکھ۔ میں نے دیکھا کہ اس کے منہ میں گھاس کا تنکا تھا اور وہ کھا رہا تھا۔ اس
وقت بزرگ نے فرمایا اے درویش! وہ ذات جو کیڑے کو پتھر کے اندر روزی پہنچا کر زندہ رکھ
رہی ہے، میرے رزق کا انتظام صحرا میں نہیں کر سکتی؟

پھر وہ رات میں اس درویش کے پاس رہا۔ جب افطار کا وقت آیا۔ میں نے ایک آدمی کو
دیکھا۔ دو روٹیاں اور ان پر کچھ حلوا رکھے حاضر ہوا۔ آداب بجالایا۔ کھانا پیش کیا اور واپس
چلا گیا۔ جب درویش تلاوت سے فارغ ہوئے، مجھے بلایا اور فرمایا آؤ افطار کرو۔ تم تو کہتے
تھے کہ کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ جب دن ہوا میں اس بزرگ کی خدمت میں آداب بجالایا اور

واپس ہوا۔ پس اے درویش! میں نے اس پیر کی بات دل میں رکھ لی۔ اس مقام پر آ گیا۔ اور سکونت اختیار کر لی۔ خدا بہتر جانتا ہے آج تم ربیعہ تیس سال ہونے کو ہیں کہ رزق عالم غیب سے پہنچایا جاتا ہے اور آنے والے مسافروں کو بھی اس ریانے میں ان کا نصیب ملتا ہے۔ شیخ الاسلام نے بیان کیا کہ جب شام کا وقت ہوا میں نے اور مسافر نے ان کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک آدمی کھانے کا خوان سر پر رکھے ہوئے ظاہر ہوا۔ اس درویش کے سامنے رکھا۔ ہم نے اس بزرگ کے ساتھ نوش کیا۔ ہم نے اس خوان سے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن وہ کم نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے زمین پر پاؤں مارا۔ پانی کا چشمہ نکل آیا۔ ہم نے جی بھر کر پانی پیا۔ اس کے بعد وہ خوانِ طعام غائب ہو گیا۔ جب دن چڑھا میں نے رخصت ہوتے ہوئے ان سے مصافحہ کرنا چاہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ جونہی میرے دل میں یہ بات آئی۔ انھوں نے فرمایا اے عزیز! میں ایک دن غار سے باہر تجدید وضو کے لیے گیا۔ غار کے سامنے ایک دینار پڑا ہوا تھا۔ میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھا لوں کہ یہ بھی رزق ہی ہے جو عالم غیب سے آیا ہے۔ میں نے اٹھانے کا ارادہ کیا کہ ہاتف نے آواز دی کہ اے جھوٹے دعویدار تو نے ہم سے توکل کا یہی عہد کیا تھا۔ پیسے کو دیکھ کر ہاتھ بڑھا دیا کہ اسے حاصل کرے اور رزق سمجھ لے۔ تو نے نہیں نہ دیکھا۔ جب یہ آواز آئی میں چھری اٹھائی اور اس ہاتھ کو کاٹ دیا اور باہر پھینک دیا۔ اے عزیز! جو ہاتھ خدا کی رضا کے بغیر اٹھے، اسے کاٹنا ہی بہتر ہے۔

حکایت ایک دفعہ ایک آدمی نے فراخئ رزق کے لیے سفر شروع کیا۔ شہر بہ شہر پھرا۔ لیکن اپنی مقررہ روزی سے ذرہ برابر زیادہ حاصل نہ کر سکا۔ چنانچہ اپنے شہر میں پرانی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں واپس آ گیا۔ لوگوں نے پوچھا سناؤ میاں! کیا حال ہے۔ جواب دیا اے مسلمانو! میرے مقسوم رزق سے زیادہ مجھے ہرگز نصیب نہ ہو سکا۔ اس لیے جیسا گیا تھا ویسا واپس آ گیا ہوں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

گر کشتی صد ہزار بادے چست
نخوری بیش از آنکہ روزئ نُست

ترجمہ: اگر لاکھوں تیز ہواؤں کے جھونکے بھی کھائے، تجھے وہی کچھ ملے گا جو تیرا مقسوم ہے

حکایت ایک دفعہ ایک شخص تنگ دستی سے عاجز آ کر اپنے شہر سے دوسرے شہر میں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شاید دوسرے شہر میں فراخ دستی میسر آ جائے۔ اس گاؤں میں ایک بزرگ تھا جو اس کو وداع کہنے کے لیے آیا اور پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ کہا کہ بدنصیبی کی وجہ سے۔ اس بزرگ نے کہا کہ بھائی! جب اس شہر میں پہنچے تو میرا سلام وہاں کے خدا کو کہنا۔ اس آدمی کو حیرانی ہوئی۔ پوچھا اے خواجہ! کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ تو اس نے کہا نادان! جب تو یہ جانتا ہے کہ اُس شہر اور اِس شہر میں خدا ایک ہی ہے۔ یہاں اور وہاں جو کچھ تیرے مقدر میں ہے ضرور دے گا اور ذرہ برابر اس میں کمی بیشی نہ کرے گا، تو پھر کس لیے روزی کے بارے میں رنج اٹھاتا ہے۔ اطمینانِ قلب سے خدا کی یاد میں لگ جا پھر دیکھ کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔

رزق کے چار درجے مشائخ نے رزق کے چار درجے کیے ہیں۔ اول رزق مقسوم دوم رزق مذموم، سوم رزق مملوک، چہارم رزق موعود۔ پھر تشریح فرمائی۔ رزق مقسوم وہ رزق ہوتا ہے جو کہ روز ازل تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ جو کچھ اس شخص کی قسمت میں کر دیا گیا ہے لازماً اس کو ملے گا۔ رزقِ مذموم وہ رزق ہے جو کہ کسی انسان کو ملے اور وہ اس کے لیے کافی ہو لیکن وہ اس پر صبر نہ کرے جبکہ خداوند کریم اس کے رزق کی ضمانت قرآن حکیم میں دے رہا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ رزقِ مملوک وہ رزق ہے کہ انسان روپے کپڑے اور سامان ذخیرہ کرے کہ اس کی تجارت کرے گا۔ شاید خدا کے فضل سے اس میں برکت پیدا ہو اور بڑھتا رہے۔ لیکن اہل سلوک اس بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ تجارت تو وہ کریں جنھیں

خداوندکریم کے فضل پر تکیہ نہ ہو۔ درویشوں کو روپیہ پیسہ اور سامان واسباب کا ذخیرہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ انھیں سب کچھ راہِ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے اور ایک قطرہ تک باقی نہ رکھنا چاہیئے اور رزق موعود وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کا وعدہ صالحین وعابدین سے فرمایا ہے اور کلام اللہ شریف میں جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔یعنی صالحین کو اندیشہ معاش سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ ان سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بن مانگے ان کو ملے گا اور جتنا ضرورت ہوگا دیگا۔

اصولِ فقر

جب کوئی انسان فقیری کا دعویٰ کرتا ہے اور امراء و ملوک کے پاس طلب زر کے لیے جاتا ہے اور کچھ مانگتا ہے تاکہ اس کی روزی چلے حقیقت میں وہ فقیر صاحبِ نعمت نہیں ہوتا۔ اگر وہ صاحبِ نعمت ہوتا تو مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا اور کسی سے ہرگز توقع نہ رکھتا، جہاں درویش کا مقام ہے وہاں تو کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔ کیونکہ قدرت نے درویش پر اپنی نعمت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور اپنی مملکت کے خزانے اس کو عطا کر دیے ہیں تاکہ جس کو چاہیں وظیفہ برائے گزر اوقات تقسیم فرمائیں ان کو تو کسی کی محتاجی نہیں ہوتی بشرطیکہ درویش ہو۔

اللہ کے بندوں کا رزق

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ شریعت اور طریقت میں مردِ صادق وہ ہے کہ روزی کے بارے میں دلگیر نہ ہو اور فراغ خاطر سے اطاعتِ خدا میں مشغول رہے۔ اس بات کو حق جانے کہ جو ازل سے اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اسے ضرور مل کر رہے گا۔ ذرہ برابر اس میں کمی واقع نہ ہوگی۔ سالہا سال اگر کوئی تگ و دو کرتا ہے اسے وہی کچھ ملے گا جو ازل سے اس کے نام مقدر کر دیا گیا ہے اور مقدّر روزی بِن مانگے ہی مل جائے گی۔ فقر کے راستے میں ثابت قدم وہی انسان ہے کہ روزی کے بارے میں پریشان نہ ہو کر آج مل گیا ہے کل کیا کھاؤں گا ایسے لوگ اصحابِ طریقت کے نزدیک بددین اور بددیانت کہلاتے ہیں۔ جس طرح موت انسان کی

تلاش میں ہے اور اس کے کندھوں پر بیٹھی ہے اسی طرح رزق کی بھی مثال ہے۔ جہاں کہیں انسان جاتا ہے۔ رزق اس کے ساتھ موجود ہوتا ہے، کہیں بیٹھ جاتا ہے تو رزق اس کے پاس ہی ہوتا ہے اے درویش! بے غم ہو جا کہ تیرا رزق تیرے کندھوں پر سوار ہے تو خدا کے کام میں فارغ دلی سے لگ جا۔ تاکہ جو کچھ خدا کی بادشاہی میں ہے سب تیرا ہو جائے کیونکہ میں نے اولیاء کے تذکرے میں دیکھا ہے کہ جب مسلمان طالبِ دنیا میں لگ جاتے ہیں تو دنیا ہرگز ان کے پاس نہیں آتی اور ان سے یوں بھاگتی ہے جیسے مسلمان مردار سے بھاگتا ہے اور جو انسان طلبِ مولیٰ میں لگ جاتا ہے اور دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا، دنیا پوری خواہش کے ساتھ اس کے ساتھ آرائش و نمائش چاہتی ہے لیکن اسے چاہیئے کہ گوشۂ چشم سے بھی دنیا کی طرف نظر نہ کرے۔ اور دنیا سے اس طرح بھاگے جیسے مسلمان مردار سے بھاگتا ہے۔

حکایت

خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے۔ اس حال میں ان کی مونچھیں بڑھ گئیں ایک حجام ملا۔ خواجہ سے عرض کیا کہ آئیے مونچھیں درست کروا لیجیے۔ خواجہ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے نہیں۔ حجام نے عرض کیا کہ پھر کبھی دے دیجیے گا۔ جب اس مزین نے آپ کے بال درست کیے۔ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ سر اوپر اٹھایا، اور کہا اے اللہ! میں کس سے درخواست کروں۔ جونہی خواجہ نے یہ کہا خداوند تعالیٰ کے حکم سے درخت سے سُرخ دینار جھڑنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ زمین ان سے بھر گئی۔ مزین حیران رہ گیا۔ خواجہ نے مزین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتا ہے اٹھا لے اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اللہ کی مزدوری کا صلہ

ایک دفعہ ایک عارف باللہ کو بارہ دن گزر گئے اور روزی کا سامان پیدا نہ ہوا۔ موصوف کے بچوں کی برداشت حد سے گزر گئی۔ خواجہ کے دامن گیر ہو گئے کہ حضرت! یا تو ہمارے لیے روزی کا سامان کیجیے ورنہ اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دیجیے کہ ہم بھوک کے عذاب سے عاجز و بے چین ہو گئے ہیں

خواجہ نے نرمی سے بچوں کو کہا بیٹا آج صبر کرو کل میں مزدوری کے لیے جاؤں گا اور تمہارے لیے سامانِ زیست لے آؤں گا۔ آخر دوسرے دن خواجہ نے وضو فرمایا اور ویران علاقے میں چلے گئے۔ نماز پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔ عصر کی نماز تک وہاں رہے اور پھر واپس آگئے۔ بچے ان کے گرد اکٹھے ہوگئے اور کھانے کا تقاضا کرنے لگے۔ خواجہ نے انھیں تسلی دینے کے لیے کہہ دیا کہ جس آدمی کے گھر میں مزدوری کے لیے گیا تھا اس نے کہا کہ کل آنا دو دن کی اکٹھی مزدوری تمھیں دے دوں گا۔ جب اس طرح دو دن گزر گئے، بچے بھوک سے بلبلا اٹھے اور کہنے لگے اے ظالم باپ! ہم بھوک سے جاں بلب ہیں اور تمھیں ہماری روزی کی فکر نہیں۔ وہ بزرگ پھر وعدہ کرکے گئے اور ویرانہ میں جاکر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ جب نمازِ عصر کا وقت آیا، فرشتوں کو حکم ہوا کہ دس من آٹا، شہد کا مٹکا اور دس ہزار دینار سرخ بہشت سے لے جاؤ اور اس صابر بزرگ کے گھر دے آؤ۔ اور اس کے بچوں سے کہنا تمھارا باپ جس گھر میں دو روز سے کام کرتا رہا ہے اس نے مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم ہمارے کام میں کوتاہی نہیں کروگے تو ہم بھی تمھیں مزدوری دینے میں کمی نہیں کریں گے۔ جب وہ بزرگ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ باورچی خانے سے دھواں نکل رہا ہے اور عجیب رونق اور شادی کا سماں ہے۔ بچے خوش خوش بھاگتے ہوئے آگے آگئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ خواجہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اگر ہم راسخ العقیدہ ہوجائیں تو خدا سوگنا زیادہ عطا فرماتا ہے۔

خزینۂ اخلاق

باب ۹

فضیلتِ علم

علم کی کوئی حد نہیں کیونکہ اسے حاصل کرتے ہوئے زندگی ختم ہو جاتی ہے پھر بھی علم مکمل نہیں ہوتا اس لیے دنیا کے ہر علم کا احاطہ کر لینا ممکن نہیں۔ بہر حال علم کے بغیر عمل کا درست ہونا مشکل ہے اس لیے علم دین کا اس حد تک حاصل کرنا ضروری ہے جس سے عمل درست ہو سکے اور نفع حاصل ہو سکے۔ ایسا علم جو عملی زندگی کے لیے نفع بخش نہ ہو اس کا حاصل کرنا اچھا نہیں ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ کا فرمان ہے کہ علم کا میدان بہت وسیع ہے اور عمر مختصر۔ اس لیے تمام علوم کا حاصل کرنا فرض نہیں۔ مثلاً علم نجوم، علم طب، علم حساب اور عجائبات عالم کا علم وغیرہ صرف اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے جتنا شریعت سے متعلق ہو۔ مثلاً علم نجوم اتنا کہ رات کے عالم میں تعینِ اوقات ہو سکے۔ طب صرف اس قدر کہ صحت کی حفاظت ہو سکے اور حساب اتنا کہ علم فرائض کے لیے ضروری ہو یا مدتِ عدت کا تعین کرنے میں معاون ہو۔ مختصر یہ کہ علم وہی فرض ہے جس پر عمل ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو انھوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں خون بہائے اور ہم تیری حمد اور پاکیزگی اور تسبیح بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے

سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ ان سب نے کہا خدایا تیری ذات پاک ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔ تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔ تو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان کے نام بتا دو جب انھوں نے نام بتا دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تم سے پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ زمین و آسمان کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے ہی علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔"

یہ عزت و شرافت اور فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی بدولت ملی جس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان میں علم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو اپنا خاص علم مرحمت فرمایا اور ان ہی حضرات کے علم سے ساری دنیا منور ہوئی۔ اور علم کی روشنی سب کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ملی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے پہلے اسی علم کی ترغیب اور تعلیم دلائی۔ جیسا کہ اس نے فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

اپنے رب کا نام لے کر پڑھو، جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تم پڑھتے رہو۔ تمہارا رب بڑا کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (پ-۳۰۔ علق)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا علم عطا فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو علم سکھانا انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ انسانیت کو علم ملنے سے علم و معرفت کا سورج انسان پر درخشاں ہو گیا جس کے نور کی نہ کوئی حد ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہونے والا ہے۔ رب اکرم کرم فرما کر علم کی عظمت اور اہمیت پوری طرح واضح کر کے یہ بھی صاف کر دیا کہ قلم و تحریر کے ذریعہ انسان کے علم کو جو وسعت اور فراوانی بخشی گئی ہے۔ اس کا اندازہ کسی کے بس کا نہیں ہے۔ اس چیز کے پیش نظر قرآن مجید میں بار بار

علم کی عظمت و اہمیت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

ضرورتِ علم

علم کا حاصل کرنا چونکہ ضروری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حاصل کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ دین و دنیا کے کام اس کے بغیر بخوبی انجام نہیں پا سکتے لہذا بعض علوم فرض قرار دیے گئے ہیں جن کے جانے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ حصولِ علم کی فضیلت بے پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہمیت کے پیشِ نظر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

بیشک ہم ان کے پاس کتاب کے ساتھ پہنچے، جس میں علم ہے جو اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ (پ ۸، اعراف ۵۲)

علم کی اصل بنیاد اللہ کی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے تمام حقائق کو واضح کر دیا ہے جس پر انسان عمل پیرا ہو کر صحیح زندگی گزار سکتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو گی۔ یہ بات انسان کے لیے باعثِ رحمت ہے اور یہ سب کچھ انسان کو حقیقی علم ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جو اہلِ ایمان کا وصف ہے کہ وہی اللہ کی کتاب سے علم حاصل کرتے ہیں۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

(اے مخاطب!) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا، بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تجھے بچانے والا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار ہو گا۔ (پ ۱، بقرہ ۱۲۰)

یہ خطاب مسلمانوں کے لیے ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کے نبی آپ کے پاس اللہ کی کتاب لے کر آئے ہیں جو درحقیقت علم کا خزانہ ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اگر حقیقی علم آنے کے بعد بھی تو راہِ راست سے ہٹے گا تو پھر اللہ تیرا مددگار نہ ہو گا

اور نہ ہی تو اللہ کی دوستی کے قابل ہو گا۔

علم کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ علم والے اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر صدقِ دل سے ایمان لے آتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

اور اس کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر پختہ ایمان والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔

(پ ۳۔ آل عمران ۷)

قرآن پاک کی آیات دو قسم کی ہیں ایک محکم اور دوسری متشابہ۔ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم دے رکھا ہے اور وہ اس علم میں پختہ ہیں تو وہ صرف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ بالکل درست ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

صاحبِ علم لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○

اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(پ ۳۔ آل عمران ۱۸)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی گواہی خود دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اسی طرح اللہ کی وحدانیت کے گواہ اس کے فرشتے بھی ہیں اسی طرح علم والے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا درجہ اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور

مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو کشادگی کر دیا کرو، اللہ تمہیں کشادہ حال کر دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ان کے بڑے درجے ہیں اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

(پ ۲۸، مجادلہ ۱۱)

علم انسان میں حلم، ہمدردی اور اخلاقِ حسنہ پیدا کرتا ہے۔ آدابِ محفل میں سے ایک اخلاقی ادب یہ ہے کہ مجلس میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگ بعد میں آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کر کے اسے بیٹھنے کی جگہ دیدیں اور اگر انہیں کھڑا ہونے کی ضرورت پڑے تو بھی وہ کھڑے ہو جائیں۔ اور یہ احساس علم کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو وسعتِ قلبی کا علم دیا گیا ہے جس کی بنا پر وہ اچھا اخلاق پیش کرتے ہیں یہ دراصل ان پر اللہ کا بڑا کرم ہے اور اس کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور ایسے صاحبِ علم اللہ کو بہت پسند ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کی شان میں یہ واضح فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک دولت سے بہتر نیک عمل ہے جس کا ثواب ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

ایک روز قارون بڑی زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے بولے کاش ہمیں یہ ساز و سامان ملتا جو قارون کو ملا ہے۔ بیشک وہ بڑے نصیب والا تصور

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝

کیا گیا۔ مگر جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے اللہ کے ہاں بڑا ثواب ہے جو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے۔ (پ ۲۰، قصص ۷۹، ۸۰)

دنیا کی دولت ظاہرًا بڑی متاثر کرنے والی ہے مگر اہل علم کے نزدیک اس کی زیادہ اہمیت نہیں بلکہ ان کے ہاں ایمان اور نیک عمل کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کا اجر اور ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے اہل علم کی قدر و قیمت دولت والوں سے بڑھ کر ہے خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔

اہل علم کی شان اس لحاظ سے بھی منفرد اور اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مثالیں قرآن مجید میں دی ہیں ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝

یہ مثالیں جو ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں انھیں علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

اہل علم اللہ کی کتاب کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اس کے حق ہونے کا ان کو پوری طرح علم ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول نہیں ہیں آپ فرمائیے کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے گواہ ہے جو کافی ہے۔ (پ ۱۳، رعد ۴۳)

اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کافر آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کی بدبختی ہے آپ کو ان کی گواہی کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ واضح کر دیں کہ میری رسالت اور صداقت کی گواہی دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہ لوگ بھی میری سچائی اور میرے نبی ہونے کی

شہادت دے رہے ہیں جن کو اس کتابِ مقدس کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔
ایک اور مقام پر آیا ہے کہ اہلِ علم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :-

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

آپ فرما دیجیے کہ علم والے اور بے علم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ نصیحت تو عقل والے ہی تسلیم کرتے ہیں۔ (پ ۲۳، زمر ۹)

فضیلتِ علم

عالم کی فضیلت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ پر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے آسمانوں اور زمین کے رہنے والے، حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں، لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (ترمذی)

طلبِ علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں طلبِ علم کے لیے نکلنے والا واپسی تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

طالبِ علم کی فضیلت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تلاشِ علم میں کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور بیشک فرشتے طالبِ علم کے عمل پر رضامند ہوتے ہوئے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی عالم کے لیے طلبِ مغفرت کرتی ہیں۔ عالم کی عابد

فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے اچھا خاصا حصہ پایا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

جنّت کا راستہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم)

نفع بخش علم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا مانگتی ہے۔ (مسلم)

علم حدیث کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو خوش و خرم رکھے جس نے مجھ سے حدیث کو سن کر اس کو من وعن نقل کیا اور بعض سننے والے سنانے والے سے زیادہ یادداشت رکھتے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ)

دین کی سمجھ کا ملنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (بخاری)

علمی بات پہنچانے کی فضیلت

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرہ کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی تو وہ بعینہٖ دوسروں تک پہنچائی۔ بہت سے پہنچانے والے سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں (ترمذی)

دو آدمی قابل رشک ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف دو آدمی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اسے اس کے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا کی پس وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

علم خاصۂ نبوّت ہے

حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے وہ اس بارش کی مثل ہے جو زمین پر برسی پس اس کے ایک حصہ نے جو عمدہ تھا اسے قبول کیا اور خوب گھاس اور چارہ اگایا اور کچھ ٹکڑے غیر آباد تھے انھوں نے پانی کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا۔ لوگوں نے اس سے پانی پیا (جانوروں کو) پلایا، کھیتی باڑی کی، اور کوئی حصہ جس کو بارش پہنچی چٹیل میدان ہے۔ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے۔ پس یہی مثال اس آدمی کی ہے جس نے دین کی سمجھ حاصل کی اور اس چیز نے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اسے نفع دیا وہ خود بھی سیکھتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے اور وہ شخص جو اس کی طرف سر اٹھاتا ہی نہیں (توجہ نہیں کرتا) اور وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (بخاری)

سمجھانے کا انداز

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تو اس کو تین بار کہتے تاکہ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ لے اور جب کہیں کسی مجمع میں جاتے تو تین بار سلام کرتے۔ (بخاری)

علم پر فخر کرنے کی مذمت

حضرت کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے

کہ اس کی وجہ سے علماء پر فخر کرے یا ان پڑھوں سے جھگڑا کرے یا یہ سوچے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

عالم اور متعلم

حضرت ابوہریرہ رض کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا دنیا ملعون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت، عالم اور متعلم کے سوا جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے۔ (ترمذی)

علم کا حقیقی مقصد

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے ایسا علم جس سے محض رضائے الٰہی کا حصول مطلوب ہوتا ہے، صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (ابوداؤد)

علم چھپانے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی (ابوداؤد)

تین عمل

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر تین عمل سب سے بڑھ کر ہیں۔ علم کا حاصل کرنا، جہاد، کسبِ حلال۔ اس لیے کہ طالب علم اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور غازی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور کسبِ حلال کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

اہل علم کی شان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے جب علم کو واپس لینا چاہے گا تو ان سے چھینے گا نہیں بلکہ علم کو اس طرح واپس لے گا کہ اہل علم کو اپنے یہاں بلا لے گا اور جب دنیا میں عالم باقی نہ رہیں گے تو لوگ اپنا سردار جہلاء کو بنا لیں گے اور جب ان سے فتویٰ طلب کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مسلم)

حضورؐ کی دعا حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے تھے "خداوندا جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا اس سے مجھے نفع عطا فرما۔ میرے علم میں اضافہ فرما اور مجھے علم نافع عطا فرما۔ ہر حالت میں اللہ کی حمد ہے اور میں دوزخیوں کی سی حالت سے پناہ مانگتا ہوں"۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

علم حاصل کرنے کی برکت حضرت انس بن مالکؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ ایسے لوگوں کو دیکھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر رکھا ہے تو وہ علم سیکھنے والوں کو دیکھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو طالب علم کسی عالم کے دروازے پر حکیر لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے اور ہر حرف کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھتے ہیں اور ہر قدم کے عوض اس کے لیے جنت میں ایک شہر بناتے ہیں۔ وہ زمین پر چلتا ہے تو زمین اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ اس کی صبح وشام مغفرت کی حالت میں ہوتی ہے فرشتے اس کے لیے گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے رہائی بخشی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

اللہ کے لیے علم حاصل کرنا حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرتا ہے اس کے دنیا سے اٹھ جانے سے پہلے پہلے علم اس پر غالب آئے گا۔ وہ بالآخر اللہ کے لیے ہو کر رہے گا اور جو کوئی اللہ کے لیے علم حاصل کرتا ہے وہ دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کی مانند ہے اور جو شخص علم کا ایک باب سیکھتا ہے اس کے لیے ابو قبیس پہاڑ کے برابر اس سونے سے بہتر ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

قربِ قیامت کی علامت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف علم کو قبض کر کے

نہیں اٹھائیں گے بلکہ علم والے علماء اٹھتے جائیں گے حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو رئیس بنالیں گے۔ انھی سے سوالات اور مسائل میں رجوع کریں گے وہ غلط سلط باتیں بنائیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

بصیرتِ دین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین میں بصیرت حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، اور ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

علمی مجلس کی برکت ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں پر دو مجلسیں دیکھیں۔ ایک میں اللہ کا ذکر ہو رہا تھا اور دوسرے فقہی مسائل میں مشغول تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں مجلسیں خیر پر ہیں البتہ ایک دوسری سے بہتر ہے۔ یہ ذکر کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ چاہے تو عطا کرے اور چاہے تو نہ دے۔ اور یہ لوگ مسائل سیکھتے سکھاتے ہیں۔ اور میں بھی معلم بن کر ہی آیا ہوں لہٰذا یہ اُن سے افضل ہیں۔ پھر آپؐ انھی لوگوں کے پاس بیٹھ گئے۔

برکاتِ علم

حضرت ابوبکرؓ کا قول آپؓ کا ارشاد ہے کہ علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن مال کی وجہ سے نمرود خدائی کا دعویٰ کیا گیا ہے شریف جب علم سیکھتا ہے تو متواضع ہو جاتا ہے لیکن ادنیٰ یا نیچ جب پڑھتا ہے متکبر ہو جاتا ہے۔

علم کی قوت جب حد سے بڑھ جائے تو مکاری اور عیاری پیدا کرتی ہے اور جب

ناقص ہو تو حماقت اور گنوار پن پیدا کرتی ہے۔

مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کا فرمان

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن کی تعلیما[ت] کو سمجھو کیونکہ وہ علم کا سرچشمہ ہے اور دلوں ک[ی] بہار ہے۔

علم کے متعلق ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ قبل اس کے کہ تم بزرگ بنو علم حاصل کرو۔

آدمیوں کی تین قسمیں

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ لوگ تین طرح کے ہیں۔ عالم ربان[ی] اور متعلم۔ یہ دونوں تو نجات کی راہ پر گامزن ہیں اور باقی لوگ مخلوط اور گھٹیا قسم کے ہیں جو ہر آواز کے پیچھے چل دیتے ہیں اور ہر ہوا کے رُخ پر مُ[ڑ] جاتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں عمل کرنا علم سے بہتر ہے او[ر] ایک زمانہ آئے گا جس میں علم سیکھنا عمل سے بہتر ہوگا۔

حضرت انس رضؓ بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے کہ علم کو طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضرت ابودرداء رضؓ فرماتے ہیں، لوگو کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اہل علم رخصت ہو رہے ہیں اور جاہل لوگ علم حاصل نہیں کر رہے۔ علم کے اٹھ جانے سے پہلے پہلے اسے حاصل کر لو ورنہ علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا۔

حضرت ابودرداء رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مسئلہ سیکھنا رات بھر کے قیام سے مجھے زیادہ پسند ہے۔

جس حالت میں مرے گا اسی میں اٹھے گا

عون بن عبداللہ رحؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابوذر غفاری رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ عمل نہیں

ہوسکے گا اور علم ضائع ہو جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم کو اپنا تکیہ بنا لینا اس سے بہتر ہے کہ تو جہل کو اپنا تکیہ بنائے۔ پھر وہ شخص حضرت ابودرداءؓ کے پاس گیا اور اپنی بات دہرائی حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ لوگوں کا حشر اسی حالت پر ہو گا جس پر وہ مرے ہوں گے۔ عالم کو عالم اٹھایا جائے گا اور جاہل کو جاہل۔ پھر وہ شخص حضرت ابوہریرہؓ کے پاس گیا اور اپنی بات پیش کی تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ کسی چیز کو حاصل کر کے اسے اتنا ضائع کرنے والے نہیں ہوں گے جتنا کہ اس کو چھوڑنے سے۔

علم سیکھنا نیکی ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ علم سیکھو کیونکہ اس کا سیکھنا نیکی ہے اس کی طلب عبادت ہے۔ اس کا تکرار تسبیح کا درجہ رکھتا ہے اس میں بحث و گفتگو جہاد ہے اور کسی جاہل کو اس کا سکھانا صدقہ ہے۔ اس کے اہل پر اس کو لگانا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے یس تو علم اہل جنت کے مراتب کا راستہ ہے۔ وحشت کے وقت اُنس کا ذریعہ ہے سفر میں ساتھی اور رفیق ہے۔ تنہائی میں ہم کلام ہے۔ خوشحالی میں رہنما ہوتا ہے۔ تنگدستی میں مددگار بنتا ہے۔ مجلس احباب میں زینت ہے دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو بلندی بخشتے ہیں کہ انھیں امورِ خیر کی قیادت اور امارت نصیب ہوتی ہے۔ لوگ اس کے اقوال کی اتباع کرتے ہیں۔ افعال میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ملائکہ ان کی دوستی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اپنے پر ان پر پھیلاتے ہیں۔ ہر رطب و یابس (تر اور خشک چیز) سمندر کی مچھلیاں۔ زمین کے کیڑے مکوڑے، جنگل کے درندے اور جانور سب ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اس لیے کہ علم دلوں کو جہل کی بجائے حیات بخشتا ہے۔ آنکھوں کو تاریکی میں نور بخشتا ہے۔ بدنوں کو ضعف سے قوت دیتا ہے۔ ایک بندے کو نیک اور ابرار لوگوں کے مقامات تک پہنچاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے اعلیٰ درجات پر فائز کرتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ اس کا مذاکرہ رات کے قیام کے برابر ہے۔ صلہ رحمی اسی سے قائم ہوتی ہے

حلال وحرام کی تمیز اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ علم امام ہے، عمل اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ بدنصیب اس سے محروم رہتے ہیں۔

علم مال سے افضل ہے

ایک روایت میں ہے کہ اہل بصرہ میں باہم مذاکرہ ہونے لگا بعض نے کہا کہ علم مال سے افضل ہے اور بعض نے مال کو علم سے بہتر بتایا۔ بالآخر حضرت ابن عباس رضی کی طرف آدمی بھیجا اور فیصلہ چاہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم افضل ہے۔ قاصد بولا اگر ان لوگوں نے دلیل مانگی تو کیا کہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی۔ دوسری یہ کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی خود تجھے حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ علم کی دولت اپنے محبوب بندوں کو ہی دیتا ہے اور مال اپنے محبوب بندوں کو بھی دیتا ہے اور غیر محبوب لوگوں کو بھی بلکہ جن سے محبت نہیں ہوتی انھیں مال بہت دیتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○	اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقے پہ ہو جائیں تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی، جن پر وہ چڑھا (اترا) کرتے ہیں۔

چوتھی یہ، علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال کم ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ مالدار مر جاتا ہے تو اس کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور عالم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے۔ چھٹی یہ کہ مالدار مر جاتا ہے اور صاحبِ علم زندہ جاوید ہے۔ ساتویں یہ کہ صاحبِ مال سے ایک ایک درہم کا سوال ہوگا کہ کہاں سے پایا اور کہاں پہ لگایا اور صاحبِ علم کو ایک ایک حدیث پہ جنت میں درجہ ملے گا۔

علم کی عظمت حضرت شافعیؒ کا قول ہے کہ جس نے قرآن کا علم سیکھا اس کی قیمت بڑھ گئی۔ جس نے علم فقہ سیکھا اس کی قدر بڑھ گئی۔ جس نے حدیث سیکھی اس کی دلیل قوی ہوئی۔ جس نے حساب سیکھا اس کی عقل پختہ ہوئی۔ جس نے نادر باتیں سیکھیں اس کی طبیعت نرم ہوئی اور جس شخص نے اپنی عزت نہیں کی اسے علم نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

حکایت سلطان محمود غزنویؒ کو اس مشہور حدیث اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ کی صحت پر پورا یقین نہ تھا۔ اسے قیامت کے آنے کے بارے میں شبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے۔ ایک دفعہ رات کے وقت سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل کسی طرف جا رہا تھا۔ ایک خادم طلائی شمعدان لے کر آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک طالب علم نظر پڑا جو مدرسہ میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس کے پاس چراغ جلانے کو تیل نہ تھا۔ جب پڑھتے پڑھتے بھول جاتا، تو قریب ہی بنیے کی دکان پر جاتا اور اس کے چراغ کی روشنی میں کتاب کو پڑھ لیتا تھا۔ سلطان کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا۔ اس نے وہ طلائی شمعدان طالب علم کو دے دیا۔ اسی رات سلطان کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے سلطان کے تینوں شکوک رفع ہو گئے۔

(تاریخ فرشتہ)

چار چیزوں کا علم حاتم اصمؒ نے کہا میں نے چار چیزوں کا علم حاصل کیا اور تمام دنیا کے علوم سے رہائی پائی۔ ان سے پوچھا گیا۔ کونسی چار چیزوں کا علم ہے؟ کہا اول یہ کہ میں نے جانا کہ میرا رزق مقدر ہے اور کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا اس

ورنہ طلبِ زیادت سے نجات پائی۔ دوم یہ کہ میں نے جانا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر حق ہے اور وہ میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا میں اس حق کو ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔ سوم یہ کہ میں نے جانا کہ میرا ایک طالب ہے یعنی موت جس سے مفر نہیں۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ چہارم یہ کہ میں نے جانا کہ میرا ایک خدا ہے میرے حال سے پوری طرح واقف۔ میں اس سے شرمسار رہا اور ناشائستہ افعال سے بچا۔ جب بندہ کو علم ہو کہ خدائے پاک ناظر ہے تو اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جس کے باعث روزِ قیامت شرمندہ ہونا پڑے۔

اہلِ علم کو چادرِ محبت کا عطیہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرنے میں لگ جاؤ۔ علم کے پیچھے پڑ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادرِ محبت ہے۔ جو شخص علم کا طالب ہوتا ہے اللہ اس کو چادرِ محبت اوڑھاتا ہے۔ پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا جوئی کا کوئی کام اس سے کرا لیتا ہے۔ پھر اگر وہ دوبارہ خطا کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر بھی اس سے رضا جوئی کا طالب ہوتا ہے۔ تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس ہر دفعہ کی رضا جوئی کرانے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سے وہ چادر نہ چھینے۔ اگرچہ اس کا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہنچ جائے۔ (احیاء العلوم)

عالم کا حق

امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ سوال نہ کرو۔ اور جواب میں اس کو طعنہ نہ دو۔ جب وہ تھک جائے، تو اصرار نہ کرو اور جب اٹھے تو اس کا کپڑا نہ پکڑو۔ اس کے راز افشا نہ کرو۔ اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس کی لغزش کی تلاش میں نہ رہو۔ اگر وہ لغزش کرے تو اس کا عذر قبول کرو اللہ کی رضا کی خاطر اس کی عزت و توقیر کو خود پر لازم سمجھو۔ جب تک وہ اللہ کے احکام کی حفاظت کرے اس کے آگے مت بیٹھو۔ اگر اسے کوئی حاجت ہو تو سب لوگوں سے پیشتر اس کے لیے اٹھو۔

علماء کا ادب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ان کا خچر قریب کر دیا گیا کہ اس پر سوار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رکاب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم! آپ رکاب چھوڑ دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو یہی حکم ہے کہ علماء اور بزرگوں سے اسی طرح ادب سے پیش آئیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا۔ "اور ہم کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔" (احیاء العلوم)

عالم ستر ہزار عبادت گزاروں سے بہتر ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ عالم افضل ہے یا عابد؟ آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے شخص! تیرے اس قول سے فرشتوں کو بھی تعجب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک سست عالم ستر ہزار محنتی اور رات بھر اٹھ کر نماز پڑھنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے عابد سے بہتر ہے۔ (تذکرۃ الواعظین)

عالم کی صحبت کی برکتیں

حضرت فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص عالم کی صحبت میں بیٹھے اگرچہ اس سے علم حاصل کرنے کی قدرت نہ ہو پھر بھی اس کو سات فضائل حاصل ہوں گے (۱) دینی طالب علم کی سی فضیلت پائے گا۔ (۲) جب تک وہ شخص اس عالم کے پاس بیٹھا رہے گا گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ رہے گا (۳) جس وقت وہاں سے رخصت ہوگا تو اس پر رحمت کا نزول ہوگا (۴) جب تک اس کے نزدیک بیٹھا رہے گا اس وقت تک اس پر برابر رحمت و برکت کا نزول ہوتا رہے گا (۵) جب تک وہ سنتا رہے گا اس کے نامۂ اعمال میں برابر نیکیاں لکھی جائیں گی (۶) فرشتے اس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیں گے (۷) اس کا ہر ایک قدم اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا او

اس کے درجات بلند ہو جائیں گے اور اس کی نیکیاں بڑھا دی جائیں گی۔ (تذکرۃ الواعظین)

حکایت حضرت ابراہیم بن رستم جو امام اعظمؒ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی کے شاگرد ہیں۔ شہر "مرو" میں علم و عرفان کی بارش سے مخلوق کو فیضیاب کر رہے تھے، دباغوں (چمڑہ رنگنے والے) کے محلہ میں مقیم تھے اور ان کے بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو خاص دعوت دے کر اپنے دربار میں بلایا اور بہت دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا۔ اس نے آپ سے عہدہ قضاۃ قبول کر لینے کی درخواست کی۔ حضرت نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف درس و تدریس کے مشغلہ کو ہی پسند کرتا ہوں۔ اور واپس تشریف لے آئے۔

اس کے چند یوم بعد خلیفہ مامون الرشید کا وزیر فضل ذوی الریاستین، حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ دباغوں کے بچوں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ وزیر ان کے حلقہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا لیکن نہ تو آپ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ پڑھانے سے اپنی توجہ ہٹائی۔ وزیر کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب سے نہ رہا گیا اور بولا ابراہیم! تعجب ہے کہ خلیفہ کا وزیر تمہاری ملاقات کے لیے چل کر آیا ہے اور تم ان دباغوں (چمڑہ پکانے والوں) سے اپنی توجہ ہٹا نہیں سکے اور وزیر کی تعظیم کے لیے اٹھنا بھی گوارا نہیں کیا۔

آپ ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ آپ کا ایک شاگرد بول اٹھا۔ ہاں جناب! ہم لوگ اب چمڑے کے دباغ نہیں ہیں بلکہ اس دین کو پختہ کر رہے ہیں جس نے ابراہیم کو وہ بلندی بخشی ہے کہ خلیفہ ان سے رابطہ قائم کرنے کا خواہشمند ہے اور اس کا وزیر بھی اس کی ملاقات کو خود چل کر آتا ہے۔ (تاریخ بغداد ۶ ص ۷۳)

حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص جب علم حاصل کرتا ہے تو اسے عزت اور شرف حاصل ہو جاتا ہے اور جب وہ طاعت و عبادت کرتا ہے تو اس کا عمل بہتر ہو جاتا ہے۔

اس موقعہ پر اسے پیر کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر دو یعنی اس کے علم اور عمل کو توڑ دے اور انھیں اس کی نظروں سے گرا دے۔ ورنہ شخص علم اور عمل کے غرور میں مبتلا ہو جائے اور اس طرح نقصان اٹھائے۔

علم تین ہیں محمد بن فضل البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم تین ہیں (۱) علم من اللہ (۲) علم مع اللہ اور (۳) علم باللہ۔ علم باللہ سے معرفت ہے جس کے ذریعہ سب انبیاء اور اولیاء نے باری تعالیٰ کو جانا۔ جب تک اس علم کو مخصوص طریقوں سے سیکھا سکھایا نہ جائے اس وقت تک اس کے ذریعے خدا کو نہیں جانا جا سکتا کیونکہ اس علم کے بغیر خدا کو پانے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں اور بندہ کا علم معرفت حق کے لیے علت اور سبب نہیں بلکہ اس کی معرفت بھی خدا ہی کی ہدایت اور توفیق سے ہے۔ اور علم من اللہ علم شریعت ہے کہ وہ باری تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا مکلف بنایا گیا ہے۔ اور علم مع اللہ مقامات طریق حق اور درجات اولیائے کرام کے بیان سے متعلق ہے۔ الغرض معرفت بغیر شریعت درست نہیں ہوتی۔ اور شریعت کی کارفرمائی اظہار مقامات کے بغیر صحیح نہیں اترتی۔

علم دل کی حیات ہے ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم دل کی حیات ہے۔ مرگ جہالت سے اور آنکھ کا نور ایمان ہے کفر کی ظلمت و تاریکی سے جس کو علم معرفت نہیں اس کا دل [illegible] مر چکا ہے اور جس کو علم شریعت نہیں اس کا دل نادانی کے مرض میں مبتلا ہے۔ کفار کا دل مردہ ہوتا ہے کیونکہ وہ معرفت خداوندی سے محروم ہیں۔ اہل غفلت کا دل بیمار ہوتا ہے کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے احکام سے نابلد ہیں۔

زہد اور علم ابو بکر وراق ترمذی فرماتے ہیں کہ جس نے علمی گفتگو کو بغیر زہد اختیار کیے کافی سمجھا وہ بے دین ہوا اور جس نے فقہ [illegible] کے اپنایا فاسق ہوا۔ جو علم توحید کا زبانی علم [illegible] ہوا اور اس کی سند یعنی شرع وغیرہ سے مستغنی [illegible] ہو زندقہ کا مرتکب ہے اور

اور جو علم شریعت و فقہ کو بغیر عمل حاصل کرے فاسق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل اور مجاہد
کے بغیر محض توحید جبر ہے اور موحّد قول کے اعتبار سے جبری اور فعل کی رو سے قدری ہوتا ہے
تاکہ اس کی روش جبر اور قدر کے بین بین درست رہے۔

علم پر عمل کرنا بہت مشکل ہے

ابو یزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہ
کیا مگر مجھے کوئی مشقت علم حاصل کرنے اور اس
پر عمل کرنے سے زیادہ سخت نہ معلوم ہوئی۔ الغرض آگ پر چلنا آسان ہے مگر علم کے مطابق عمل
کرنا مشکل۔ جاہل کے لیے ہزار بار پُل صراط کو طے کرنا ایک علمی مسئلہ کو سیکھنے سے زیادہ آسان ہے
فاسق کے لیے ایک مسئلہ کو عملی جامہ پہنانا جہنم میں قیام کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ المختصر
تجھے علم سیکھنا چاہیئے اور اس میں کمال حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انسانی علم
کا کمال علم خداوندی کے سامنے جہالت ہے۔ پس اس قدر جان کہ تو کچھ نہیں جانتا۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ آدمی بندگی کے علم سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور بندگی و عاجزی بندہ اور خداوند کے
درمیان ایک عظیم پردہ ہے۔

علم سیکھنا جہاد سے افضل ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی
چیز جہاد فی سبیل اللہ سے افضل نہیں بجز
طلب علم کے کہ یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ جو شخص علم کا ایک باب سیکھنے کے لیے گھر سے
نکلتا ہے فرشتے اپنے پروں سے اسے گھیر لیتے ہیں۔ پرندے فضاؤں میں، درندے اور جانور
جنگلوں میں، مچھلیاں سمندروں میں اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے ۷۲ بہتر صدیقین
کا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ تو بس سن لو کہ علم کو حاصل کرو اور علم کے لیے سکینت تحمل اور وقار
سیکھو۔ جس سے علم سیکھو اس کے سامنے تواضع اختیار کرو اور شاگردوں کے پاس بھی تواضع ہی
سے رہو۔ اس کے ذریعہ علماء کا مقابلہ نہ کرو اور نادانوں سے بحث نہ کرو اس کے ذریعے امراء
کے ہاں آمد و رفت اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑائی ظاہر نہ کرو، ورنہ تم ان جابر علماء

سے ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا نشانہ بنے اور دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیے گئے ایسا علم سیکھو جو اللہ کی عبادت میں تمہارے لیے آڑ نہ بنے اور عبادت یوں کرو جو طلب علم میں رکاوٹ نہ ہو کہ عبادت کا نفع بھی علم کے ساتھ ہی ہے۔ ایسے لوگوں کی طرح نہ بنو جو علم کو چھوڑ کر عبادت میں لگ گئے حتیٰ کہ جسم سوکھ گئے اور خوب لاغر ہو گئے تو تلواریں سونت کر موگوں کے مقابل نکل کھڑے۔ اگر علم حاصل کیا ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتے اور علم کے بغیر عامل راستے سے ہٹے ہوئے شخص کی طرح ہے کہ وہ جس قدر بھی بھاگے گا دور ہی ہوتا جائے گا اور اس کے لیے اصلاح کی نسبت فساد کی صورتیں زیادہ پیش آتی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اے ابوسعید! آپ نے یہ باتیں کہاں سے حاصل کیں تو کہنے لگے کہ میں علم کی اس راہ میں ستر بدری صحابہؓ سے ملا ہوں اور چالیس برس وطن سے باہر سفر میں بسر کیے۔

علم شرافت میں اضافہ کرتا ہے

صالح المریؒ فرماتے ہیں کہ میں امیرالمومنین کے پاس گیا اس نے مجھے اپنی مسند پر بٹھایا۔ میں نے کہا حسن نے سچ ہی فرمایا تھا۔ امیرالمومنین نے پوچھا کہ حسن نے کیا فرمایا تھا؟ صالح نے کہا کہ حسن نے فرمایا تھا کہ علم شریف آدمی کی شرافت میں اضافہ کرتا ہے اور ایک غلام کو آزاد لوگوں کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ اگر یہ علم نہ ہوتا تو صالح مری کی کیا اوقات تھی کہ امیرالمومنین کی مسند پر بیٹھ جاتا۔

حکایت

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی مسجد میں داخل ہوا۔ اسود بن مریع وعظ کہہ رہے تھے تمام اہلِ مسجد ان کے پاس جمع تھے اور ان کے پیچھے کی جانب کچھ اہل فقہ بیٹھے ہوئے فقہی مذاکرات میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے اس علمی حلقے اور مجلسِ وعظ کے درمیان نماز پڑھی فارغ ہو کر سوچنے لگا کبھی کہتا کہ اسود کی مجلس میں چلا جاؤں، کیا معلوم انھیں قبولیت و رحمت نصیب ہو تو مجھے بھی حصہ مل جائے۔ کبھی کہتا کہ علمی حلقہ میں جا بیٹھوں۔ شاید کوئی ایسا مسئلہ سن پاؤں جو پہلے سے نہ سنا ہو اور اس پر عمل نصیب ہو جائے۔ میں اسی

کشمکش میں وہاں سے چل دیا اور کسی کے پاس بھی نہ بیٹھا۔ اگلی رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ اگر تو علمی حلقہ میں بیٹھ جاتا جہاں فقہ کا مذاکرہ ہو رہا تھا تو تُو ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے پاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا طرزِ عمل

عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کے لیے کب تک علم حاصل کرنا مناسب ہے؛ فرمایا جب تک اس کے لیے جہالت قبیح شمار ہوگی تب تک طلبِ علم اچھا ہی اچھا ہے

کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ بسترِ مرگ پر تھے اور ایک آدمی پاس بیٹھا ہوا ان کے لیے کچھ علمی مضامین لکھ رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ اس حالت میں بھی یہ علمی مشغلہ؟ ارشاد فرمایا ممکن ہے کوئی مفید بات ایسی مل جائے جو پہلے آج تک نہ ملی ہو۔

حضرت حسنؓ کا فرمان

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ ہر علم کے لیے ایک بیان ہے، ہر بیان کے لیے ایک زبان ہے۔ ہر زبان کے لیے ایک عبادت اور ہر عبادت کے لیے ایک طریقہ، ہر طریقہ کے لیے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے۔

علم کی چار قسمیں ہیں۔ اول علمِ معرفت، دوم علمِ عبادت، سوم علمِ عبودیت، چہارم علمِ خدمت۔ جس عبادت میں علم نہ ہو اس میں کوئی نیکی نہیں اور جس علم میں سمجھ نہ ہو اس میں کوئی خوبی نہیں۔ اور جس پڑھنے میں سوچ نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ تین قسم کے لوگوں سے احتراز کرو۔ اول غافل علماء سے، دوم کاہل قاریوں سے، سوم جاہل صوفیوں سے۔

علم، عمل کے لیے ضروری ہے

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم، عمل کے لیے آواز دیتا ہے اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے

تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی حالت

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اس کا طالب ہو گا یہ اس سے کھیلے گی)

بزرگ کا قول

اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ علم تخم ہے، عمل کھیتی ہے، اور اخلاص اس کا پانی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دیں کہ آپ آج شام کو فوت ہو جائیں گے تو آپ اس دن کیا کام کریں گے؟ فرمایا طلب علم میں گزار دوں گا۔

کہتے ہیں کہ علماء اپنے زمانے کے چراغ ہوتے ہیں اور ہر عالم اپنے زمانہ کا چراغ ہے۔ جس سے اس کے ہم عصر لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے ایک دن فرمایا کہ فقیہہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔ پوچھا گیا کس طرح؟ فرمایا اس لیے کہ جب تم اسے دیکھو اللہ کا ذکر اس کی زبان پہ ہے۔ کسی چیز کا حلال ہونا بیان کر رہا ہے، کسی کا حرام ہونا۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ مجھے میرے آقا نے تین سو درہم میں خریدا اور آزاد کر دیا۔ میں سوچنے لگا کہ اب کیا مشغلہ اختیار کروں۔ بالآخر میں نے سب پیشوں اور مشاغل پر علم کو ترجیح دی۔ ابھی کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ خلیفۂ وقت میری زیارت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے اسے ملاقات تک کی اجازت نہیں دی۔

بشر حافی کا علمی مقام

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بشر حافیؒ کی معیت میں رہتے اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث و فقیہہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں؟

فرمایا مجھے اپنے علوم پر تو مکمل عبور حاصل ہے لیکن وہ حبشی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی وجہ سے امام صاحب اکثر آپ سے استدعا کرتے کہ مجھے خدا کی باتیں سناؤ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قول

آپ نے فرمایا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا تو میں نے کہا کہ سنبھال کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔ اس نے کہا آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ اس کے قول سے میں آجتک متاثر ہوں۔

علم کی بات

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لیے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آئی۔

علم سیکھنا ضرورتِ دین ہے

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو کچھ بھی اللہ کے لیے خرچ کرتے تو اس کا مصرف صرف طلباء اور اہل علم ہوتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ ان عطیات کا سلسلہ عام اور وسیع کر دیں تو بہت سے لوگوں کو اس سے یکساں فائدہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ علم دین سیکھنا اور سکھانا ضروریاتِ دین میں شامل ہے اگر اہل علم اور طلباء کو ضروریاتِ دنیوی پریشان خاطر کر دیں اور وہ سکون اور دلجمعی سے علم میں مشغول نہ رہ سکیں تو یہ ایک بہت بڑا نقصان ہوگا جو میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ اپنا مال خصوصیت کے ساتھ اہل علم کو دے کر میں دین کے اس اہم سلسلے کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

حکایت

حضرت امام مالکؒ علم کی بیحد تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ حدیث پڑھاتے وقت با وضو، کمالِ ہیبت و وقار سے بیٹھا کرتے اور فرماتے میں اس بات کو دوست

رکھتا ہوں کہ حضور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تنظیم کروں۔ حدیث پڑھاتے وقت ایک زانو ہی بیٹھے رہتے تھے۔ جب تک درس ختم نہ ہوتا ہرگز زانو نہ بدلتے۔ ایک بار درسِ حدیث کے وقت دس گیارہ بچھوؤں نے نیش مارے اور شدتِ تکلیف سے رنگ مبارک متغیر ہو کر پیشانی پر پسینہ آگیا مگر آپ نے زانو نہ بدلا۔ درس کے بعد لوگوں نے تغیر رنگ اور پسینہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے بچھوؤں کی نیش زنی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ یہ بات صرف تعظیم حدیث کی وجہ سے تھی۔

حکایت حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کے مریدوں میں امام احمد ابوالعباس کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کا زہد و تقویٰ کسی بیان کا محتاج نہیں۔ آپ علم کا بحرِ بیکراں تھے ایک مرتبہ کسی نے امام شاذلیؒ سے پوچھا کہ آپ نے اپنی تعلیمات اور وعظ و نصیحت کو تحریری شکل بھی دی ہے کہ نہیں؟ جواباً آپ نے فرمایا کہ میں نے اگرچہ کسی تصنیف کو کتابی شکل میں مرتب نہیں کیا لیکن اپنے اصحاب و مریدین کو اسی طرح تصنیف کیا ہے کہ رہتی دنیا تک میری تعلیمات محفوظ رہیں گی۔ اور میری جامع اور مشرح تصنیف سید امام احمد ابوالعباسؒ ہیں جو میری تعلیمات کی مستقل اور زندہ جاوید تصویر ہیں اور یہی میرے علم کے اصلی وارث بھی ہیں اور ان سے بہتر کوئی میری تعلیمات کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

اور یہ امام شاذلی کی تعلیمات کا فیضان اور نظرِ کرم کا اثر تھا جس نے ان کے مریدوں میں ابوالعباس جیسی جریدۂ روزگار شخصیت پیدا کی۔ آپ کا فرمان تھا کہ موتی کو سمندر سے نکلتے وقت یہ مت پوچھو کہ یہ کس نے نکالا ہے بلکہ موتی کو دیکھو کہ اس کی قدر و قیمت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی تعلیم اور اچھی بات کو غور سے سنو اور اس پر غور و فکر کرو۔ تعلیم دینے والے کی طرف مت دھیان دو۔

حکایت حضرت خواجہ حسن بصری کو ایک مرتبہ کوفہ کے گورنر ابو ہبیرہ نے جب وہ بصرے کے دورے پر آیا تو کسی ضرورت کی وجہ سے طلب کیا۔ آپ جب گورنر سے مل کر

واپس آ رہے تھے تو آپ نے علماء کو گورنر کے دروازے پر ملاقات کا منتظر پایا۔ آپ نے ان کی
خوب تجرلی اور فرمایا، تم گندوں اور خبیثوں کے پاس جانا چاہتے ہو اور تمھاری اپنی حرکتوں نے
اہلِ علم کو رسوا کر دیا ہے۔ جتنا علم تم لوگوں کے پاس ہے اگر تم استعمال کرو اور دیانتداری کا مظا
کرو تو یہ امیر و حاکم لوگ خود چل کر تمھارے دروازے پر آئیں مگر تم نے عالم ہوتے ہوئے بھی اپنے
معیار، اپنے وقار اور اپنے علم کو بے وقعت اور بے معنی کر دیا اور یوں تمھاری عزت بھی کوڑی
کی نہیں رہی۔

حضرت ابو علی دقاقؒ کا ارشاد

شیخ ابو علی دقاقؒ اکثر اپنے مریدوں اور ارادتمندوں
سے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص بنیا و بقال بننا
چاہتا ہے اس کے لیے تو بہت سے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جو اس کو پسند نہیں کرتا
اس کے لیے ایک کوزا اور چند برتن کافی ہیں یعنی اگر علم کو مراتب و نمود کے لیے حاصل کیا جائے
تو زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اگر حصول علم کا مقصد صرف زادِ آخرت کا مہیا کرنا ہو
تو پھر عبودیت کی شرائط سے ہی واقف ہونا اور اپنے قلیل علم پر عمل کرنا ہی مقصود اصل ہے۔

حصولِ علم کا وسیلہ

حضرت آدم بنوری کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دن تنہائی میں یہی
سوچ رہے تھے کہ میرے حصولِ علم کا وسیلہ کہاں سے ہوگا کہ
انھیں یوں محسوس ہوا جیسے کوئی انھیں بلا رہا ہے۔ آدم نے اپنے اردگرد دیکھا مگر کوئی نظر
نہ آیا۔ یہ پھر اپنے خیالوں میں کھو گئے۔ اسی عالم میں انھوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "اے شیخ
آدم! تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے؟" انھوں نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔
حیرت اور تجسس سے کہا "تم کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو، مجھے نظر کیوں نہیں آتے؟" جواب
میں وہی آواز سنائی دی "شیخ آدم! کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟ تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے؟"
آدم نے جواب دیا "میں آواز سن رہا ہوں اسی لیے میں نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کہاں سے
بول رہے ہو، مجھے نظر کیوں نہیں آتے؟" جوابِ ملا "یہ ندائے ہاتفِ غیب ہے، دیکھنے کی

کوشش نہ کرو کیونکہ دکھائی کچھ بھی نہ دے گا۔" آدم نے عرض کیا" بارالٰہا! تو قرآن پڑھنے کا حکم ایک ایسے شخص کو دے رہا ہے جو اُمّی ہے اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔" ہاتفِ غیب نے کہا" شیخ آدم! یہ میرا حکم ہے کہ تو قرآن پڑھ، آخر پڑھتا کیوں نہیں؟" آدم نے جواب دیا" اے اللہ! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ میں اُمّی ہوں اور مجھ کو پڑھنا لکھنا بالکل نہیں آتا۔ اللہ! جب تک تیرا اشارہ شاملِ حال نہ ہو میں کس طرح قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ اگر تو چاہے تو چشم زدن میں خواندہ ہو سکتا ہوں۔"

ہاتفِ غیب نے کہا کہ ادھر دیکھ اس سمت۔ آدم نے آواز کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک ہاتھ موجود تھا جس سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ ہاتھ آہستہ آہستہ ان کے سینے کی طرف بڑھنے لگا۔ آدم چند قدم پیچھے ہٹے مگر اس ہاتھ نے پیچھے نہیں ہٹنے دیا اور اس کے سینے پر حرکت کرنے لگا۔ اس حرکت کے ساتھ ہی آدم کو یہ محسوس ہونے لگا کہ وہ علومِ ظاہری سے مالا مال ہوتے جا رہے ہیں۔ انھیں چشم زدن میں علم کی دولت سے نواز دیا گیا تھا۔

اس آواز نے انھیں ایک بار حکم دیا" آدم! قرآن پڑھو، آخر پڑھتا کیوں نہیں؟"

آدم کے سامنے نہ قرآن تھا نہ کوئی اور کتاب۔ لیکن اس کے باوجود وہ روانی سے قرآن پاک پڑھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ آواز انھیں کوئی اور حکم دے گی لیکن اس کے بعد یہ آواز نہیں سنائی دی۔

حضرت مولانا رومؒ کا واقعہ ایک روز مولانا جلال الدین رومیؒ قونیہ میں اپنے شاگردوں اور معتقدوں کے ہمراہ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔ یہ واقعہ ۶۴۲ھ کا ہے۔ مولانا کے پاس قلمی نسخوں (کتابوں) کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لوگ عرفان اور حکمت کی باتیں سن رہے تھے اسی اثناء میں ایک خستہ حال درویش، جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اس کے چہرے مُہرے سے مسافرت ٹپک رہی تھی۔ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں آپ کے پاس آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ مولانا شاگردوں کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں اور پاس کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے تو اس نے کتابوں کی طرف اشارہ کر کے مولانا سے پوچھا، یہ کتابیں

کونسی ہیں۔ مولانا نے جواب دیا "چیزے است کہ تومی دانی" مطلب یہ کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ درویش نے جب یہ بات سنی تو اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے کتابیں اٹھائیں اور حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو درویش کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا، کہنے لگے ارے میاں! تونے یہ کیا کیا، ایسی نادر ونایاب کتابوں کو برباد کر دیا۔ مولانا کی رندی ہوئی آواز سن کر وہ درویش مسکرایا اور بولا تم فکر مت کرو تمھاری کتابوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مولانا نے کہا کہ نقصان کیسے نہیں پہنچے گا۔ یہ قلمی نسخے تھے ان کی کوئی نقل نہیں ہے اور جب کاغذ کی کتابیں پانی میں گر گئی ہیں تو وہ کیسے ضائع نہیں ہونگی، ان کا تو ستیاناس ہو گیا ہے۔ یہ باتیں سن کر درویش نے اپنا ہاتھ تالاب میں ڈالا اور ساری کی ساری کتابیں تالاب میں سے نکال کر باہر رکھ دیں۔ سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ ان کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی گیلی نہیں ہوئی تھی سب کی سب خشک اور محفوظ تھیں۔ یہ حیرت انگیز کرامت دیکھ کر مولانا نے اس درویش سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا اور کس طرح کیا؟ درویش نے مولانا کو ان کا ہی جواب لوٹایا اور فرمایا "چیزے است کہ تومی دانی" یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ مولانا نے یہ جواب سُنا اور سکتے میں آگئے۔ اور اس درویش سے پوچھنے لگے کہ آپ کہیں شمس تبریزیؒ تو نہیں ہیں؟ اس درویش نے کہا ہاں! میں شمس تبریزی ہوں اور مجھے خدا نے تمھاری تربیت کے لیے بھیجا ہے۔ مولانا ان کے قدموں میں گر گئے اور حضرت شمس تبریزیؒ نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

باب ۱۰

سفر

سفر اللہ سے دوستی کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ جب تک دوست محبوب کی تلاش میں نہ پھرے اچھا قدر دان نہیں بنتا۔ اس لیے اللہ اپنے دوستوں کو زمین پر سیر و سیاحت کی توفیق دیتا ہے۔ جب وہ اس کی توفیق سے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک ملک پھرتے ہیں تو انھیں قدم قدم پر رب کی یاد اور رحمت نظر آتی ہے۔ بے شمار مشاہدات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ چیزیں جو اس نے انسان کے لیے باعث [illegible] بنائی ہیں انھیں دیکھ کر عبرت پکڑتے ہیں۔ تربیت کا بہت سا حصہ سفر کے ذریعے پورا [illegible] ہے اس لیے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنایا اسے مسافر ضرور بنایا۔ خواہ اس نے تھوڑا سفر کیا یا زیادہ، اسے اس منزل سے ضرور گزرنا پڑا۔ بیشتر اولیاء نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑے بڑے طویل سفر اختیار کیے۔ زندگی کا بہت سا حصہ [illegible] میں گزارا اور آخر رب کو پایا۔

سفر کا مطلب ہے روشن کرنا۔ چونکہ سفر انسان کی بصیرت اور عقل میں روشنی پیدا کرتا ہے اس لیے اسے سفر کہا جاتا ہے۔ اسی بصیرت کے حصول کی خاطر اللہ کے بندوں نے سفر کو ضروری قرار دیا ہے۔ سفر میں جب مسافر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھتا ہے تو اس پر اللہ کی حکمت کے اسرار کھلتے ہیں۔ پھر سفر میں اللہ پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو ایمان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ نشست و برخاست میں اللہ پر اعتماد کیا جاتا ہے جس سے توکل کی دولت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کا فضل مانگا جاتا ہے۔

غرضیکہ سفر مسافر کے لیے ہر لحاظ سے فائدہ مند ہوتا ہے

حضرت امام غزالی کا قول ہے کہ سفر دو ہیں۔ ایک ظاہری سفر اور دوسرا باطنی سفر۔ اور سفر باطن سے مراد سفر دل ہے یعنی دل کا ملکوت آسمان و زمین، حق تعالیٰ کے صنائع اور عجائبات اور راہِ دین کی منازل میں گامزن ہو جاتا۔ اور یہی سفر مردانِ خدا کا سفر کہلاتا ہے کہ جسم اس دنیا دی گھر میں ہوتا ہے اور دل بہشت بریں میں ہوتا ہے۔ جس کی وسعتیں طول و عرض میں سات زمینوں اور سات آسمانوں پر محیط بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ کیونکہ عالم ملکوت عارفوں کی بہشت ہے اور بہشت وہ مقام ہے جہاں کسی قسم کی ممانعت، مخالفت یا مزاحمت اس میں جانے والوں کے لیے نہیں اور یہی وہ مقام ہے جس کی طرف حق تعالیٰ دعوت دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور نیز دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔"

اور جو شخص اس سفر سے عاجز رہا اسے چاہیئے کہ کم سے کم ظاہری سفر سے عاجز نہ رہے اور جسم کو ہی جگہ جگہ لے جائے اور مستفیض ہونے کی سعی کرے۔ اگرچہ ایسے شخص کی مثال ایسی ہی ہے، کوئی چل کر کعبہ تک جائے لیکن فقط اس کا ظاہر دیکھنے کے لیے اور اولی الذکر کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جہاں پہ بیٹھا ہو کعبہ خود اس کے نزدیک چلا آتا ہے اور اس کا طواف کرتے ہوئے خود اپنے اسرار و رموز سے آگاہ کرتا رہتا ہے اور بڑا فرق ہے ان دونوں میں۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا فرمان ہے کہ سفر کے بارے میں اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ حضرات ابتدا میں سفر اور انتہا میں اقامت اور بعض ابتدا میں اقامت اختیار کرتے ہیں اور انتہا میں سفر کرتے ہیں اور بعض محض اقامت پذیر رہتے ہیں، سفر نہیں کرتے [illegible] ہمیشہ سرگرم سفر رہتے ہیں کبھی اقامت پذیر نہیں ہوتے۔

آیاتِ سفر

سفر کی ضرورت اور اہمیت کو پروردگارِ عالم نے خود بڑا واضح فرمایا ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○	اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی اتری۔ پس زمین پر سفر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ (پ ۱۴، النحل ۳۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سفر کی اہمیت بیان کی ہے کہ سفر اس لحاظ سے ضروری ہے تاکہ جو کچھ مختلف مقامات پر ہاتی میں ہوا ہے اسے انسان خود آنکھوں سے دیکھ لے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایک اور مقام پر روزوں کے ضمن میں سفر کا ذکر فرمایا ہے اور مسافر کو روزہ رکھنے سے رعایت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○	روزوں کے دن گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں لیکن رکھیں نہیں وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (پ ۲، بقرہ ۱۸۴)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سفر کا یوں ذکر کیا ہے کہ سفر میں اگر کوئی دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو اس کی صورت یہ اختیار کر لو کہ کوئی اپنی چیز ضمانت کے طور پر رکھ کر قرضہ لے لو اور اپنا وقت گزار لو۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۔

اور اگر تم سفر پر ہو اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو (کوئی چیز) رہن باقبضہ رکھ کر قرض لے لو اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے اور خدا سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہگار ہوگا اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔ (پ ۳، البقرہ ۲۸۳)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سفر کا یوں تذکرہ کیا ہے کہ سفر کی حالت میں اگر غسل کی ضرورت پڑ جائے اور پانی میسر نہ ہو تو اس صورت میں تیمم کر لیا جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ۔ اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ)۔ جب تک کہ غسل (نہ) کر لو۔ ہاں اگر بحالت سفر رستے چلے جا رہے ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کر سکو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ط پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کر لو
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ بیشک خدا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے

(پ ۵ . نساء ۴۳)

ارشاداتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سفر میں امیر بنانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سفر میں تین آدمی ہوں، تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ (بخاری)

تنہا سفر ناپسندیدہ ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جانتے کہ تنہائی میں کیا ہے تو میں نہیں جانتا کہ کوئی سوار رات کو تنہا سفر کرے۔ (بخاری)

سفر سے واپسی میں جلدی کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو تمہیں سونے، کھانے اور پینے سے روک دیتا ہے۔ جب تم سفر سے اپنی حاجت پوری کر لو تو اپنے گھر والوں میں پہنچنے کی جلدی کرو۔ (بخاری)

تین سوار قافلہ ہیں

عمرو بن شعیب، ان کے والد ماجد، ان کے جد امجد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار قافلہ ہیں۔ (ترمذی)

سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت ابو طلحہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر حضرت صفیہ تھیں۔ (بخاری)

واپس آنے کا وقت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی زیادہ دنوں تک غائب رہے تو رات کے وقت اپنے گھر والوں میں نہ آئے۔ (مسلم)

رات کو سفر کرنا بہتر ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی تاریکی میں سفر کیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

صبح یا شام واپس آنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں میں رات کے وقت تشریف نہ لاتے بلکہ صبح و شام کو تشریف فرما ہوتے۔ (مسلم)

سفر میں سونے کا طریقہ

حضرت ابوقتادہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں ہوتے اور رات کو اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کے قریب آرام فرماتے تو کلائی کھڑی کر لیتے اور سر مبارک کو اپنی ہتھیلی پر رکھتے۔ (مسلم)

قوم کا سرداران کا خادم ہے

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں قوم کا سردار ان کا خادم ہے جو ان کی خدمت میں سبقت لے جائے اس کے عمل سے شہادت کے سوا اور کوئی چیز نہیں بڑھ سکتی۔ (بیہقی)

سرِ شام واپس آنا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اچھا وقت جبکہ آدمی اپنے گھر والوں میں سفر سے واپس آئے، رات کا ابتدائی حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

سواری کی نگہداشت کی تاکید

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواریوں کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمھارے تابع کیا ہے تاکہ تمھیں ایک شہر سے دوسرے تک پہنچا دیں جہاں تم جان توڑ کر ہی پہنچ سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین بنائی ہے اس پر اپنی حاجتیں پوری کیا کرو۔ (ابوداؤد)

جانوروں کو سفر میں ان کا حق دو

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہریالی کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین سے اس کا حق دو اور جب قحط سالی میں سفر کرو تو جلدی سے مسافت طے کر لیا کرو اور جب رات کو اترو تو راستے سے بچنا کیونکہ وہ رات کو درندوں کے راستے اور کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب تم قحط سالی میں سفر کرو تو جلدی کرو کہ اس کی ہڈیوں کی میگ نہ نکل آئے۔ (مسلم)

سفر میں اکٹھے رہنا بہتر ہے

حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ نے فرمایا کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ پس اس کے بعد کسی منزل پر نہیں اترے مگر ایک دوسرے کے قریب رہتے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا کہ اگر کپڑا پھیلایا جائے تو سب کو ڈھانپ لے گا۔ (ابوداؤد)

سفر میں شیطان سے بچنے کی تاکید

سعید بن ابو ہند نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اونٹ شیاطین کے لیے ہوتے ہیں اور بعض گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہیں۔ شیاطین کے اونٹ وہ ہیں جو میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے جنھیں فربہ کیا ہوا ہے وہ ان میں سے کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا اور اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جو

سفر کرنے سے عاجز ہو گیا تھا اسے سوار نہیں کرتا، شیاطین کے گھر میں نے نہیں دیکھے۔ سعید کہا کرتے کہ میرے خیال میں یہ وہ پنجرے ہیں جنہیں لوگ ریشم سے ڈھانپتے ہیں۔ (ابوداؤد)

سفر میں جانے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ایک سریہ میں بھیجا تو وہ جمعہ کا دن پڑا۔ ان کے ساتھی صبح کو چلے گئے اور انھوں نے کہا کہ میں پیچھے رہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ لوں پھر انھیں جا ملوں گا۔ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لی تو آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا تمھیں صبح کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانے سے کس چیز نے روکا؟ عرض گزار ہوئے میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لوں پھر انھیں جا ملوں گا۔ فرمایا کہ زمین پر جو کچھ ہے تم سارا بھی خرچ کر دو تو صبح کے وقت جانے کی فضیلت کو نہ پا سکو گے (ترمذی)

واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس نہ لوٹتے مگر دن میں چاشت کے وقت۔ آتے ہی پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے پھر اس میں لوگوں کی خاطر بیٹھتے۔ (بخاری)

سفر میں کتے اور گھنٹی کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں رہتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔ (مسلم)

سفر سے واپسی کا ادب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی رات کے وقت آئے تو اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔ یہاں تک کہ وہ موئے زیر ناف صاف کر لے اور بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کر لے۔ (بخاری)

زائد سواری سے دوسروں کی خدمت کرو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں مارنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دے دی جائے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس وافر زادِ راہ ہے تو اس کو دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے مال کی قسمیں بیان فرمائیں جس سے ہمیں محسوس ہونے لگا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

دوسرے کو سواری پر بیٹھانے کی تاکید

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس گدھا تھا اور عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سوار ہو جائیے اور وہ پیچھے ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے جانور پر آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہو مگر اسے میرے لیے کر دو۔ عرض گزار ہوا کہ میں نے یہ آپ کی نذر کیا۔ پس سوار ہو گئے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

مقاصدِ سفر

اللہ کے بندے چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سفر اختیار کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک جو بھی سفر ہوتا ہے اس کا مقصد حقیقی معنوں میں رب کی تلاش ہوتا ہے۔ اگر علم حاصل کرتے ہیں تو بھی رب کی معرفت حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اگر حج کرنے جاتے ہیں تو بھی خاص اللہ کی عبادت سمجھ کر جاتے ہیں۔ اگر کسی نیک بندے کی ملاقات کے لیے سفر اختیار کرتے ہیں تو بھی مقصد اللہ کو راضی کرنا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال سب مقاصد جن کے لیے سفر کیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مشائخ اور روحانی بھائیوں سے ملاقات

سفر کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مشائخ اور روحانی بھائیوں سے ملاقات کریں۔ اس طرح ہر مرید اپنے مخلص بھائی کی زیارت سے مزید فائدہ اٹھاتا ہے اور جس طرح لوگوں کی گفتگو سے استفادہ کیا جاتا ہے اسی طرح ان کا دیدار بھی فائدہ بخش ہوتا ہے اسی بنا پر بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر تمھارے لیے کسی کا دیدار سود مند نہیں ہے تو اس کا کلام بھی تمھارے لیے سود مند نہیں ہو سکتا۔

اس خصوص میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مخلص اور راستباز انسان اپنے کردار سے اتنا فائدہ پہنچا دیتا ہے جتنا اپنے اقوال سے نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے اقوال سے زیادہ اس کے کردار سے فائدہ پہنچ جاتا ہے جب ایک مخلص شخص اپنے مہمان طالب علم کو اٹھتے بیٹھتے جلوت میں، خلوت میں، گفتگو میں اور خاموشی میں غرضیکہ ہر حال میں اس کو دیکھتا ہے۔ ہر حال میں اس پر نظر پڑتی ہے تو اس مشاہدہ اور اس نظر سے طالب علم بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر جس کے اقوال و افعال میں خلوص نہیں ہے تو ایسے شخص کی گفتگو بھی اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ ایسے شخص کی تمام تر گفتگو نفسانی خواہشات سے بھرپور ہوگی اور یہ ایک کلیہ ہے کہ دل جس قدر نورانی ہوتا ہے کلام بھی اسی قدر نورانی ہوتا ہے اور نورانیت قلب بقدر استقامت ہوتی ہے۔ انسان میں جس قدر استقامت ہوگی قلب بھی اسی قدر نورانی ہوگا اور وہ فرائض بندگی اور حقِ عبودیت ادا کرتا ہوگا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علمائے کرام اور صاحبان باطن کی ایک نظر تریاق کا اثر رکھتی ہے جب ان میں سے کوئی کسی مخلص انسان کی طرف دیکھتا ہے تو اپنی بصیرت کے باعث وہ اس بات کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اس مخلص اور راستباز انسان میں حسن استعداد ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس قدر ہے اور اس کی وہ مخصوص قابلیت جو مسند تحقیق کے لیے ضروری ہے اس صاحب بصیرت انسان پر فوراً منکشف ہو جاتی ہے۔ اس طرح مخلص اور سچے عقیدت مندوں کی محبت

ان کے دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے مخلصوں کو محبت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں چونکہ یہ حضرات خداوند تعالیٰ کے مردانِ لشکر ہیں اس لیے ان بزرگوں کی نگاہِ کیمیا اثر کی بدولت مخلصوں کو بلند مراتب حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کا حال کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور اس کو ایک حیاتِ تازہ میسر آجاتی ہے، کوئی منکر اس حال سے انکار کر سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بعض اژدہوں کو یہ خاصیت عطا کی ہے کہ جب وہ کسی انسان کو نظر بھر کر دیکھ لیتے ہیں تو اس کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ جانوروں کی ایک نظر جب ہلاک کر سکتی ہے تو کیا انسان کی ایک نظر کایا نہیں پلٹ سکتی؟

حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ کا دستور تھا کہ وہ منیٰ کی مسجد خیف میں چکر لگاتے رہتے اور لوگوں کے چہروں کو بغور دیکھا کرتے تھے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ کے بعض ایسے بھی بندے ہیں کہ اگر وہ کسی شخص کی طرف نظر بھر کر دیکھ لیں تو وہ سعادت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ بس میں ایسی ہی نظر کی تلاش میں پھر رہا ہوں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ سفر کا ایک مقصد عبادت ہے اس لیے کہ انبیاءؑ، اولیاءؒ، صحابہ کرامؓ یا تابعینؒ کی قبوروں کی زیارت کے لیے جانا وغیرہ بلکہ علمائے دین اور بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت سے کم نہیں اور ان کی دعا میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ جن میں ایک تو یہ ہوتی ہے اور یہی کیا کم ہے کہ ان کی پیروی کرنے پر طبیعت مائل ہونے لگتی ہے یعنی جی چاہتا ہے کہ ہم بھی ویسے ہی نیک بن جائیں پس ان کا دیکھنا بھی عبادت ہی ٹھہرا۔ اور نہ صرف یہی ایک عبادت بلکہ دوسری عبادتوں کے لیے تخم ریزی کا کام بھی دے جاتا ہے۔ کیونکہ جب ان کی باتیں اور پند و اقوال دل میں گھر کر لیتے ہیں تو فوائد کئی گنا ہونے لگتے ہیں۔ یعنی جوں جوں ان کے اقوال یاد آئیں گے آدمی یکے بعد دیگرے نیکیاں کرتا چلا جائے گا۔ اور زندہ بزرگوں کی زیارت کے علاوہ مردہ بزرگوں کی شہادت گاہوں اور قبروں کی زیارت کے لیے جانا بھی روا ہے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "تم اپنی سواریوں کو نہ کسو مگر تین مساجد کے لیے یعنی مکہ، مدینہ، اور بیت المقدس کی مساجد۔ تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ ان تینوں مساجد کے علاوہ اور کسی جگہ سے تبرک نہ لو کہ یہ سب برابر ہیں۔ اب اس میں جس طرح زندہ علماء کا ذکر نہیں آیا اسی طرح مردہ علماء وغیرہ کا ذکر بھی موجود نہیں ہے۔ پس انبیاء اور اولیاء کے مزاروں کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا روا ہے۔ (احیاء العلوم)

۲۔ آثارِ عبرت کا مشاہدہ

سفر کا دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ مسافر دورانِ سفر آثارِ عبر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ایسے مقامات کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے جب انسان کی نظر افکار کے میدانوں میں پھرتی ہے اور وہ روئے زمین کے مختلف حصے، بلند و بالا پہاڑوں اور بزرگوں کی قدم گاہوں کی زیارت اور سیر کرتا ہے اور جمادات کے ذروں سے سبحان اللہ کا غلغلہ اس کے کانوں میں پہنچتا ہے۔ ان ذروں کی تسبیح سنتا ہے اور ادھر ادھر کے قطعاتِ ارضی کی زبانِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ مختلف قطعاتِ زمین اپنی زبانِ حال سے اس کو کیا پیام دے رہے ہیں، تو ان عبرت خیز مناظر کے مشاہدے اور عبرت آگین آثار کے مطالعہ سے اس کی روح بیدار ہوتی ہے اور نظر میں ہوشیاری آتی ہے کیونکہ قدرت کے بہت سے آیات و آثار اس صورت میں اس کے مشاہدے سے گزرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ہم ان کو آفاق میں اور خود ان کی ذات میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ (پ ۲۴، دخان)

سفر کے ذریعے جو مشاہدہ ہوتا ہے اس سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے سفر علم کی بنیاد بھی ہے یہی وجہ ہے کہ دورِ اول کے علماء اور فضلاء نے حصولِ علم کے

سفروں میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ اللہ کی زمین پر پھر کر اس کا مشاہدہ کرنا عین رضائے الٰہی بھی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ آپ کہہ دیں کہ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے۔ پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ ھٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ یہ لوگوں کو بتلانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے طلبِ علم کے لیے باہر نکلتا ہے تو جب تک لوٹ کر گھر واپس آتا ہے وہ اللہ کے راستے پہ گامزن رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَلسَّائِحُوْنَ کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا۔

شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اپنے مشائخ کی اسناد کے ساتھ حضرت ہارون سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے. ہم ابو سعیدؓ کے پاس گئے تو وہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت کیا خوب ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا لوگ تمھارے تابع ہیں لوگ تمھارے پاس چاروں طرف سے مذہبی بصیرت اور دین کو سمجھنے کے لیے آئیں گے پس جو لوگ آئیں اس وقت تم ان کو نیکی کی تعلیم دو۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ان آیات سے یہ بات عیاں ہے کہ کائنات میں موجود اللہ کی نشانیوں پر غور کیا جائے اور

اپنے علمی تجربات میں اضافہ کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حصول علم کے لیے نکلا ہو وہ واپس آنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔

اس کے متعلق حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اس غرض سے سفر کرے کہ خشکی، تری، جنگل بیابان، شہر اور ویرانوں میں حق تعالیٰ کی صنعتوں کے جو ہزار ہا نمونے بکھرے پڑے ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرے کہ کتاب میں ان کا ذکر پڑھ لینا اور بات ہے لیکن بچشم خود دیکھنا چیزے دیگر اور پھر ہر قسم کی مخلوقات کو جن میں حیوانات اور نباتات شامل ہیں اور سارے جہان میں بکھری پڑی ہیں، خود دیکھے اور پہچانے کہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنے خالق اور صانع کی تسبیح میں مشغول ہے اور اسی کی وحدانیت پر شاہد ہیں اور وہ شخص جس کی آنکھیں اس طرح کھل جائیں کہ انسان اور حیوانات تو کیا جمادات کی باتیں سمجھنے لگے جن کے نہ حرف ہوتے ہیں نہ آواز اور خط الٰہی کو پڑھ سکے۔ جو تمام موجودات کے چہرے پر مرقوم ہے۔ حالانکہ وہ حروف اور عبارت کی صورت میں نہیں ہے اور پھر انہی کی مدد سے مملکت الٰہی کے اسرار اور رموز سے آگاہ ہو جائے تو اس شخص کو اس چیز کی حاجت نہیں ہوتی کہ زمین کے گرد طواف کیا کرے۔ کیونکہ وہ ملک السموات کو دن رات اپنے گرد محو طواف پاتا ہے اور اسے صاف دکھائی دیتا ہے کہ ہر شے نے اپنے عجائب اس کے سامنے بے نقاب اور اپنے تمام راز اس کے آگے فاش کر دیے ہیں اور پکار پکار کر اسے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہوتے ہیں کہ "اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے۔"

بلکہ دوسری مخلوقات تو کیا اگر کوئی شخص خود اپنی آفرینش اور اپنے اعضاء و صفات کے عجائب پر غور کی نگاہ ڈالے تو ساری عمر اپنی ذات کو ایک نظارہ گاہ خیال کرتے ہوئے اسی کی دید میں صرف کر سکتا ہے بلکہ اپنے عجائبات کا بھی اس وقت مشاہدہ کرے جب چشم ظاہر سے گزر کر اس مقام پہ پہنچ جائے جہاں دل کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ بزرگوں میں سے ایک نے

کہا کہ لوگ دکھائی دیتے ہیں کہ آنکھیں کھولو، آنکھیں کھولو تاکہ قدرت کے عجائبات کا مشاہدہ کر سکو۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قدرت کے عجائبات دیکھنے کا شوق ہے تو آنکھیں بند کر لو۔ اور سچ پوچھو تو دونوں ہی ٹھیک کہتے ہیں۔ پس فرق یہ ہے کہ پہلی منزل میں ظاہر کی آنکھ ہی کھل سکتی ہے جس سے ظاہری عجائبات ہی دیکھے جاتے ہیں۔ دوسری منزل اس کے بعد آتی ہے جب دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور جب باطن کے عجائبات اپنی تمام دلفریبیوں کے ساتھ دل کے اندر جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں اور ظاہری عجائبات کی ایک انتہا ہوتی ہے (یعنی محدود ہوتے ہیں) کیونکہ وہ ہر حال میں جسم سے متعلق ہوتے ہیں لیکن باطنی عجائبات کی نہایت وانتہا نہیں ہوتی کیونکہ ان کا تعلق عالم ارواح اور دنیائے حقیقت سے ہوتا ہے اور حقائق ظاہر ہے کہ لا متناہی و لا محدود ہوتے ہیں۔ اور پھر ایک حقیقت اور روح تو ہر صورت کی بھی ہوتی ہے۔ صورت چشم ظاہر کے حصے میں آتی ہے اور حقیقت چشم باطن کا حصہ ہے اور صورت نہایت مختصر ہوا کرتی ہے مثلاً کوئی شخص زبان کو دیکھ کر کہہ دے کہ یہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے یا دل کو دیکھ کر کہے کہ دن سیاہ کا لوتھڑا سا ہے۔ اب اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ چشم ظاہر نے زبان و دل کو کیا سمجھا جبکہ ان کی حقیقت اس سے کس قدر مختلف ہے اور تمام اجزائے عالم بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کے ایسے ہی یہ مثال صادق آتی ہے اور ہر وہ شخص جس نے ظاہری آنکھ کے سوا یا اس سے زیادہ کچھ پایا ہی نہیں، اس کا درجہ جانوروں سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں، تاہم اس حقیقت سے بھی مفر نہیں کہ بعض اشیاء ایسی ہیں جن کے لیے ظاہری آنکھ حقیقت تک نہ بھی پہنچ سکے لیکن حقیقت تک رسائی کے لیے ایک ذریعہ ضرور ہوتی ہے یعنی چشم باطن کے لیے کلید کی حیثیت ضرور رکھتی ہے پس اس وجہ سے عجائبات فطرت کو چشم ظاہر سے دیکھنے کے لیے سفر اختیار کرنا زیادہ بے کیف نہیں ہوتا اور چشم ظاہر کی مدد سے چشم باطن کو کھولنے کے لیے سفر کرنا گویا کہ لازم ہے۔

۳۔ تزکیہ نفس حضرت شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے کہ سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے عزیزوں سے قطع محبت ہو جائے نفس جن چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے ان سے دور ہو جائے اور جن چیزوں کی طرف نفس کی رغبت ہے وہ رغبت ختم ہو جائے اور اس طرح نفس کو عزیزوں، دوستوں اور وطن کی جدائی کی تلخیاں گوارا ہو جائیں پس جس نے ان سے قطع محبت کی جدائی پر صبر کر لیا اور ان کو اپنے لیے گوارا بنا لیا اس کو بارگاہ الٰہی سے صبر عطا ہوتا ہے گویا اس نے ایک بہت عظیم فضیلت حاصل کر لی۔

سفر کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ نفس کے تمام راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور نفس کی رعونت، اس کی خود پسندی اور دعاوی ہٹ جاتے ہیں نفس اس سے عاری ہو جاتا ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ حقائق بغیر سفر کے انسان پر آشکارا نہیں ہوتے اس وجہ سے سفر کو سفر کہتے ہیں کہ وہ اخلاق کو نمایاں کر دیتا ہے نفس کی برائیاں سفر میں ظاہر ہو جاتی ہیں اور جب انسان پر اس کے نفس کی برائیاں اور اس کا مرض ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس کے علاج کے لیے تیار ہو جاتا ہے (علاج کی طرف توجہ کرتا ہے)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بندوں کے نفس پر سفر کا اثر ایسا ہوتا ہے جس طرح نماز روزہ اور تہجد کے نوافل اثر کرتے ہیں جس طرح نفل خواں (عابد و زاہد) اپنی نفلی عبادت سے غفلت کے مقامات کو چھوڑ کر قرب الٰہی کے مقام کی طرف سفر کرتا ہے اسی طرح ایک مسافر جب صرف خدا کے لیے حسن نیت کے ساتھ قطع منازل کرتا ہے، دشت بیابانی اور بیاباں نوردی کرتا ہے تو وہ لذات دنیا کو ترک کر کے سیر الی اللہ کا قصد کرتا ہے (اس کا یہ سفر سیر الی اللہ بن جاتا ہے)

۴۔ گمنامی کا شرف سفر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے بندے کو گمنامی (کا شرف) حاصل ہوتا ہے۔ وہ گمنامی قبول کرتا ہے اور حسن قبول (عوام) کو ترک کر دیتا ہے کیونکہ جب کسی راستباز اور مخلص کی صداقت پورے طور پر آشکار ہو جاتی ہے تو خلق کی طرف سے اس کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک راست باز

انسان جو اخلاص کے دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے. مخلص ہے اور اس کا دل نورِ معرفت و صداقت سے آباد ہے اس کو قبولِ عام میسر آتا ہو۔ میں نے ایک بزرگ کا یہ قول سنا ہے کہ وہ اپنے احباب و اصحاب سے کہتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلقِ خدا کا میرے پاس آنا جانا ہو۔ اس لیے نہیں کہ اس سے میں اپنے نفس کو خوش کروں ۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ لوگ میرے پاس آئیں یا نہ آئیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ مخلوق کا آنا جانا صحتِ حال کی علامت ہے اگر لوگوں کی میرے پاس آمد و رفت ہو گی تو اس سے مجھے اپنی صحتِ حال کا اندازہ ہو جائے گا

پس جب کوئی طالبِ حقیقت اس قبولِ عوام میں مبتلا ہو تو اس میں یہ خطرہ ہے کہ کہیں وہ اس قبولیت کی بنا پر مخلوق کی طرف مائل نہ ہو جائے کہ بسا اوقات ایسی صورت میں نفس نکوئی کے راستے سے اس میں مداخلت کرتا ہے اور اسبابِ محمودہ کے ساتھ اس میں راہ پالیتا ہے اس وقت وہ خیال کرنے لگتا ہے کہ خلق میری طرف اس وجہ سے رجوع ہوئی ہے کہ میں ابرار میں سے ہوں اس وقت نفس وجہِ مصلحت اور بزرگانِ خدا کی خدمت کی فضیلت اس کو دکھاتا ہے اور وہ جو کچھ اس کے پاس موجود ہے اس کو خرچ کرنا بہتر سمجھنے لگتا ہے۔ ان امور کو وہ اپنے لیے مستحسن بایں اعتبار سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے باعث خلقِ خدا اس کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ حالانکہ نفس اور شیطان مدتوں ایسی صورت میں اس کے ساتھ موجود رہے ہیں اور یہ دونوں نفس اور شیطان اس کو اسبابِ دنیا سے سکون حاصل کرنے اور قبولِ خلق سے لطف اندوزی کی طرف اس کو کھینچ لیتے ہیں اور اس طرح اکثر نفس اور شیطان دونوں غالب آجاتے ہیں اور اس میں تصنع اور تکلف پیدا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور اس طرح طالبِ حقیقت ، گدڑی پوش کی روحانیت متاثر ہوتی ہے اور اس میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔

میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ انھوں نے اپنے مرید سے فرمایا کہ اب تم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہو کہ اب تمھارے اندر بدی (شر) کے راستے سے شیطان داخل نہیں ہو سکتا ۔ تم سے گناہ ظاہری سرزد نہیں ہو گا لیکن وہ طریقِ خیر کے ذریعہ تمھارے اندر داخل ہو سکتا ہے ۔ یہ بڑا

نازک مقام ہے۔ اس مقام پر قدم ڈگمگا جاتے ہیں لہذا جب کوئی راستباز اور مخلص کسی ایسی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو خداوند بزرگ و برتر اپنی سابقہ عنایتوں اور پیش آنے والی مرحمتوں سے امداد غیبی کے ذریعہ اس کو سفر کے لیے آمادہ فرما دیتا ہے اور اس وقت وہ دوست اور آشناؤں سے قطع تعلق کر کے اپنے اس مقام کو ترک کر دیتا ہے جہاں اس پر قبول خلائق کا دروازہ کھلا تھا اب وہ ہر ایک سے منقطع ہو کر محض خدا کا ہو کر سفر کے لیے نکلتا ہے۔ یہ ایک بہترین مقصد سفر ہے جو صادقین کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے منفرد اور مجرد بن جاتا ہے سوائے اللہ کے کسی سے کچھ تعلق نہیں رہتا

۵۔ حصولِ معاش کے لیے سفر

سفر کا ایک مقصد حصولِ معاش بھی ہے، کاروبار تجارت یا ملازمت کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا بھی عین اسلام کے مطابق ہے کیونکہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر رزق حلال تلاش کرنے کی تلقین کی ہے لہذا جب بھی اس قسم کے مسافر کو دوران سفر خرچہ کی ضرورت پیش آئے تو اسے بھی زکوٰۃ کی شق ابن السبیل کے تحت دیا جا سکتا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۔	اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرتے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو۔ (پ ۲۹، مزمل)
هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ؕ	وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے رستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (پ ۲۹، ملک ۱۵)

حضرت امام غزالیؒ نے ایسے سفر کے بارے میں لکھا ہے کہ مقصد تو اس کا ظاہر ہے کہ دنیا کی طلب ہی ہوتی ہے۔ تاہم یہ سفر مباح ہے اور اگر نیت یہ ہو کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو

لوگوں کی محتاجی سے محفوظ رکھ سکے تو یہ نہ صرف مباح بلکہ عبادت میں شامل ہے۔ لیکن مراد اگر محض دنیاوی شوکت وحشم کا حصول ہو تو یہ سفر اللہ کی نہیں بلکہ شیطان کی راہ میں ہے بلکہ یہ کہنا موزوں تر ہوگا کہ یہ سفر محض رنج کا سفر ہوتا ہے اور اس کی عمر اس کی نذر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ضرورت سے زیادہ کی طمع جب پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی انتہا کون لا سکا ہے اور جتنا مرضی جمع کرتا رہے آخر وہ تمام مال ومتاع ناگہاں یکبارگی اس سے چھن جاتی ہے یا اسی مسافرت میں کہیں موت آدبوچتی ہے اور سارا مال شاہی خزانے کی ملکیت ہو جاتا ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ اس کے وارث اس پہ قابض ہو جائیں اور سب کچھ اپنی خواہشات و شہوات کو پورا کرنے میں خرچ کر دیں اور اس کی یاد کبھی بھول کر بھی نہ کریں اگر وہ کوئی وصیت چھوڑ گیا ہو تو اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت تک محسوس نہ کریں اور اس کے قرضے وغیرہ بھی ادا نہ کریں۔ کیونکہ سارا وبال تو بہر کیف اسی کی گردن پہ ہوگا اور اس سے زیادہ غبنِ فاحش اور کیا ہوگا کہ جمع مال کی مشقت واذیت بھی وہ برداشت کرے اور وبال بھی اسی کی گردن پہ رہے اور مزے کوئی اور لوٹتا رہے۔ (کیمیائے سعادت)

۶۔ سفر برائے حج

فریضہ حج کے لیے سفر کرنا عبادت ہے اور جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس کے لیے یہ سفر بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں حج پہ جانے کے لیے ترغیب دی گئی ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۙ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ۟

اور لوگوں میں عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دُبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں، جانے ہوئے دنوں میں۔ اس پر کہ انھیں روزی دی بے زبان چوپائے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے

(آل عمران، ۹۷)

ان آیات سے عیاں ہے کہ سفر کا ایک مقصد حج ہے۔

۷۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سفر

دین اسلام کی حمایت، فروغ، تحفظ اور سربلندی کے لیے جو بھی کوشش کی جاتی ہے اسے جہاد کہا جاتا ہے مگر اس کا اصل مقصد اللہ کی راہ میں لڑنا ہے، اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے اس لیے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

(پ ۱۰، توبہ ۴۱)

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ یہ بھی کبھی نہ ہو گا کہ وہ (راہ خدا میں) تھوڑا یا بہت کوئی خرچ اٹھائیں اور سعی جہاد میں کوئی وادی پار کریں اور ان کے حق میں اسے لکھ نہ لیا جائے تا کہ ان کے اس اچھے کارنامے کا صلہ انہیں عطا کرے

(توبہ : ۱۲۱)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جہاد کا بڑا صلہ ملے گا لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ راہ خدا میں صبح کا سفر یا شام کا سفر دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

جہاد کے سفر میں اگر کسی مسافر کو مالی ضرورت درپیش ہو تو ایسے مسافر کی زکوٰۃ سے اعانت کرنا درست ہے۔

۸ ۔ سفر برائے تبلیغ

اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے سفر کرنا بڑا افضل ہے ۔ کیونکہ تبلیغ کا مطلب ہے نیکی کا پیغام اور دین کے احکام بندوں تک پہنچانا ۔ اس کا اصل مقصد تو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا ہے تاکہ وہ اسلام کی حقیقت سے باخبر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور اللہ کا دین تمام دنیا پر مسلط ہو جائے چنانچہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سفر کرنا ناگزیر ہے اس لیے اس سفر میں اگر کسی مسافر سے زادِ راہ ختم ہو جائے تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا جائز ہے کیونکہ سفر تبلیغ کا مقصد رضائے الٰہی ہے ۔

قرآن مجید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے اللہ کے رسول تیرے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے اسے دوسروں تک پہنچا دیں ۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے اس لیے اب یہ فریضہ امت کے سپرد ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو دنیا کے ہر انسان تک پہنچائے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں ۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر ۔

اس آیت کی رو سے مسلمانوں پر تبلیغ فرض ہے ۔ اسی کے پیش نظر صحابہ کرام اور اللہ کے ولیوں نے اپنی زندگیوں کو اس کام کے لیے وقف کر دیا اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں تبلیغ دین کی خاطر بڑے طویل سفر اختیار کیے اور سفر کی بے حد دقتیں برداشت کیں تو ایسے حالات میں جبکہ مبلغ اسلام دین اسلام کی خاطر سفر میں ہو تو اس کی اس مد سے خدمت کی

جائے بشرطیکہ اسے ضرورت درکار ہو۔

فرمودات صوفیاء

حضرت سری سقطی صوفیائے کرام سے خطاب کیا کرتے تھے کہ جب جاڑے نکل جائیں
بہار کا موسم آجائے اور درختوں پر نئے پتے نکل آئیں تو اس وقت سیر و سفر خوب ہے۔

طالبو سفر کرو حضرت شیخ بشر حافی فرماتے ہیں کہ اے قاریو! اے طالبو! سفر کرو سفر
تم خوش رہو پاک و صاف رہو اس لیے کہ پانی جب زیادہ دیر
ایک جگہ ٹھہرا رہتا ہے تو وہ متغیر ہو جاتا ہے رنگ اور مزہ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ یہ ارشاد
سن کر ایک بزرگ نے کہا کہ سمندر بن جاؤ تاکہ متغیر نہ ہو سکو سمندر کا پانی ایک جگہ قائم رہتا
لیکن متغیر نہیں ہوتا۔

ہمیشہ سفر شیخ ابراہیم خواص کا تعلق ایسے ہی مسافر طبقے سے تھا ان کا گروہ ہمیشہ
حالت سفر میں رہتا تھا اور آپ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ
قیام نہیں کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ چالیس دن سے زیادہ کسی جگہ مقیم رہے تو ان
کے توکل میں فرق آجائے گا اس لیے کہ اس عرصہ میں لوگ ان کو اچھی طرح جان لیں گے اور
ان کا رجوع شروع ہو جائے گا اس طرح یہ واقفیت توکل کے منافی ایک بنیادی عیب
جائے گی۔

پیغام روایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصری نے ایک شخص کے ذریعہ حضرت بایزید بسطامی
کے پاس یہ پیغام ارسال کیا کہ ان سے کہہ دو کہ کب تک خواب راحت میں رہو گے
قافلہ تو روانہ ہو گیا۔ حضرت بایزید بسطامی نے پیامبر کو جواب دیا کہ جاؤ میرے بھائی سے
کہہ دو کہ "مرد وہ ہے جو تمام رات سوئے اور صبح دم قافلہ سے پہلے ہی منزل پر پہنچ جائے"
یہ سن کر حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا، مرحبا ان کو مبارک ہو، یہ وہ کام ہے جہاں تک

سفر میں فاقہ

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے ایک جنگل میں قیام کیا اور گیارہ دن تک کچھ نہیں کھایا آخر کار نفس نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں جنگل کی گھاس ہی کھاؤں تاکہ پیٹ میں کچھ پڑ جائے اس وقت میں نے دیکھا کہ جنگل کی سبزی میری طرف بڑھ کر آ رہی ہے۔ یہ دیکھتے ہی میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جب میں نے پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سبزہ واپس ہو گیا تھا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس سبزے سے کیوں بھاگے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرے نفس کو اس سبزے سے مدد حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو گیا تھا نفس چاہتا تھا کہ اس کو کھا کر بھوک کو مٹاؤں

حضرت نوریؒ کا قول

شیخ نوری علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے تھے کہ انھوں نے فرمایا تصوف نام ہے خطوظ نفسانی کو ترک کر دینے کا۔ لہٰذا جب ایک مبتدی نفس کے لذائذ کو ترک کر کے سفر اختیار کرتا ہے تو اس کا نفس قرار پا کر نرم پڑ جاتا ہے جس طرح نعلوں کی مداومت سے نفس نرم پڑتا ہے۔ سفر کے ذریعے نفس ایسا صاف اور نرم پڑ جاتا ہے۔ جیس طرح دباغت کے عمل سے چمڑا صاف، ملائم اور نرم پڑ جاتا ہے اور اس کا کھردرا پن ختم ہو جاتا ہے اس کی فطری خشکی اور بدبو ختم ہو جاتی ہے اور صاف و شفاف نکل آتا ہے اسی طرح مسافر کی نفسانی سرکشی بھی سفر سے دور ہو جاتی ہے اور جس طرح غیر مدبوغ چمڑا دباغت کے بعد لباس کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی طرح مسافر کے نفس کی سرکشی بھی سفر سے دور ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ اس میں فطرتِ ایمانی عود کر آتی ہے۔

چار چیزوں کی ضرورت

ابو یعقوب سوسی فرماتے ہیں کہ مسافر کو سفر میں چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:۔

(۱) علم جو اس کی رہنمائی کرے (۲) پرہیزگاری جو اسے ہر بُری بات سے روکے۔ (۳) شوق جو اسے مطلوب تک پہنچنے پر اکساتا ہے (۴) خُلق جو اسے ادنیٰ درجہ کے اخلاق سے بچاتا ہے۔

اشیائے سفر حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ سفر میں خرقہ، مصلّٰی، لوٹا، رسی، جوتا اور عصا ساتھ رکھنا چاہیئے تاکہ خرقہ سے بدن ڈھانپے، مصلّٰی پر نماز پڑھے، لوٹے سے وضو کرے اور عصا کی مدد سے ایذا دینے والے جانوروں سے محفوظ رہے۔ ان چیزوں میں اور بھی فوائد ہیں۔ حالتِ وضو میں جوتا پہنے رہے تاکہ مصلّٰی پر آسکے۔ اگر کوئی درویش اقتدائے سنت میں کچھ اور چیزیں مثلاً کنگھی، ناخن تراش، سوئی اور سُرمہ بھی ساتھ رکھے تو روا ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ اگر اور سامان بھی ساتھ ہو تو پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ درویش فی الوقت کس مقام پر ہے۔ اگر ارادت کا مقام ہے تو ہر چیز کی حیثیت ایک رکاوٹ، ایک بت، ایک دیوار اور ایک حجاب کی ہے اور صرف نفسانی رعونت اور سرکشی کا اظہار ہے۔ اگر درویش تمکین و استقامت کے مقام پر ہے یعنی وہ ثابت قدم ہے اور نفسانی خواہشات پر کُلی اختیار رکھتا ہے تو اسے سب سامان رکھنا روا ہے۔

آدابِ سفر حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ مسافر کو ہمیشہ سنت کی اقتدا کرنی چاہیئے اور جب کسی مقیم سے ملاقات ہو تو عزت و احترام سے سامنے آئے۔ سلام کرے۔ پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے کیونکہ یہ سنت نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالے جب پاؤں دھوئے تو پہلے دایاں اور پھر بایاں دھوئے۔ دو رکعت نماز تحیت ادا کرے اور پھر درویشوں کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ مقیموں پر کسی شکل میں اعتراض نہ کرے۔ کسی کے ساتھ معاملے میں زیادتی نہ کرے اپنے سفر کے مصائب بیان نہ کرے۔ مجلس میں بیٹھ کر علم کی باتیں یا روایات و حکایات بیان نہ کرے کیونکہ یہ سب چیزیں رعونت پر دلالت کرتی ہیں۔ سب کا دکھ بانٹے اور فی سبیل اللہ اوروں کا بوجھ برداشت کرے۔ یہ چیز برکاتِ خداوندی کا باعث ہے۔ اگر مقیم یا اس کے خادم کوئی بات کہیں اور اس کو سلام یا زیارت کی دعوت دیں تو تابہ امکان، ان کی مخالفت نہ کرے۔ بجائے خود اہلِ دنیا سے رواداری کا قائل نہ ہو۔ عذر یا تاویل سے ٹال دے، اپنی

کسی محال ضرورت کا بوجھ ان پر نہ ڈالے۔ راحت نفس اور حصولِ خواہش کے لیے امراء کی درگاہوں پہ جانا مذموم ہے۔ الغرض مسافر اور مقیم کے جملہ معاملات میں حق تعالیٰ کی رضا جوئی مدنظر رہنی چاہیئے باہمی اعتماد ہو، ایک دوسرے کو بُرا نہ کہے۔ عدم موجودگی میں غیبت نہ کرے۔ خدا لئے برتر غیبت کو نہایت بُرا کہتا ہے۔ اہلِ حقیقت فعل کو دیکھ کر فاعل پر نظر رکھتے ہیں۔ خلقت بہرحال مخلوقِ حق تعالیٰ ہے، اگر کسی میں عیب ہے یا وہ بے عیب ہے، حجاب میں ہے یا عین مشاہدہ میں، عیب جوئی فاعل (حق تعالیٰ) پر اعتراض ہے۔ آدمی ہونے کی حیثیت سے مخلوق پر نظر کرے تو سب سے آزاد ہو جائے اور سمجھ لے کہ سب حجاب میں ہیں، مغلوب مقہور اور عاجز ہیں۔ ہر فرد ہمیشہ اسی تقویم پہ رہتا ہے جس پہ اسے پیدا کیا گیا۔ مخلوق کو خدا کی سلطنت میں کوئی تصرف نہیں اور کسی چیز کی اصلیت بدلنے پر بجز بہ ذاتِ حق کوئی قادر نہیں اور توفیق اللہ کے قبضہ اختیار میں ہے۔ (کشف المحجوب)

حکایاتِ سفر

حکایت حضرت عمرؓ ایک دن خیرات بانٹ رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بچے کو ہمراہ لیے وہاں آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سبحان اللہ! میں نے آج تک کسی باپ بیٹے میں اتنی مشابہت نہیں دیکھی جتنی اس بچے اور اس کے باپ کے درمیان پائی جاتی ہے۔ وہ شخص بولا یا امیرالمومنین! اب اس شخص کا عجیب و غریب قصہ بھی سن لیجیئے۔ ہوا یہ کہ اس کی ماں حمل سے تھی کہ مجھے سفر پہ جانا پڑ گیا وہ کہنے لگی کیا تو مجھے اس حالت میں چھوڑ کر سفر پہ روانہ ہو جائے گا؟ میں نے کہا دلے نیک بخت! جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اسے اللہ کے سپرد کیے جاتا ہوں۔ سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ دور سے آگ سی جلتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تیری بیوی کی قبر ہے اور روزانہ یہی منظر دیکھتے ہیں آتا ہے

میں نے کہا کہ وہ تو صوم و صلوٰۃ کی پابند تھی، یہ کیا بات ہوئی۔ غرض وہاں پہنچا اور قبر کو کھودے کے بغیر نہ رہ سکا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اندر (لحد میں) ایک چراغ رکھا ہے اور یہ بچہ اس کی روشنی میں کھیل رہا ہے، اتنے میں ایک غیبی آواز نے گویا مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اس بچے کو تو نے ہمارے سپرد کیا تھا اور ہم تجھے عطا کرتے ہیں، اگر تو نے اس کی ماں کو بھی ہمارے سپرد کیا ہوتا تو اس کو بھی ہم تیرے حوالے کر دیتے۔

حکایت حضرت ابوعلی رباطی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ مروزی کی صحبت میں رہا ان کی صحبت میں میرے آنے سے پہلے ان کا دستور تھا کہ وہ زاد راہ اور سواری کے بغیر جنگل کو نکل جاتے۔ جب میں ان کی صحبت میں آگیا تو مجھے فرمایا کہ تو حاکم بننا پسند کرے گا یا میں حاکم رہوں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی حاکم رہیں۔ فرمایا کہ پھر تمھیں اطاعت کرنی ہوگی۔ میں نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے ایک تھیلا لیا اس میں زاد راہ رکھا اور اسے اپنی پشت پر اٹھایا۔ جب میں کہتا کہ یہ تھیلا مجھے دے دیجئے تاکہ میں اسے اٹھاؤں۔ فرماتے میں حاکم ہوں اور تمھیں میری اطاعت کرنی چاہیئے۔

رباطی فرماتے ہیں کہ ایک رات بارش ہوئی اور آپ چادر لیے صبح تک میرے اوپر سایہ کرتے رہے تاکہ میں بارش سے بچا رہوں۔ میں دل میں کہتا کہ کاش میں مر جاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ حاکم ہیں۔ پھر مروزی نے فرمایا کہ جب تو کسی انسان کی صحبت اختیار کرے تو اس کی صحبت میں اسی طرح رہ جس طرح میں تمھاری صحبت میں رہتا ہوں۔

حکایت حضرت ابوالحسن مصریؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مجھے طرابلس سے شجری کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ہم کئی دنوں تک بغیر کچھ کھائے پیے چلتے رہے میں نے زمین پر پڑا ہوا ایک کدو دیکھا اور میں کھانے لگا۔ شجری نے میری طرف دیکھا مگر زبان سے کچھ نہ کہا لہٰذا میں سمجھ گیا کہ انھوں نے اسے بُرا سمجھا ہے۔ میں نے اسے پھینک دیا۔ پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانچ دینار دلوائے اور ہم شہر میں آگئے۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ ہمارے لیے

ضرور کچھ نہ کچھ خریدیں گے۔ مگر آپ وہاں سے گزر گئے اور کچھ نہ خریدا۔ پھر آپ یہودیہ پہنچے یہ راستہ میں ایک گاؤں کا نام ہے، تو فرمایا کہ وہاں ایک عیالدار آدمی ہے جب ہم اس کے پاس جائیں گے تو وہ ہماری خدمت میں مشغول ہو جائے گا۔ میں یہ پانچ دینار اسے دوں گا تاکہ وہ انھیں ہمارے اور اپنے عیال کے لیے خرچ کرے۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے اور آپ نے وہ دینار اسے دے دیے اور اس نے خرچ کر دیے۔ اب جب وہاں سے چلنے لگے تو فرمایا اے ابوالحسن! کہاں جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا نہیں تم تو ایک کدو کی خاطر مجھ سے خیانت کرتے ہو اور پھر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔ ایسا نہ ہوگا اور انھوں نے مجھے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔

حکایت شیخ ابو مسلم فارس بن غالب انصاری ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمد سے ملنے آئے۔ دیکھا تو آپ تخت پر چار تکیے لگائے سو رہے ہیں۔ پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک مصری چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ان کے اپنے کپڑے میل کی وجہ سے چمڑے کی طرح ہو رہے تھے۔ جسم تکلیف سے سوکھا ہوا تھا۔ رنگ ریاضت سے زرد ہو رہا تھا۔ دل میں کراہت پیدا ہوئی اور سوچا کہ میں بھی درویش ہوں یہ بھی درویش ہے اسے اس قدر آرام میسر ہے اور میں مشقت سے نڈھال ہو رہا ہوں۔ شیخ ابوسعید نے نخوتِ باطن کی کیفیت بھانپ لی اور فرمایا اے مسلم! تو نے کس کتاب میں پڑھا ہے کہ خود بین بھی درویش ہوتا ہے؟ سنو میں نے صرف حق تعالیٰ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے تخت پر بٹھایا، تو نے صرف اپنے آپ کو دیکھا اور بجز خاک نشینی کے کچھ نہ پایا۔ ہمارے نصیب میں مشاہدہ ہے اور تیرے نصیب میں مجاہدہ۔ یہ دونوں طریقت کے مقامات ہیں مگر ذاتِ حق ان سے منزہ ہے اور درویش مقامات اور احوال سے فانی اور آزاد۔ شیخ ابو مسلم فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور تمام عالم میری نظر میں تاریک ہو گیا۔ ہوش بجا ہوئے تو میں معافی کا خواستگار ہوا اور آپ نے مجھے معاف کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے جانے کی اجازت دیجیے کیونکہ میں دیدار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا ؎

آنچہ گوشم نتوانست شنیدن بخبر

ہمہ چشم بعیاں یکسرہ دیدہ آں ببصر

(جو چیز میرے کان سن نہ سکے وہ میری آنکھ نے ظاہر دیکھ لیا) کشف المحجوب

حضرت ابراہیم خواص کا طرز عمل مزین کبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں ایک دن ابراہیم خواص کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ ایک بچھو ان کی ران پر دوڑتا دیکھا۔ میں نے اٹھ کر اسے مارنا چاہا مگر آپ نے مجھے منع کر دیا اور فرمایا کہ اسے رہنے دو کیونکہ ہر چیز ہماری محتاج ہے اور ہم کسی چیز کے محتاج نہیں۔

تیس سال کا سفر ابو عبداللہ نصیبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال سفر کیا اور میں نے نہ کبھی اپنی گدڑی پہ پیوند لگایا اور نہ میں کسی ایسی جگہ گیا جہاں مجھے معلوم ہو کہ میرا کوئی رفیق ہے اور نہ کسی کو اس بات کی اجازت دی کہ میرے ساتھ چلتے ہوئے کوئی چیز ساتھ لے۔

حکایت کہتے ہیں کہ ابراہیم خواصؒ سفر میں اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لے جاتے تھے مگر پھر بھی ان کے ساتھ سوئی اور مشکیزہ ہمیشہ رہتا۔ سوئی تو کپڑوں کو سینے اور پیوند لگانے کے لیے کہ اگر پھٹ جائے تو کہیں ستر نہ کھل جائے۔ اور مشکیزہ طہارت کے لیے، آپ ان چیزوں کو دنیاوی تعلق کی چیزیں خیال نہ کرتے تھے۔

حکایت حضرت ابو عبداللہ رازی سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں طرسوس سے ننگے پاؤں نکلا میرے ساتھ ایک رفیق تھا۔ ہم چلتے چلتے ملک شام کی بستی میں پہنچے تو ایک شخص میرے پاس جوتا لے کر آیا مگر میں نے اسے قبول نہ کیا۔ میرے ساتھی نے مجھے کہا کہ جوتا پہن لیں کیونکہ آپ تھک چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ جوتا آپ کو میری وجہ

اسے عطا کیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنا جوتا آپ کی موافقت اور آپ کے حقِ صحبت کا لحاظ کرتے ہوئے اتارا تھا

سفر کی مشکلات کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خواص سفر میں جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ تین اور آدمی بھی تھے آپ جنگل میں کسی مسجد میں پہنچے اور وہاں رات گزاری۔ مسجد کا کوئی دروازہ نہ تھا اور سردی شدت کی پڑ رہی تھی۔ وہ سب سو گئے، جب صبح ہوئی تو خواص کو دروازے پہ کھڑا دیکھا، انھوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا مجھے ڈر تھا کہ کہیں تمھیں سردی نہ لگے اس لیے وہ رات بھر وہاں کھڑے ہو رہے۔

حکایت میں نے ابو صادق بن حبیب کو فرماتے سنا کہ انھوں نے نصر آبادی کو فرماتے سنا کہ ایک بار میں جنگل میں گزرتے ہوئے کمزور ہو گیا اور اپنی جان سے مایوس ہو گیا کہ یکایک میری نگاہ چاند پر پڑی۔ حالانکہ اس وقت دن تھا، پھر بھی میں نے چاند پر یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ لہٰذا میں نے اس تکلیف کو معمولی سمجھا اور اسی وقت سے یہ بات (یعنی خرقِ عادات و کرامات) میرے لیے واضح ہو گئی۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے، اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ! میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں کو اس سے خوش رکھنا اور اچھا بدلہ دینا۔ یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دی تو والدہ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا کہ آپ کا مسافر۔ چنانچہ انھوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا تو رونے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

حکایت ابوالحسن شاذلی کو ابتدائی زندگی سے ہی کسی مرشد کی تلاش ہوئی جو آپ کی حق کی پیاس بجھا سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنے طفولیت کے عہد میں ہی دنیا کی

معمولات سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ آپ کے گھر والوں نے آپ کو بہت سمجھایا کہ دنیا میں رہنے کے لیے دنیا سے دوری کسی طرح مستحسن نہیں مگر آپ اپنے ارادے میں پکے تھے۔ اس کشمکش میں ایک روز آپ شہر سے جنگل کی طرف چل نکلے، جب آپ جنگل کی طرف جا رہے تھے تو آگے سے ایک قافلہ آ رہا تھا، قافلے والوں نے اکیلے نوجوان کو جنگل کی طرف جاتے دیکھا تو اس کو جنگل کے حالات کے متعلق بتایا۔ درندوں کے خطرات سے آگاہ کیا مگر آپ نے کسی کی کوئی بات سنے بغیر سفر جاری رکھا، چلتے چلتے رات ہوگئی۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، آپ ہاتھوں سے گھنی جھاڑیاں ہٹاتے اور راستے بناتے جا رہے تھے آخر آپ تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، یہاں بیٹھنے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ میرے پاس وضو کا کوئی انتظام نہیں۔ اندھیرا اس قدر ہے کہ پانی کو تلاش کرنا نا ممکن ہے پھر میں وضو کس طرح کروں گا۔ آپ انھی خیالات میں گم تھے کہ اچانک آپ کو محسوس ہوا کہ آپ کے پاس کسی اور چیز کا بھی وجود موجود ہے۔ جب آپ نے ادھر ادھر ہاتھ مار کر دیکھا تو پتہ چلا کہ جانور ہے جس کی کھال گیلی ہو رہی ہے آپ نے اس کو غیبی اشارہ سمجھا اب آپ جانور کی معیت میں چلتے گئے یہاں تک کہ رات تمام ہوئی اور سورج کے نکلنے کے آثار نظر آنے لگے۔ جانور آپ کو ایک چشمہ پر لے آیا۔ جہاں آپ نے وضو کیا۔ آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جس جانور کی رہنمائی میں آپ چل رہے تھے وہ کوئی عام جانور نہیں تھا بلکہ بھیڑیا تھا آپ وضو کرکے واپس جنگل کی طرف گئے اور آکر نماز شروع کی جب نماز ختم ہو چکی تو آپ نے چشم حیرت سے دیکھا کہ آپ کے ارد گرد تمام جنگلی درندے بیٹھے ہوئے ہیں مگر آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے نہیں، اس جنگل میں آپ نے درندوں میں کئی دن گزارے آپ نے ان ایام میں نہ پیا نہ کھایا بلکہ آپ کو اس کی حاجت ہی نہ ہوئی۔ کئی دنوں کے بعد آپ کو اپنے اصل مقصد کا خیال آیا، کہ مجھے تو کسی کامل ولی کو تلاش کرنا ہے۔ یہاں سے آپ نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا چلتے چلتے کئی پہاڑوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے آپ ایک غار کے قریب پہنچے۔ ابھی آپ غار کے اندر جانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ غار کے اندر سے ایک نہایت خوبصورت عورت نکلی، آپ

اس کا قیامت خیز حسن دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس عورت نے آپ سے سوال کیا تو کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے اور اس وقت کیا سوچ رہا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ میں تمہیں اپنے ارادوں کے متعلق کیوں بتاؤں. جس کے لیے سوچ رہا ہوں وہ میری سوچ خود ہی جان لے گا۔

عورت نے آپ کو بڑی حقیر آمیز نظروں سے دیکھا اور بولی کہ تمہیں اس بات کا بڑا گھمنڈ ہے کہ تو کئی دنوں سے اس بیابان میں بھوکا پیاسا سفر کر رہا ہے۔ جنگل کے خطرناک درندے تیرے تابع ہیں اور جب تک تمہیں ایسے زعم رہیں گے تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو دیکھو میں ایک مدت سے اس غار میں رہ رہی ہوں، نہ میں نے کبھی کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے مگر زندہ ہوں۔ اللہ کی شکر گزار ہوں اور غرور کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔

یہ باتیں سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب تک میں اپنی دلی اور ذہنی کثافتوں کو دور نہ کروں گا حقیقی منزل نہیں پا سکتا۔ اس مقصد کے لیے آپ مہینوں بھوکے پیاسے ایک غار میں عبادت ریاضت اور مجاہدات میں مشغول رہے۔ ہر وقت آپ کی یہی دعا ہوتی کہ اے اللہ مجھے اپنے انعام و اکرام سے نواز، تاکہ میں بھی تیرا مقرب بندہ بن جاؤں۔ آپ گھنٹوں اللہ کے آگے گریہ زاری میں مصروف رہتے، ایک روز آپ نے دیکھا کہ آپ کے اردگرد بہت سے لوگ موجود ہیں اور یہ سب بھی آپ کی طرح تلاشِ اللہ کے لیے اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔ ان میں صاحبِ ہمت بھی ہیں اور کمزور بھی۔ بہادر اور تنہا صعوبتیں برداشت کرنے والے بھی ہیں۔ اور کمزور اور سہارا کے محتاج بھی ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک آپ کے پاس آیا اور عرض کی اے اللہ کے نیک بندے! تو مجھے بھی اپنے ساتھ رکھ لے تاکہ میں بھی اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہو جاؤں۔

آپ نے جواب دیا "میں تو خود ایک بوجھ ہوں میں تمہیں کیا سہارا دے سکوں گا!"

اس شخص نے عرض کی "میں آپ کی حتی المقدور خدمت کروں گا" اس شخص کی ضد اور شوق

دیکھ کر آپ اس کو ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔

دونوں مہینوں عبادت وریاضت میں مشغول رہے مگر ان کو کوئی خاص بات محسوس نہ ہوئی جس کے وہ متمنی تھے۔ اپنی محنت کا اثر دیکھنے کی خواہش میں دوبارہ انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ایسا گم ہوئے کہ اپنا آپ ہی بھول گئے۔ ایک روز اسی عبادت کی مشغولی کے عالم میں آپ کو اپنے چاروں طرف روشنی نظر آئی۔ آپ کے دل کو اطمینان ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھی کو بتلایا کہ اب ہم منزل کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ ساتھی بڑا خوش ہوا۔ اس نے سوچا جب نور کی بارش برسے گی تو اس پر بھی نورانی چھینٹے پڑیں گے۔

اب حضرت ابوالحسن شاذلی کو محسوس ہونے لگا کہ انھیں ضرور قرب الٰہی حاصل ہو جائے گا آپ اسی خوشی میں سرشار خدا کی یاد میں بیٹھے تھے کہ غار میں ایک نہایت کریہہ شکل آدمی داخل ہوا۔ آپ اور آپ کا ساتھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے اس کے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ میرا نام عبدالمطلب ہے اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے اس چند روزہ عبادت و ریاضت کے بعد یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ نے وہ تمام منازل طے کر لی ہیں جن پر جا کر انوار کی بارشیں ہوتی ہیں؟

آپ اس شخص کی باتیں سن کر اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ آپ پر بے بضاعتی اور فرومایگی کا دورہ پڑا اور آپ زار و قطار رونا شروع ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تو مٹ گیا اور برباد ہو گیا۔

اس پر آنے والے ہیبت ناک شکل والے آدمی نے کہا "آپ بالکل برباد نہیں ہوئے اور نہ ہی مٹ گئے ہیں"۔

آپ نے فرمایا "تم نے ہی تو مجھے کہا ہے کہ میں نے اللہ سے جو امیدیں وابستہ کی ہیں ان سے محروم رہوں گا"۔

اس پر اس شخص نے کہا "میں نے صرف یہی کہا ہے کہ تو جو عبادت، ریاضت اور مجاہدے کر رہا ہے وہ ولایت کے لیے کیوں کر رہا ہے، ان کی بدولت تمھیں اپنی فلاح کیوں درکار ہے

تم یہ سب کچھ صرف خدا کے لیے کیوں نہیں کر رہے"؟ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ مجھے اب سارا کچھ از سر نو شروع کرنا ہو گا۔ آپ کو واقعی احساس ہو گیا کہ عبادت کسی لالچ اور امید یا سبب سے نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سوچ کر آپ گھنٹوں روتے رہے۔ اب پھر آپ کو کسی کامل مرشد کی تلاش کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ کا ساتھی بھی آپ کی حالت سے پریشان تھا اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں کسی کامل ولی کی تلاش کروں۔ آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ وہ چلا گیا آپ اس کی واپسی کے منتظر رہنے لگے۔ کوئی دس گیارہ روز کے بعد وہ شخص واپس آیا اور عرض کی کہ یہاں سے کوئی بارہ تیرہ کوس دور ایک پہاڑ ہے اور وہاں ایک غار میں ایک کامل ولی کا آستانہ ہے۔ ہم ان تک پہنچ کر ان سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر ابوالحسن شاذلی کو بہت خوشی ہوئی۔ اسی وقت چلنے کی تیاری شروع کر دی اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ دونوں نے اپنا سفر طے کیا اور جب اپنی منزل کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ پہاڑی سفر تھا۔ قدم قدم پر ٹھوکریں لگتیں مگر جذبہ تھا کہ آپ کو کشاں کشاں منزل کی طرف لیے جا رہا تھا۔ جب آپ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں آپ کو دامنِ کوہ میں ایک غار نظر آیا جس پر بہت سے لوگ کھڑے تھے اور غار کے اندر ایک بزرگ تھے جو باری باری آتے ہر سب کے ساتھ مصافحہ کر رہے تھے۔ اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر حضرت ابوالحسن شاذلی کو گمان ہوا کہ اتنے رش میں تو شاید ہماری باری ہی نہ آئے۔ چنانچہ آپ اتنے لوگوں کے بحر بیکراں کو دیکھ کر ان بزرگ پر رشک کرنے لگے اور دل میں سوچنے لگے کہ کس قدر خوش قسمت بزرگ ہیں جن کے لیے خدا نے اپنی مخلوق کو مسخر کر رکھا ہے۔ آپ کے ذہن میں ایک چیز جو بار بار آ رہی تھی وہ یہ تھی کہ دنیا میں تدبر کیا ہے اور اغنیاء کسے کہتے ہیں؟ ساری رات آپ کھڑے رہے اور صبح تک آپ کی باری نہ آئی، اسی ہجوم میں آپ نے ایک شخص کو ان بزرگ کے متعلق یہ کہتے سنا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جن کو ہمارے ذوق و شوق کا کوئی احساس نہیں ہے اگر یہ صاحبِ علم ہوتے تو ان کو اپنے کشف سے ہی معلوم ہو جاتا کہ ان کے ارادتمند کتنی محبت سے ان کے پاس آئے ہیں۔ ایسی درویشی سے تو

ہماری دنیا داری بہتر ہے۔ اس شخص کی باتوں کا اثر کئی اور لوگوں پر بھی ہوا اور اس طرح کافی لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اس طرح حضرت ابوالحسن شاذلی کی باری جلدی آگئی۔ جب آپ غار کے اندر پہنچے تو آپ نے اس بزرگ کو سجدے میں گرے ہوئے دیکھا وہ اللہ کے آگے درخواست کر رہے تھے "اے مالکِ کون و مکاں! دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مخلوق کے مسخر ہونے کی دعا مانگتے ہیں اور تو ان کی دعا قبول کر لیتا ہے مگر میں تو یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے ناراض ہو جائیں تاکہ میرے پاس کوئی نہ آئے اور میں اکیلا تیری عبادت میں مگن رہوں۔"

ابوالحسن شاذلی نے یہ دعا سنی تو بہت حیران ہوئے اور جب بزرگ سجدے سے اٹھے تو ان کو سلام کیا اور عرض کی کہ میں سکندریہ کے قصبے شاذلہ سے آیا ہوں۔

انھوں نے سوال کیا "کیا کوئی کام ہے؟"

حضرت ابوالحسن نے فرمایا کہ میں تو صرف آپ کا مزاج دریافت کرنے آیا تھا۔ اس پران بزرگ نے جواب دیا کہ میرا حال تو ٹھیک ہے تم اپنے حال کی فکر کرو ابھی تم اللہ سے گرمیٔ تدبیر اور اختیار کے شاکی تھے، اس کے جواب میں ہی میں نے اللہ سے خنکی تسلیم و رضا کی شکایت کر دی۔

ابوالحسن شاذلی ان باتوں کا مطلب نہ سمجھ سکے اور وضاحت کے لیے عرض کی۔

جواب میں ان بزرگ نے فرمایا "سردی تسلیم و رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ مجھ پر اتنا مہربان ہو جائے کہ ساری مخلوق میری گرویدہ ہو جائے اور جب اللہ مہربان اور مخلوق مسخر ہو جائے گی تو ہر وقت میرے ارد گرد لوگوں کا ہجوم رہے گا، لوگوں کی پرستاری مجھے اس قدر مجبور کر دے گی کہ اللہ مجھے یاد نہیں رہے گا اس لیے میں نے اس سے نجات کی دعا مانگی تھی۔"

ابوالحسن شاذلی نے عرض کی کہ میں تو اس بات کا بڑا شائق ہوں مگر آپ اس سے متنفر ہیں آپ نے شاید مخلوق کی تسخیر کا مزہ نہیں چکھا۔ جواباً ان بزرگ نے فرمایا کہ مزہ تو میں چکھ چکا ہوں اس لیے اس سے نجات کی دعا مانگ رہا ہوں۔

یہ سن کر ابوالحسن شاذلی نے سوال کیا کہ اگر میں یہ دعا مانگوں کہ اللہ کی مرضی میری مرضی کے

مطابق ہو تو یہ بھی غلط ہوگا۔

جواب ملا کہ تم سب باتیں چھوڑ دو صرف ایک چیز کا ورد جاری رکھو، ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ وہ یہ ہے کہ "اے اللہ تو میرا ہو جا" اور جب اللہ تمہارا ہو جائے گا تو پھر تمہارا ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔

یہ سن کر آپ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، آپ پکار اٹھے، میں نہ کہتا تھا کہ کوئی مرد کامل فرد میرا مسئلہ حل کردے گا۔ یہ بزرگ شیخ عبدالسلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ان کی ہدایت کے مطابق زہد و مجاہدہ کر کے ولی کامل بنے اور اس طرح آپ کا سفر کامیابی کا پیش خیمہ بنا۔

حکایت حضرت ابو اسحٰق ابراہیم سے ایک درویش نے درخواست کی کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا اور کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہیئے تاکہ تمام کام اچھی طرح سرانجام پائیں۔ درویش نے کہا پھر آپ ہی حاکم بن جائیے۔ آپ نے فرمایا اب تم مطیع بنو، درویش کہتا ہے کہ جب ہم ایک منزل پر پہنچے تو آپ نے مجھے بیٹھنے کو کہا اور خود پانی لائے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لیے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا آپ خود اسے کر لیتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرماتے شرط یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم مطیع رہو۔ راستہ میں سخت بارش ہوئی تو آپ نے اپنا لبادہ اتار کر مجھ پر ڈال دیا اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کیے رہے تاکہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں یہ دیکھ کر نہایت شرمسار ہوا لیکن ازروئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے تمام خدمت اپنے ذمے لے لی۔ میں نے کہا امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لیے کہا جائے۔ آپ مکہ معظمہ تک طویل سفر میں میرے ساتھ یہی سلوک فرماتے رہے۔ جب اس جگہ پہنچے تو میں آپ کے حسنِ سلوک سے

شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔ آپ نے مجھ کو منا میں دیکھا تو فرمایا بیٹا دوستوں سے اس طرح محبت رکھنی چاہیئے جس طرح میں نے تم سے رکھی۔

حکایت ابو نصر اکابر صوفیا سے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں عمان کی بندرگاہ پر سمندر سے اترا تو بھوک نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔ پھر میں بازار سے گزر رہا تھا اور حلوائی کی دکان کے پاس سے گزرا جس میں پہلے کا بھنا ہوا گوشت اور مٹھائیاں تھیں میں نے ایک شخص کو پکڑ کر کہا کہ مجھے کچھ خرید کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ کیوں خرید کر دوں؟ کیا میرے ذمے کوئی چیز ہے یا مجھے تمہارا قرض ادا کرنا ہے؟ میں نے کہا ضرور خریدنا پڑے گا۔ ایک شخص نے مجھے باتیں کرتے دیکھ لیا اور کہا ارے! اسے چھوڑ دو۔ میں وہ شخص ہوں جس پر تمہارے لیے مٹھائی کا خریدنا واجب ہے۔ مجھ سے مطالبہ کرو اور جو چاہو حکم کرو۔ پھر اس نے مجھے جو کچھ میں چاہتا تھا، خرید کر دیا اور وہ چلا گیا۔

حکایت ایک روایت میں ہے کہ حضرت کتانی نے ایک بار اپنی والدہ سے حج کے لیے جانے کی اجازت چاہی، انھوں نے اجازت دیدی اور روانہ ہو گئے۔ جنگل میں آپ کے کپڑے میں پیشاب لگ گیا۔ فرمایا اس کا سبب یقیناً یہ ہے کہ میری حالت میں خلل پیدا ہو گیا ہے لہذا آپ واپس روانہ ہو گئے۔ جب انھوں نے گھر پہنچ کر دستک دی تو ان کی والدہ نے جواب دیا اور دروازہ کھولا، دیکھا تو وہ دروازہ پر بیٹھی تھیں۔ آپ نے والدہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب سے تو گیا ہے میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک تمھیں نہ دیکھ لوں گی میں یہاں سے نہ جاؤں گی۔

حکایت ابو احمد الصغیر نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ بن خفیف کو فرماتے سنا کہ میں ابھی نو عمر ہی تھا کہ ایک فقیر مجھے ملا اس نے مجھے دیکھا کہ بھوک نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے لہذا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور گوشت پیش کیا جو آب جو (کشک) کے ساتھ پکایا گیا تھا اور گوشت کا ذائقہ بدلا ہوا تھا۔ میں ثرید کھاتا اور گوشت نہ کھاتا کیونکہ اس کا

ذائقہ بدلا ہوا تھا اس نے مجھے ایک لقمہ دیا جسے میں نے بڑی مشکل سے کھایا اور اس نے پھر ایک اور لقمہ دیا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ فقیر میرے چہرے سے پہچان گیا اور شرمندہ ہوا۔ اس کی وجہ سے مجھے بھی شرمندگی ہوئی لہذا میں وہاں سے چل پڑا اور فوراً سفر کو روانہ ہوگیا۔ میں نے اپنی والدہ کے پاس ایک آدمی کو بھیج کر اپنی گدڑی منگوالی۔ میری والدہ نے میری مخالفت نہ کی اور میرے سفر کو جانے پر رضا ہوگئی۔ چنانچہ میں فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ قادسیہ سے نکلا مگر ہم راستہ سے بھٹک گئے اور جو کچھ بھی زادِ راہ ہمارے پاس تھا ختم ہوگیا اور ہم مرنے کے قریب ہوگئے۔ ہم ایک عرب قبیلہ کے پاس گئے مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ ہم نے مجبور ہو کر ان سے چند دیناروں میں ایک بکرا خریدا، انھوں نے اسے بھونا اور مجھے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا دیا۔ جب میں کھانے لگا تو میں نے اپنے حال پر غور کیا تو مجھے خیال آیا کہ یہ اس فقیر کو شرمندہ کرنے کی سزا ملی ہے لہذا میں نے دل میں توبہ کی اور چپ رہا۔ پھر انھوں نے ہمیں راستہ بتلا دیا اور جا کر حج ادا کیا۔ اس کے بعد میں اسی فقیر کے پاس واپس آیا اور اس سے معذرت چاہی۔

حکایت اخنف الہمدانی فرماتے تھے کہ میں جنگل میں اکیلا تھا اور میں تھک گیا تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اے رب! میں کمزور اور عاجز ہوں اور تمھارے پاس ضیافت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فوراً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ جواب نہ ملے کہ تجھے کس نے بلایا تھا اس پر میں نے کہا اے رب تمھاری سلطنت ایسی ہے جہاں طفیلی کو برداشت کر لیا جاتا ہے، فوراً کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ جب اُدھر مڑا تو ایک بدوی سواری پر سوار تھا اس نے مجھے کہا اے عجمی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا مکہ کا۔ اس نے پھر کہا، کیا اس نے تجھے بلایا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اس نے پھر کہا۔ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا "من استطاع الیہ سبیلا" (جو سفر کی طاقت رکھے) میں نے کہا اس کی سلطنت وسیع ہے، طفیلی کی اس میں گنجائش نہیں۔ اس نے کہا کیا تو طفیلی ہے؟ کیا تو

اونٹ کی خدمت کر سکتا ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس پر وہ اپنے جانور سے نیچے اتر آیا، اور مجھے دے کر کہنے لگا کہ اس پر سفر کرو۔

حکایت محمد بن اسمٰعیل فرغانی فرماتے ہیں کہ میں اور ابو بکر زقاق اور کتانی تقریباً بیس سال سفر کرتے رہے۔ نہ تو ہم کسی سے خلا ملا کرتے اور نہ کسی سے میل جول رکھ... جب کسی شہر میں پہنچتے اور وہاں کوئی بزرگ ہوتا تو اس کے سلام کو چلے جاتے۔ رات تک اس کے پاس بیٹھتے اور پھر مسجد میں چلے جاتے۔ کتانی ابتدائے رات سے لے کر آخر تک نماز پڑھتے رہتے اور قرآن ختم کرتے اور زقاق قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاتے اور میں لیٹ کر سوچا رہتا... پھر جب صبح ہوتی تو نماز عشاء کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا کرتے اور جب ہمارے درمیان کوئی اور انسان آجاتا اور سویا رہتا تو ہم اس کو اپنے سے افضل سمجھتے۔

رموز سفر حضرت عبدالکریم قیشری کا قول ہے کہ صوفیا نے اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ حاضری کے تمام آداب مجاہدہ سے حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر بھی ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کچھ اور مستزاد حاصل کریں لہذا انھوں نے اپنے نفسوں کو سدھانے کے لیے احکام سفر کو شامل کر لیا، یہاں تک کہ وہ اپنے نفسوں کو ان چیزوں سے نکال کر لے گئے جن کے وہ روزمرہ کے عادی تھے اور انھیں معروف چیزوں کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ تاکہ وہ اللہ کے ساتھ ایسی حالت میں زندگی گزاریں کہ ان کا دنیا کی کسی چیز کے ساتھ نہ کوئی تعلق ہو اور نہ کوئی واسطہ ہو۔ بایں ہمہ انھوں نے سفر میں ہوتے ہوئے بھی اپنے کسی ورد کو ترک نہیں کیا کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ رخصت مثلاً سفر میں قصر کرنا، صرف ان لوگوں کے لیے ہے جن کا سفر کسی حاجت یا ضرورت کی وجہ سے ہو اور ہمیں اپنے سفر میں نہ تو کوئی کام ہے اور نہ کوئی مجبوری لہذا رخصت کیسی؟

حکایت سکندر کی عالمگیری اور دانشمندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہ دور اندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار...

رکھنے کے، بغیر کسی قسم کی جنگ کے صلح کے لیے پیش ہوا۔ سکندر نے اس کی بیشمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لیے آیا ہے تو اس قدر لشکر جرار اور فوج بیشمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب ؟ شاید کہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں کا ہے، صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے۔ یہ میرا جزوی لشکر ہے۔ جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا لیکن تیرا اقبال بلند ہے جو کوئی دولت خداداد سے لڑے گا سو گرے گا۔ اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا۔ سکندر نے کہا بیشک تو لائق احسان ہے میں نے تجھے امان دی۔ اس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پرتکلف کھانا کھلایا اور ایک زردوزی خیمہ میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا، سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زریں میں بیش بہا جواہرات لعل، یاقوت، موتی، ہیرا زمرد ڈھیر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے۔ سکندر نے کہا کہ جواہرات انسان کی غذا نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں ؟ کہا کہ یہ روٹی جو تمام خلقت کھاتی ہے۔ اس بادشاہ نے کہا سخت تعجب ہے کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی، کس لیے ناحق اس قدر رنج و مصیبت اٹھاتا ہے اور ساتھ ہی بیشمار مخلوق خدا کو بھی مبتلائے مصائب کر رہا ہے۔ سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں۔

حضرت گیسو دراز کی مسافرت

اللہ والوں نے سیاحت کو اپنا شیوہ بنائے رکھا ہے حضرت مخدوم گیسو دراز نے بھی سیاحت فرما کر سنت اولیاء کی پیروی کی ہے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو آپ اپنے اہل و عیال سمیت دہلی سے بہادر پور پہنچے، یہاں مولانا علاء الدین گوالیری جو آپ کے مرید تھے انھوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ نے گوالیر میں کچھ عرصہ قیام کیا یہاں آپ نے مولانا علاء الدین کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا آپ کے پہلے خلیفہ تھے اس سے پہلے آپ نے کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔ گوالیر

سے آپ بہاندیہ اور ایرچہ سے ہوتے ہوئے چندیری پہنچے۔ اس جگہ پر آپ نے کچھ روز قیام کیا اور ۸۰۱ھ عید الفطر کے روز آپ بڑودہ تشریف لائے۔ یہاں پر بھی آپ نے مختصر سا قیام فرمایا اور کھنبایت تشریف لے گئے، ذیقعدہ کا مہینہ آپ نے یہاں گزارا اور واپس بڑودہ آکر سلطان پور سے ہوتے ہوئے دولت آباد کی جانب روانہ ہوئے، یہاں سے آپ روضہ خلد آباد پہنچے اور اپنے والد بزرگوار کے مزار پر حاضری دی۔ اس طرح ایک طویل سیاحت کے بعد واپس دہلی پہنچے۔

طویل سفر

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابو علی دقاق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں طویل سفر کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد آپ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ نے اسے فرمایا کہ تمھاری یہ مسافت قطعی طور پر معتبر نہیں ہے کیونکہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس سے صرف ایک قدم جدا ہو جائے تاکہ تمام مقاصد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

سفر کا مقصد

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک مرو سے شام گئے تھے اور یہ سفر محض ایک قلم دینے کے لیے اختیار کیا جو آپ نے ایک شخص سے لیا تھا اور اس کو واپس نہ کیا تھا۔

باب ۱۱

اللہ والوں کی صحبت

عشقِ الٰہی کی ابتدائی چنگاری کسی اللہ کے دوست کی صحبت ہی سے ملتی ہے۔ صحبت ڈبوئے صحبت تیرائے، صحبت ہی پار لگائے، صحبت اپنا رنگ چڑھائے، صحبت سر پہ تاج پہنوائے، صحبت رسوا کروائے، نیک صحبت نیک بنائے بُری صحبت بُرا بنائے، صحبت سنورے سب کچھ آئے، صحبت بگڑے سب کچھ جائے، صحبت مداوائے غم بنے، صحبت دکھ پہنچائے۔ صحبت جلوہ حق کرائے صحبت دوری پلٹے، صحبت اتباع کروائے صحبت منکر بنوائے صحبت جام محبت پلوائے صحبت اظہار نفرت کروائے، صحبت غوث قطب ابدال بنوائے، صحبت ڈاکو چور، قاتل بنائے۔ صحبت ذاکر بنائے صحبت غفلت کے پردے ڈلوائے، صحبت یارن کے تیر کھائے، صحبت دشمن بن کے وار کرائے۔ غرضیکہ ساری اچھائیوں کا بیج صحبت بوئے، اور ساری برائیاں صحبت پھیلائے۔ اب یہ حضرت انسان کی سوچ ہے کہ وہ نیک صحبت میں جائے گا تو نیک بنے گا بری صحبت کا شکار ہوگا تو دین دنیا میں رازہ جائے گا۔

اچھی صحبت سیرت و کردار کی معمار ہے، آداب و اخلاق کی بنیاد ہے، اچھی صحبت اچھے اعمال کروائے، اچھی صحبت ایمان کی روح ہے، اچھی صحبت عظمتِ انسانیت ہے اچھی صحبت اصلاحِ معاشرہ ہے، اچھی صحبت آئینہ احسان ہے، اچھی صحبت اتحاد و اتفاق کی آواز ہے اچھی صحبت تصوف کی جان ہے، اچھی صحبت خوشحالی کی ضامن ہے۔ اچھی صحبت حق کی روشنی ہے، اچھی صحبت غم کا سہارا ہے، اچھی صحبت علاجِ گناہ ہے، اچھی صحبت کامیابی کی کنجی ہے، اچھی صحبت آئینہ محبت ہے۔ اور دکھی انسانیت کی چارہ ساز ہے گویا کہ اچھی صحبت

تو ناگوں خوبیوں کا مرقع ہے اس لیے جو بھی اچھی صحبت میں بیٹھ جائے گا سیدھا جنت میں جائے گا اور جو بری صحبت میں پھنسے گا۔ دوزخ میں پھینکا جائے گا۔

سب سے اچھی اور نیک صحبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جس نے ظلمت کدۂ انسانیت کو نور ایمان سے روشن کر ڈالا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اعجاز تھا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو تاجدار جہاں بنا دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کرم تھا کہ جس نے حضرت عمر رضؓ کو قیصر وکسریٰ کا فاتح بنا دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ شفقت تھی کہ جس نے حضرت عثمان رضؓ کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ یہ فیضانِ نبوت تھا کہ جس نے حضرت علی رضؓ کو تاجِ ولایت پہنا دیا۔ یہ ادائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ جس نے حبشی غلام کو عاشقوں کا سردار بنا دیا۔ القصہ صحبتِ نبوت سے جو کچھ کسی نے چاہا اللہ نے اسے وہی عطا فرما دیا۔

اگر تو طالبِ خدا ہے تو کسی اللہ والے کی صحبت میں جا، راہِ خدا تو اللہ والوں کی چشم کرم ہی سے ملتا ہے۔ اللہ کے دوست ہی اللہ سے دوستی لگوا دیتے ہیں کیونکہ اللہ کے دوستوں کی دوستی بڑی چیز ہے۔ جن کی صحبت کے فیض سے انسان دنیا کی برائیوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف راجع ہو جاتا ہے، اس کے حضور سچی توبہ کی توفیق ملتی ہے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ والوں کی دعاؤں سے انسان زاہد اور عابد بن جاتا ہے، اہلِ تقویٰ کی صحبت متقی اور پرہیزگار بنا دیتی ہے، اہلِ معرفت کی صحبت طالبوں کو معرفت کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے۔ گویا کہ اللہ والوں کی صحبت سے وہ گوہر نایاب ملتے ہیں جن سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے اور دنیا میں سرفرازی ملتی ہے۔

ترغیبِ صحبت

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں چند مقامات پر اچھی صحبت کا ذکر فرمایا ہے اور اچھی آیات سے

اہل تصوف نے نیک صحبت اپنانے کا طریقہ اخذ کیا ہے وہ آیات حسب ذیل ہیں:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ.

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہے جب انھیں کافروں نے گھر سے نکال دیا تو وہ دو تھے جب وہ غار میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصاحب کو تسلی دیتے تھے کہ ڈرو نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی کہ جن کو تم دیکھ نہیں سکتے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اللہ کی بات بلند ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

(پ ۱۰، توبہ ۴۰)

اس آیت میں "صاحبہ" کا لفظ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ صحبت اختیار کرنے والے کے لیے مستعمل ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں صاحب یعنی صحبت اختیار کرنے والا کہا ہے اور اسی صحبت سے صوفیاء نے تصوف میں اہل روحانیت کی صحبت کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ روحانیت صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالقاسم کا قول ہے کہ حبیب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کے لیے صحبت ثابت کر دی تو یہ بیان فرما دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کا اظہار کیا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی صحبت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ

اور اس کے لیے ان کا ثمر تھا تو ایک روز اس نے اپنی صحبت میں بیٹھنے والے سے کہا کہ میں تم سے

مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۝ دولت میں زیادہ ہوں اور افراد کے لحاظ سے بھی

زیادہ عزت والا ہوں۔ (پ ۱۵، کہف ۳۴)

اس آیت میں بھی صاحب کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جو باغ والے کی صحبت میں بیٹھتا تھا اس سے واضح ہوا کہ صحبت میں بیٹھنے والے پر ہر انسان اثر انداز ہوتا ہے اور دوسروں کے اثر کو خود بھی قبول کرتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ نے صحبت کے عنوان کے تحت یہ آیت اختیار فرمائی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بندوں نے صحبت واخوت فی اللہ کو پسند کیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ حبیب اللہ نے اہل ایمان کے درمیان اخوت پیدا کی تو اس کو اپنا احسان بتایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۝ اور تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے اس نے تمھارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بن گئے۔

(پ ۴، آل عمران ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمانو! میں نے تمھیں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کی نعمت عطا فرمائی۔ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر میں نے تمھارے دلوں میں آپس میں بیٹھنے اٹھنے اور دوستانہ تعلقات کے لیے محبت ڈال دی جس سے تمھیں ایک دوسرے کی صحبت کا موقعہ ملا۔ پہلے ہونے والے مسلمان چونکہ اسلام پر ثابت قدم ہو چکے تھے اور بعد میں ہونے والے مسلمان جب ان کی صحبت میں بیٹھے تو انھیں بھی اس صحبت کی بنا پر اسلام اور ایمان میں استقامت ہوئی، لہٰذا اس صحبت کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کرتے ہوئے یاد

دلایا ہے کہ یہ صحبت بہت بڑی نعمت ہے جو ہیں نے مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے جس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور حصولِ معرفت کی راہ کھلتی ہے۔

صحبت اختیار کرنے والے کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی جمع اصحاب ہے اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میں چند آدمی فیض یافتہ ہو جائیں تو وہ اصحاب کے زمرے میں شمار ہوتے گئے ہیں اور پھر وہی اصحاب اس روحانیت کے مشن کو جاری رکھتے ہیں۔ اس کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰىؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ

فرمائیے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو ہمیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہدایت ملنے کے بعد کیا ہم پھر اسی گمراہی میں پڑ جائیں۔ اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو اور وہ حیران ہو کہ اس کے کچھ اصحاب ہوتے جو اسے سیدھی راہ دکھلانے کہ اس طرف آ جاؤ کہہ دیجیے کہ راستہ ہدایت کا وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمان کو تسلیم کریں۔

(پ ۷، انعام ۷۱)

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو اس ہدایت پر چل پڑتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور ہدایت یافتہ کی صحبت میں رہنے والے کو ہدایت ملتی ہے۔

حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی نے فرمایا ہے کہ صحبت اور اخوت کے توسط سے صرف تعاون اور ہمدردی کا جذبہ ہی پختہ نہیں ہوتا بلکہ قلب کے لشکر کو بھی طاقت

پہنچتی ہے اور روحیں ایک دوسرے کی روحانی خوشبو سے عطر آگیں ہوتی ہیں اور ان کو آسودگی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے رفیق اعلیٰ کی جانب مل کر متوجہ ہوتی ہیں اگر ان کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے تو وہ آوازوں کی مثال ہے کہ چند آوازیں جب مل جاتی ہیں تو اجرام فلکی کو پھاڑ دیتی ہیں (آوازیں مل کر بہت بلندی تک پہنچتی ہیں) اور یہی آوازیں جب الگ الگ ہوں تو پھر منزل مقصود تک نہیں پہنچتی ہیں یعنی زیادہ بلندی پر نہیں جاتی ہیں۔

پس ان آیات سے واضح ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا بہت اچھا ہے۔ کیونکہ اس سے دین و دنیا سنورتے ہیں۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ صحبت کی اصل ہم جنسی ہے خواہ اس کے اوصاف عام ہوں یا خاص! پس جب انسان کسی کی صحبت میں بیٹھنا چاہے تو اس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کونسی چیز ہے جو اس کو دوسروں کی صحبت پر مائل کر رہی ہے پس جس کی محبت کی طرف وہ مائل ہے اور جس کی طرف اس کا رجحان ہے اس کے حالات کو شریعت کی میزان میں تولے، اگر اس کے حالات باعتبار شریعت درست نظر آئیں تو اس وقت خواستگار صحبت خود کو مبارکباد دے کہ اس کی حالت بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آئینہ ضمیر کو ایسا روشن بنایا ہے کہ اس کے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی نیکی کا جمال نظر آتا ہے۔ اگر وہ دیکھے کہ اس کے افعال نادرست ہیں تو وہ اس وقت خود کو مجرم گردانے اور ملامت کرے کیونکہ اپنے بھائی کے آئینے میں اس کو اپنی بدحالی نظر آتی ہے اب اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ ایسے شخص سے اس طرح بھاگے جس طرح وہ شیر سے ڈر کر بھاگتا ہے کیونکہ اگر ان دونوں میں ہم نشینی واقع ہو جائے گی تو ان دونوں کی تاریکی اور بھی اور زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس کو اپنے ساتھی کی درستی کا علم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس کے افعال درست ہیں اور اپنی صلاحیت کا بھی اس کو علم ہو جائے تو اپنے بھائی کے آئینے میں نیکی کا مشاہدہ کرے گا۔

فضیلتِ صُحبت

اچھی صُحبت کی تلاش

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب کسی دیندار کی دینداری محفوظ نہ رہے گی. بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے دین کے ساتھ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی جانب اور ایک بلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ کی طرف اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف لومڑی کی طرح بھاگے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ کب ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب گناہوں کے سوا روزی اور کسی طرح حاصل نہ ہوگی ایسا زمانہ آجائے تو اس وقت تجرد رہنا حلال ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ نے تو ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر یہ کیسے ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اس زمانے میں انسان کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں سے ہوگی، اگر اس کے والدین نہیں ہوں گے تو اس کی ہلاکت بیوی اور اولاد کے ہاتھوں سے ہوگی اور اگر اس کے بیوی بچے نہ ہوں گے تو قرابتداروں کے ہاتھوں سے ہلاکت ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ کس طرح؟ حضورؐ نے فرمایا وہ لوگ اس کو تنگیٔ معاش پر شرمندہ کریں گے پھر وہ اپنی طاقت سے زیادہ کام کرے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ (عوارف المعارف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

حماد بن زید کا بیان ہے کہ ارزق بن قیس نے فرمایا ہم اہواز میں ایک نہر کے کنارے پر تھے جس کا پانی خشک ہوگیا تھا پس حضرت ابو برزہ اسلمیؓ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ چنانچہ وہ نماز پڑھنے لگے اور اپنے گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا، گھوڑا چل دیا تو یہ نماز چھوڑ کر اس کا پیچھا کرنے لگے یہاں تک کہ اسے پکڑ لیا اور پھر آکر نماز ادا کرلی۔ ہم میں ایک آدمی نکتہ چین تھا، وہ کہنے لگا کہ اس بوڑھے کو تو دیکھو جس نے گھوڑے کی خاطر نماز چھوڑ دی۔ انہوں نے ادھر متوجہ ہو کر فرمایا جب سے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا ہوں، مجھ سے ایسی ناگوار بات کسی اور نے نہیں کہی۔ میرا گھر کافی فاصلے پر ہے، اگر میں نماز پڑھتا رہتا اور گھوڑے کو جانے دیتا تو اپنے گھر والوں میں رات تک نہ پہنچ سکتا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کو دیکھا ہے کہ آسانی اختیار فرماتے ہیں (بخاری)

اچھی اور بری صحبت کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کستوری اٹھانے والا یا تمہیں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی عمدہ خوشبو آئے گی۔ بھٹی دھونکنے والا یا تمھارے کپڑے جلائے گا یا تمھیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔ (بخاری شریف)

عالم ارواح میں ایک دوسرے کی پہچان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارواح کے جھنڈ کے جھنڈ تھے جن کا وہاں تعارف ہوا ان میں الفت ہو گئی اور جو وہاں انجان رہیں ان میں جدائی رہی۔ (بخاری شریف)

صحبت کی بنیاد محبّت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا؟ فرمایا کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔ (مسلم شریف)

مومن الفت کرنے والا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن الفت کرنے والا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو الفت نہ کرے اور اس سے الفت نہ کی جائے۔

(مسند امام احمد)

اللہ کے لیے دوستی رکھنا

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں اس دین کی اصل نہ بتاؤں جس کے باعث تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر لو؟ ذکر الٰہی کرنے والوں کی مجلسوں کو اپنے اوپر لازم کر لو اور جب تم تنہائی میں ہو تو حسبِ استطاعت اپنی زبان کو ذکر الٰہی کے ساتھ حرکت دیتے رہو۔ نیز اللہ کے لیے دوستی کرو اور اللہ کے لیے عداوت رکھو۔ اے ابو رزین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے اپنے بھائی کو ملنے کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور سارے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر اس سے رشتہ جوڑا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ۔ اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو ایسا ہی کرو۔ (بیہقی)

دین اپنانے میں دوستی کا اثر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے جگری دوست کے دین پر ہے۔ پس آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنا جگری دوست کس کو بنا رہا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابوداؤد)

صحبت اختیار کرنے کے لیے تحقیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک آدمی دوسرے سے بھائی چارہ قائم کرے تو اس کا نام اس کی ولدیت اور اس کا خاندان پوچھ لینا چاہیئے کیونکہ یہ محبت کو جوڑنے والی بات ہے۔ (ترمذی)

مومن کی مثال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کی مثال جو قرآن مجید پڑھے سنگترے جیسی ہے جس کی خوشبو اچھی اور ذائقہ بھی اچھا ہے۔ اس مومن کی مثال جو قرآن مجید نہ پڑھے کھجور جیسی ہے جس کا ذائقہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ اس فاسق کی مثال جو قرآن مجید پڑھے

ریحانہ جیسی ہے جس کی خوشبو اچھی لیکن ذائقہ کڑوا ہے۔ اس فاسق کی مثال جو قرآن مجید نہ پڑھے اندرائن (تمبے) جیسی ہے جس کا ذائقہ کڑوا اور خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ اچھے مصاحب (پاس بیٹھنے والے) کی مثال مشک والے جیسی ہے اگر تمھیں اس میں سے کچھ نہ ملے تب بھی خوشبو پہنچ جائے گی اور بُرے مصاحب کی مثال بھٹی والے کی طرح ہے کہ اگر تمھیں اس کی سیاہی نہ بھی لگے پھر بھی دھواں تو تم تک پہنچ ہی جائے گا۔ (ابوداؤد)

صرف مومن کو مصاحب بناؤ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کسی کو مصاحب بناؤ مگر مومن کو، اور نہ کسی کو ساتھ کھانا کھلاؤ مگر پرہیزگار کو۔ (ابوداؤد)

صحبتِ اولیاء

- حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بخیل کی صحبت دل کو سخت بنا دیتی ہے۔
- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی صحبت اختیار کرلو جو تمھارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے اور تم اس کے ساتھ اگر برائی کرو تو وہ تمھیں معاف کردے۔
- حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ نیکوں کی محبت کار نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی محبت بُرے کام سے بدتر ہے۔
- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر وہ ہے جو علم والوں کے پاس بیٹھ کر علم سیکھے اور سب سے بدتر وہ ہے جو بادشاہوں کے پاس بیٹھے۔
- حضرت حارث محاسبی کا قول ہے کہ جو شخص اہلِ بہشت کی لذت پانا چاہے اس سے کہہ دو کہ قانع و صالح درویشوں کی صحبت میں رہے۔
- حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالموں اور صوفیوں کی صحبت میں بیٹھو اور جاہلوں کو برداشت کرو۔

حضرت عثمان حیری کا ارشاد ہے کہ امیروں کی صحبت میسر ہو تو عزت سے رہو اور فقیروں کی صحبت میں ذلت سے۔ کیونکہ امیروں سے تکبر و تواضع ہے اور فقراء کے ساتھ تواضع نہایت عمدہ چیز ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ہے کہ اس سے دوستی کرو جو تمھارے تغیر سے متغیر نہ ہو۔ اگر تم دوستی کرنا چاہتے ہو تو ایسی کرو جیسی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

آپ ہی کا قول ہے، کہ اس کے ہم نشین بنو جس کا ملک نہ ہو، تاکہ وہ کسی حالت میں تم سے انکار نہ کرے۔ وہ تمھارے تغیر سے متغیر نہ ہو، اگرچہ تغیر بہت بڑی چیز ہے کیونکہ تم جس قدر زیادہ متغیر ہو گے اپنے دوست کے زیادہ محتاج ہو گے۔

ایک مرتبہ آپ ہی نے فرمایا ہے کہ جب تم بد خصلت شخص کے ساتھ رہو تو اس کی بری عادت اپنی نیک عادت میں بدل دو۔ جب کوئی تم کو انعام عطا کرے تو پہلے خدا کا شکر کرو، پھر انعام دینے والے کا کیونکہ خدا نے ہی اس کا دل نرم کیا۔ جب کوئی مصیبت آئے تو جلدی سے عجز کا اظہار کر کے فریاد کر کہ یا اللہ میں صبر کے قابل نہیں۔ یہ تین خصلتیں میری وصیت ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ نے ایک شخص سے کہا۔ اگر تو درندوں سے ڈرتا ہے تو میری صحبت میں نہ بیٹھ۔

حضرت یوسف بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون سے پوچھا کہ میں کس شخص کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ اس شخص کی صحبت اختیار کرو جس سے تم کسی ایسی بات کو نہ چھپاؤ جس کا تمھارے متعلق اللہ کو علم ہے۔

کسی شخص نے ذوالنون سے پوچھا کہ میں کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا ایسے شخص کی صحبت اختیار کر کہ اگر تو بیمار پڑے تو وہ تیری عیادت کرے اور اگر تو گناہ کرے تو تجھے معاف کرے (یعنی اللہ)

حضرت بشر بن الحارث کا قول ہے کہ بُرے لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ بُروں کی
صحبت میں بیٹھنے سے نیکوں کے متعلق بُرا ظن پیدا ہوتا ہے۔

ابراہیم بن شیبان نے فرمایا کہ ہم اس شخص کی صحبت میں نہ بیٹھا کرتے تھے جو یہ کہتا
کہ یہ جوتا میرا ہے۔ کیونکہ وہ فقیر ہی کیا جو کسی چیز کو اپنی ملکیت بتائے۔

حضرت ابو احمد القلانسی حضرت جنید بغدادی کے استادوں میں سے تھے، ان کا کہنا
ہے کہ میں بصرہ میں کچھ لوگوں کی صحبت میں رہا۔ ایک بار میں نے ان میں سے کسی سے کہا میرا
تہمد کہاں ہے؟ اس پر میں ان کی نگاہوں سے گر گیا۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ کی صحبت اختیار کرے تو تجھے اس کے اوامر و نواہی
کی موافقت کرنی چاہیئے اور خلق کی صحبت میں ان سے خیر خواہی کرنی چاہیئے اور نفس کی صحبت
میں اس کی مخالفت کرنی چاہیئے اور شیطان کی صحبت میں اس سے عداوت کرنی چاہیئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی نگہبانی وغیرہ کاموں میں نوکری کر لیا
کرتے اور جو رقم مل جاتی اسے اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتے۔

حضرت ابو علی دقاق رح کا قول ہے کہ اگر درخت خودرو ہو اور کسی نے اسے لگایا نہ ہو تو
اس کے پتے تو نکلیں گے مگر پھل نہ دے گا۔ یہی حال مرید کا ہے کہ اگر کوئی اس کا استاد (پیر)
نہ ہوگا جو اس کی تربیت کرے اس سے کوئی بات بن نہ آئے گی۔

ایک شخص نے سہل بن عبداللہ سے کہا کہ اے ابو محمد! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا
ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب ہم میں سے کوئی مر جائے گا تو باقی رہنے والے کس کی صحبت
میں رہیں گے؟ اس نے کہا اللہ کی، آپ نے فرمایا تو پھر اسے ابھی سے اس کی صحبت اختیار
کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو علی دقاق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے طریقت کا تعلق حضرت نصر آبادی سے
قائم کیا اور جب میں ان کے پاس گیا تو میں نے پہلے غسل کیا کیونکہ نیک لوگوں کی صحبت میں جانے

سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کر لینا آداب طریقت سے ہے۔

حضرت مالک بن دینار کا قول ہے کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو، اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں تو خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور اس دنیا سے اسی لیے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنا لیا ہے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ جو شخص شریر ہو وہ شریروں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگر وہ نیک ہوتا تو نیکوں کی صحبت اختیار کرتا۔

مزید فرمایا ہے کہ ہم نشینی اپنے سے بڑے کی اختیار کر یا چھوٹے کی، ہر صورت میں فائدہ تجھے ہی ہوگا۔ اگر صحبت میں بیٹھنے والا بڑا ہے تو تجھے فائدہ ہوگا اور اگر چھوٹا ہے، تو بھی تجھے ہی فائدہ ہوگا کیونکہ وہ تجھ سے کچھ سیکھ لے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ کے بندے! میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر جو علم و ایمان میں راسخ ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر متوکل رہتے ہوں۔ وہ تیرے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کر دیں گے۔ دل و دماغ میں توحید کو مستقل طور پر جاگزین کریں گے اور تو ان کے فیوض روحانی سے دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود پائے گا۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک مرتبہ اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا اے مغیرہ! جس دوست کی صحبت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اسے ترک کر دے۔

حضرت سید علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو باوجود بُرا ہونے کے نیک کہلائے گا اور ان کی ہم نشینی اسے نیک کر دے گی۔ بُروں کی صحبت میں بیٹھنے والا نیک بھی ہو تو بُرا ہو جائے گا کیونکہ وہ ان کے افعالِ بد کی تائید کرتا ہے گا اور بُرائی کی تائید کرنے والا بھی بُرا ہوتا ہے۔ جس مجلس یا محفل میں انسان ہوگا اس کے

عادات و افعال جذب کر لیتا ہے کیونکہ وہ جملہ معاملت و ارادت حق و باطل کا ایک مرکب ہے وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی اس کی طبیعت پر غالب آجاتا ہے۔ طبیعت پر صحبت کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عادت ایسی سخت چیز ہے کہ آدمی فیضِ صحبت سے عالم ہو جاتا ہے۔

حکایت حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب ابو حفص بغداد میں آئے تو آپ کے ساتھ ایک گنجا شخص تھا جو ہمیشہ خاموش رہتا۔ میں نے ابو حفص کے مریدوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بتلایا کہ اس شخص نے ابو حفص پر ایک لاکھ درہم خرچ کیے ہیں پھر ایک لاکھ درہم قرض لے کر خرچ کیے۔ اس کے باوجود ابو حفص نے اسے ایک کلمہ کہنے کی اجازت نہیں دی۔

چالیس سالہ صحبت کا اثر حضرت زقاق کا قول ہے کہ میں چالیس سال سے ان لوگوں کی صحبت میں ہوں۔ میں نے ان کے پاس کوئی استعمال کی چیز نہیں دیکھی سوائے اس کے جسے وہ ایک دوسرے سے لیتے یا اس سے لیتے جو ان سے محبت رکھتا ہو اور تصوف میں جس شخص کے پاس تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں اس کے لیے نص صریح حکم یہی ہے کہ وہ حرام کھاتا ہے۔

حکایت ایک شخص مدت تک دوسرے کی صحبت میں رہا۔ پھر ایک کے دل میں وہاں سے جانے کا خیال آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے اجازت چاہی تو اس نے کہا کہ اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ تو ہم سے اونچے درجے والے کے سوا کسی اور کی صحبت اختیار نہ کرے گا اور وہ خواہ ہم سے بلند مرتبہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو پھر بھی تو اس کی صحبت میں نہ جا کیونکہ تو پہلے میری صحبت میں رہ چکا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ میرے دل سے جدائی کا خیال زائل ہو گیا ہے۔

میں نے ابو حاتم الصوفی سے سنا کہ ابو نصر السراج سے سنا کہ الدقی فرماتے ہیں کہ میں نے کتانی کو فرماتے سنا کہ ایک شخص میری صحبت میں رہا اور اس کی صحبت میرے لیے ناگواری کا باعث

تھی۔ میں نے اسے کوئی چیز تحفہ کے طور پر دی تاکہ جو بوجھ میرے دل پر ہے زائل ہو جائے مگر بوجھ بدستور رہا۔ اس پر میں اسے اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ اپنا پاؤں میرے رخسارے پر رکھو اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ میں نے کہا کہ تم کو کرنا پڑے گا اور میں نے عہد کر لیا کہ جب تک جو بوجھ میرے دل پر ہے رفع نہیں ہوگا وہ اپنا پاؤں میرے رخسارے سے نہیں اٹھائے گا۔ جب بوجھ زائل ہوگیا تو میں نے اس سے کہا کہ اب اپنا پاؤں اٹھا لو۔

حکایت کہا جاتا ہے کہ ابراہیم اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ آپ دن کو کام کرتے اور جو کچھ کماتے اپنے ساتھیوں پر خرچ کر دیتے۔ رات ہوتی تو ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے سب روزہ رکھا کرتے تھے۔ ابراہیم اپنے کام سے دیر میں آیا کرتے۔ ایک رات ساتھیوں نے کہا آؤ ہم اپنی افطاری اس کے بغیر ہی کھالیں تاکہ آئندہ سے وہ جلدی واپس آیا کرے لہٰذا وہ روزہ افطار کر کے سو گئے۔ جب ابراہیم واپس آئے تو انھیں سویا ہوا پایا، کہنے لگے کہ شاید ان مسکینوں کو کھانا نہیں ملا۔ گھر میں آٹا تھا ابراہیم نے اسے لے کر گوندھا اور آگ جلائی اور کوئلے جلائے۔ اس پر وہ جاگ اٹھے۔ دیکھا کہ ابراہیم چولھا پھونک رہے ہیں اور آپ کا رخسار زمین سے لگ رہا تھا۔ انھوں نے جب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ تمھیں افطاری کے لیے کوئی چیز نہیں ملی اس لیے تم سو گئے ہو اور خیال کیا جب انگارے روشن ہو جائیں تو تم لوگوں کو بیدار کر دوں۔ اس پر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے ذرا غور کرو کہ ہم نے ان سے کیا برتاؤ کیا اور یہ ہم سے کیا برتاؤ کر رہے ہیں۔

صحبت کی اقسام صحبت کی تین قسمیں ہیں (۱) اپنے سے اونچے درجے والے کی صحبت، درحقیقت یہ خدمت گزاری ہوتی ہے (۲) اپنے سے کم درجے والے کی صحبت، اس صحبت کا تقاضا یہ ہے کہ متبوع (بڑے رتبے والا) اپنے ساتھی کے ساتھ شفقت اور رحمت کے ساتھ پیش آئے اور تابع کو چاہیئے کہ وہ بڑے کی موافقت

کرے اور اس کا احترام کرے (۳) ہم پلہ اور ایک جیسے مرتبہ کے لوگوں کی صحبت، اس کی بنا ایثار اور فتوت پر ہوتی ہے۔

لہذا جو شخص اپنے رتبہ سے بڑے رتبہ والے شیخ کی صحبت میں رہے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ ان پر کسی بات میں اعتراض نہ کرے اور جو بات ان سے ظاہر ہو اس کی اچھی توجیہہ نکالے اور ان کے احوال پر ایمان رکھتے ہوئے انھیں قبول کرے۔

میں نے منصور بن خلف مغربی کو دیکھا جب کسی نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپ کتنے سال ابو عثمان مغربی کی صحبت میں رہے؟ آپ نے ناراضگی سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو ان کی صحبت میں نہیں رہا بلکہ ایک مدت تک ان کا خادم رہا ہوں۔

اور جب تم سے کوئی کم درجہ والا تمھاری صحبت میں رہے تو اس کی صحبت کے لحاظ سے تمھاری طرف سے خیانت ہوگی اگر تم اس کی کسی حالت میں کسی قسم کی کمی پر اس کو تنبیہ نہ کرو۔

ابوالخیر تیناتی نے جعفر بن محمد بن نصیر کو لکھا کہ فقراء کی جہالت کا بار تم پر ہے، کیونکہ تم نے ان کو ادب سکھلانے کی بجائے اپنے نفسوں کی طرف توجہ دی جس کی وجہ سے وہ غافل رہ گئے اور جب کوئی تمھارا ہم مرتبہ انسان تمھاری صحبت میں رہے تو تمھارے لیے صحیح راہ یہ ہے کہ تم اس کے عیوب سے آنکھیں بند کر لو اور جو کام اس سے سرزد ہوں جہاں تک ممکن ہو ان کی تم اچھی تاویل کرو اور اگر تمھیں کوئی تاویل نہ ملے تو تم اپنے نفس کی طرف نگاہ کرو، اسی کو تہمت دو اور اسی کو ملامت کرو۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص ابراہیم بن ادھم کی صحبت میں رہا۔ جب وہ جدا ہونے لگا تو کہا اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب دیکھا ہو تو مجھے تنبیہ کر دیجیے۔ ابراہیم نے فرمایا میں نے تم میں کوئی عیب نہیں دیکھا کیونکہ میں نے تمھیں دوستی کی نگاہ سے دیکھا اور میں نے تمھاری جو چیز دیکھی اسے اچھا جانا لہذا اپنے عیب کے متعلق کسی اور سے پوچھو۔

اسی معنیٰ میں یہ شعر پیش کیا جاتا ہے ؎

وَعَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَۃٌ

وَلٰکِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

(دوستی کی نگاہیں (تمھارے) ہر عیب سے بند ہوتی ہیں مگر دشمنی کی نگاہ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے)

تین شرطیں کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں آتا تو آپ لے تین شرطیں پیش کرتے (۱) خدمت وہی کریں گے (۲) اذان وہی دیں گے (۳) وہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں دے رکھی ہیں ان میں ان کا اسی قدر دخل ہوگا جس قدر کسی اور کا۔ ایک دن ان کے ایک ساتھی نے کہا۔ میں ان شرائط پر پابند نہیں رہ سکتا تو فرمایا تھارا سچ کہنا مجھے بہت پسند آیا ہے۔

حکایت ابو ربیع اعرج کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ داؤد طائی سے ملنے گیا۔ وہاں مجھے سخت پیاس لگی۔ شیخ کے گھر میں پانی کا ایک پرانا مٹکا پڑا تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ میں مٹکے سے پانی لینے گیا تو دیکھا کہ گرم تھا اور پینے سے وحشت ہوتی تھی۔ میں نے کہا کاش آپ پانی کے لیے ایک کورا مٹکا رکھ چھوڑتے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہ عادت ہو جائے کہ پانی ٹھنڈا ہی پینا ہے اور کھانا عمدہ ہی کھانا ہے اور لباس نرم ہی پہنتا ہے، تب آخرت کے لیے تم نے کیا باقی چھوڑا؟

میں نے عرض کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا دنیا سے ایسے روزہ رکھ لے جیسے موت ہی کھولے اور دنیاداروں سے اس طرح بھاگ جس طرح درندوں سے بھاگا جاتا ہے اور اہلِ تقویٰ کی صحبت اختیار کر، پھر تو دیکھ لے گا کہ وہ کتنے کم خرچ ہوتے ہیں اور بھائی کی کیسی اچھی مدد کرتے ہیں۔ نیز جماعت کو کبھی ترک نہ کر۔ بس عمل کے لیے یہی کافی ہے۔

حکایت ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار کا ایک دہریہ سے آمنا سامنا ہوا، دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے آخر کار دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں سے گزریں جو نہ جلے وہ حق پر ہے ۔ دونوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں آگ کے ضرر سے محفوظ رہے۔ حضرت مالک سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ جب دہریہ جھوٹا تھا تو کیوں نہ جل گیا۔ غیب سے انھیں الہام ہوا کہ وہ تمھاری صحبت کی برکت سے بچ گیا کیونکہ آگ اللہ کے دوستوں پر حرام ہے۔

بدی کے اثرات سے بچو شیخ ابوعلی دقاق فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ بدی کے اثرات سے انسان کو محفوظ رہنا چاہیئے کیونکہ برائی کا اثر انسان پر دیر تک جاری رہتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ راستہ بھول جانے کی وجہ سے مسلسل پندرہ یوم تک جنگلوں میں بھٹکتا پھرا۔ اس کے بعد مجھے راستہ مل گیا اور ایک فوجی نے مجھے ایسا شربت پلایا کہ جس کی ظلمت و تاریکی کا اثر آج تک مجھے اپنے قلب میں محسوس ہوتا ہے حالانکہ اس واقعہ کو تیس سال بیت چکے ہیں۔

حضرت ابوسعیدؒ کا قول حضرت ابوسعید کا قول ہے کہ گرمیوں کی سخت دوپہر تھی ہم لوگ قیلولہ کر رہے تھے کہ شیخ شبویؒ چلچلاتی دھوپ میں باہر نکلے، پوچھا کہاں جارہے ہیں؟ جواب دیا کہ میں خانقاہ جارہا ہوں، سنا ہے قیلولہ کے وقت درویشوں کے ساتھ بیٹھنے والے کو ایک دن میں ایک سو بیس رحمتیں ملتی ہیں۔

حکایت حضرت ابوسعیدؒ فرماتے ہیں کہ ہم جن دنوں مرو میں تھے ۔ وہاں ایک ضعیفہ سیاری نامی رہتی تھی ایک دن ہمارے پاس آئی اور بولی "بابا سعید! تم ظلم کر رہے ہو" ہم نے دریافت کیا کس طرح؟ بولی، لوگ دعا کرتے ہیں کہ آپ انھیں ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ کیجئے ہم نے کہا، بی بی! ہمیں تیس سال گزر گئے یہ کہتے ہوئے کہ صرف ایک لمحے کے لیے دیدار کرا دے لیکن ابھی ہر بات نصیب نہیں ہوئی ۔

ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو

حضرت مالک بن دینار لوگوں کو ہمیشہ نیکوں اور پرہیزگاروں کی صحبت میں بیٹھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ جس شخص سے قیامت کے روز کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی صحبت میں بیٹھنا فضول ہے ۔ یہ دنیا تو یہ محض ایک خوبصورت دھوکہ ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں اور دینداروں کو بھی فریب و مکر سے اپنا تابع بنالیتی ہے۔

حکایت

ایک نوجوان پر آپ کی مجلس وعظ میں ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے توبہ کر کے گھر پہنچ کر تمام سامان خیرات کر دیا اور ایک ہزار دینار آپ کو نذر کرنے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں لوگوں نے کہا کہ تم دینار کو دنیا میں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر اس نوجوان نے تمام دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیے اور جب آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میری صحبت کے اس لیے اہل نہیں ہو کہ تم نے ایک ایک کر کے جو ایک ہزار مرتبہ دینار دریا میں پھینکے وہ کام تو ایک مرتبہ میں بھی ہو سکتا تھا۔

حکایت

حضرت ابراہیم ادھم کا ایک صحرا میں گزر ہوا ، دیکھا کہ چند اولیائے خدا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں ۔ یہ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغولِ مراقبہ ہوئے ۔ اس وقت حضرت ابراہیم ادھم کو از راہِ باطن منکشف ہوا کہ جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور باد مخالف کے سخت جھونکے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے اور اہل جہاز بعد عجز و نیاز گریہ وزاری کرتے ہیں یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہِ ترحم ان کا جی بھر آیا اور از راہِ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح و سلامت طوفان سے نکال دیا۔ وہ تمام اولیائے بزرگ بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم میں سے کس نے کی ، سب نے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم بولے کہ صاحبو! مجھ کو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ میں نے یہ کام کیا ہے ۔ انھوں نے کہا کہ سنو صاحب! سرکار کو تو خود اس جہاز کا

بچانا منظور تھا، اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا، تم نے دخل دے کر مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا۔ ہماری تمہاری صحبت راس نہ آئے گی۔ یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے۔

انساں چلے وہ چال جو ہو جہاں پسند
مہماں سے ہو وہ کام جو ہو میزباں پسند

حکایت

حضرت جنید بغدادیؒ ابتدائی دور میں فنون سپہ گری اور پہلوانی میں شہ زور یکتائے روزگار اور دور دور تک مشہور تھے۔ ایک روز ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پہلوان جنیدؒ سے لڑنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تم ان سے کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ ہمارا پہلوان بہت ہی زبردست طاقتور آدمی ہے۔ تم دبلے پتلے آدمی ہو، تمہیں ان سے کیا نسبت۔ مگر وہ شخص نہ مانا اور برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر الامر بادشاہ کے حکم سے کُشتی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ جس وقت یہ دونوں پہلوان اکھاڑے میں اترے اور حضرت جنیدؒ نے اپنے مقابل کی گرفت کی تو اس شخص نے چپکے سے حضرت جنیدؒ کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں، محتاج ہوں آپ کو اختیار ہے۔ کشتی شروع ہو گئی۔ حضرت جنید لڑتے لڑتے گر پڑے۔ شور وغل بپا ہو گیا۔ بادشاہ نے دوبارہ سہ بارہ کشتی کرائی، دونوں مرتبہ حضرت جنید پھر پچھڑ گئے۔ بادشاہ نے اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا اور حضرت جنید کو بلا کر پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ حضرت جنیدؒ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ آپ نے سید کی عزت کے مقابلے میں اپنی ذلت گوارا کی۔ درحقیقت آپ بڑے پہلوان ہیں، بہادر ہیں۔ اسی شب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت جنیدؒ سے فرمایا:

"شاباش جنید! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے"

اگلے روز صبح ہی آپ نے شاہی ملازمت ترک کر کے فقراء کی جستجو شروع کر دی۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے اور بلند مرتبہ پر پہنچے۔

ایک شخص کی دُعا

ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور یہ دعا اس کے لب پر تھی اے اللہ! میرے بھائیوں کی اصلاح فرما۔ لوگوں نے کہا اس بلند مقام پر اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتا؟ اس نے جواب دیا کہ میرے بھائی ہیں جن کے پاس میں لوٹ کر جاؤں گا۔ اگر درست ہوئے تو میں بھی ان کی صحبت میں درست ہو جاؤں گا۔ اگر وہ خراب ہوئے تو میں بھی لامحالہ خراب ہو جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری بہبودی میرے بھائیوں کی بہبودی پر موقوف ہے تو میں کیوں نہ ان کے لیے دعا کروں تاکہ میرا مقصود بھی ان کی وجہ سے حاصل ہو جائے۔ ان سب امور کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ نفس کو تسکین دوستوں ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

حکایت

ایک استاد کے کچھ شاگرد تھے اور ان میں سے ایک کی طرف بمقابلہ دوسروں کے زیادہ توجہ دیتے تھے۔ لوگوں نے اس بارے میں ان سے ذکر کیا۔ فرمایا میں ابھی واضح کردوں گا۔ چنانچہ اس نے ہر شاگرد کو ایک ایک پرندہ دیا اور ہر ایک کو کہا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں تجھیں کوئی نہ دیکھے۔ اسی طرح اس شاگرد کو بھی ایک پرندہ دیا۔ سب ذبح کے لیے روانہ ہو گئے اور ہر ایک جب واپس آیا تو اس کے پاس ذبح کیا ہوا پرندہ تھا مگر جب یہ شاگرد آیا تو اس کے پاس وہی پرندہ زندہ موجود تھا استاد نے پوچھا کہ تو نے اسے ذبح کیوں نہیں کیا؟ شاگرد نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے ایسی جگہ پر ذبح کروں جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو مگر مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی۔ یہ جواب سن کر استاد نے فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ میں اس کی طرف اپنی خاص توجہ کرتا تھا۔

باب ۱۲

خَلوَت

خلوت کا مطلب دنیا سے تنہائی ہے۔ اللہ سے دوستی کے لیے زندگی کے کچھ حصے میں تنہائی ضروری ہے۔ خلوت کا مقصد اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کر کے اللہ کی یاد اور تصور میں دن رات مگن رہنا ہے۔ جب تک کوئی طالب اللہ کے تصور اور سوچ میں اپنے آپ کو ہمہ تن گوش نہیں کرتا اسے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے مشاہدۂ حق ہوتا ہے اس لیے اولیاء کے لیے یہ بات لازم ٹھہری کہ وہ زندگی کے کسی حصے میں گوشہ نشین رہیں تاکہ حال قائم ہو سکے۔ خلوت کا اصل مقصد اپنے دل سے دنیا کی محبت کو نکالنا ہے کیونکہ جو اسرار و رموز اللہ تعالےٰ تنہائی میں عنایت فرماتا ہے وہ دنیا کے میل جول میں نہیں ملتے اس لیے انبیاء اور اولیاء کو لازماً خلوت کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ خلوت ترک دنیا یا رہبانیت نہیں، کیونکہ خلوت میں جب کھانا پینا سونا نہیں چھوٹتا تو پھر دنیا تو نہ چھوٹی، صرف دنیوی ضروریات کو محدود کر کے اللہ کی یاد میں رہنا تو ترک دنیا یا رہبانیت نہیں۔ اللہ کے پیغمبر اور ولی اسی دنیا میں آئے اسی دنیا میں رہے البتہ رب سے تعلق قائم کرنے کے لیے وہ کچھ عرصہ تنہا رہے۔ جب انسان ظاہراً تنہائی اختیار کرتا ہے تو نتیجتاً اس میں ذہنی تنہائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذہنی تنہائی میں انسان کو کائنات پر غور و فکر کا موقع ملتا ہے اس کے علاوہ اس کی سوچ میں ذاتِ الٰہی کا تفکر راسخ ہوتا جاتا ہے۔ یہی بات اس پر معرفت کی راہیں کھولتی ہے، تقاضائے محبت اور دستورِ عشق ہے کہ محبوب کا جلوہ خلوت میں ہو اور اس سے راز و نیاز ہو لیکن اس خلوت میں جلوہ گاہ تک پہنچنے کی منزل بڑی کٹھن ہے اس لیے عقل مصلحت انگیز ہو کر کہتی ہے کہ راہِ محبت چھوڑ دے کیونکہ

اس میں دکھ ہی دکھ ہے لہٰذا خلوت کو ترک کر جا۔ سر بازار آ، اور دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو۔ چند دن کا میلہ ہے۔ جامِ عشرت نوش کر، تختِ شاہانہ پا اور خوشی سے پھول جا۔ لیکن عشق کہتا ہے کہ نہیں یہ مقصدِ حیات تو نہیں کہ نفس کا غلام بن کر اپنے خالقِ حقیقی کے احسانوں کو بھولا ہے کیونکہ راہ محبت تو یہی ہے کہ یار کا کوچہ ہو، سوزِ جگر کی نیازمندی ہو۔ خلوت میں محبوب سے آشنائی اور رازو نیاز ہو۔ چنانچہ عشق نے کہا کہ اے بندے دنیا چھوڑ دے جنگل کی راہ لے، اہلِ زمانہ کو خیر باد کہہ دے۔ لیکن پابندیٔ شریعت نے تقاضا کیا کہ نہیں اے حضرت انسان! دنیا نہ چھوڑ کیونکہ یہ تیرے لیے بنائی گئی ہے اور تجھ ہی سے آباد ہے اس لیے آ، میں تجھے خالقِ کائنات سے ملاقات کا راستہ بتاتی ہوں۔ تجھے اس گوشہ میں لاتی ہوں جہاں صرف اللہ اور بندہ ہوگا۔ جہاں وصل ہے فراق نہیں، جہاں دیدار ہے ہجر نہیں۔ جہاں آقا اور غلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ جہاں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ جہاں یادِ محبوب کے سوا کچھ بھی نہیں۔

گوشہ نشینی دو طرح کی ہے ایک شرعی اور دوسری اختیاری۔

شرعی گوشہ نشینی

شرعی گوشہ نشینی رمضان المبارک میں اعتکاف ہے، جہاں اے مردِ مومن! چند روز دنیا کے دھندوں کو خیر باد کہہ کر خلوت میں آجا اور اللہ کے حضور سربسجود ہوجا۔ یہاں صرف تو اور تیرا مالک ہے۔ اس سے راز و نیاز کی بات کر، حقِ بندگی ادا کر اور اس وعدہ کو پورا کر جو تیری روح نے روزِ ازل سے اپنے خالق سے کیا تھا کہ میں تیری بندگی پہ قائم رہوں گا کیونکہ خلوت نشینی میں حفاظتِ نفس ہے، خلوص ہے یاد ہے روحانیت کی ابتدا و انتہا ہے، وصل ہے دیدار ہے، مشاہدہ ہے، گویا ہر وہ چیز ہے جو تو اللہ سے حاصل کرنا چاہے اور خاص کر انسان کی روح کی غذا ہے، لذتِ آشنائی ہے جو صرف اعتکاف میں ملتی ہے۔ اس کا جواز اللہ تعالیٰ کے

اس ارشاد سے اخذ ہوتا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ قرار دیا اور حکم دیا کہ حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھو

(پ ۱، بقرہ ۱۲۵)

ایک اور مقام پر گوشہ نشینی کا ادب بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اللہ یونہی بیان کرتا ہے اپنی آیتوں کو لوگوں کے لیے، تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

(پ ۲، بقرہ ۱۸۷)

اختیاری گوشہ نشینی

خلوت کی دوسری صورت اختیاری گوشہ نشینی ہے۔ جس کا جواز قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ

اور اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو اور اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انھیں نصیحت

اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝	کی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا۔ اور ثابت قدم رہنا بھی۔ اور ہم ان کو اپنے ہاں سے اجر عظیم بھی عطا فرماتے۔ (پ ۵، نساء ۶۶، ۶۷)

صوفیاء نے اس آیت میں اپنے آپ کو قتل کرنے سے تزکیہ نفس مراد لی ہے اور اپنے گھروں سے نکلنے کو خلوت کے مترادف خیال کیا ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا ازراہ آزمائش حکم ہو جاتا تو بہت تھوڑے لوگ اس آزمائش میں پورے اترتے کیونکہ اللہ کے بندے ہی ان منازل سے گزر سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝	پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح و شام (خدا کو) یاد کرتے رہو۔ (پ ۱۶، مریم ۱۱)

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرے میں خلوت میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اولاد کی خوشخبری دی تو وہ اس خوشی میں اس خلوت کدے سے اٹھ کر باہر اپنی قوم کے پاس آئے اور انھیں یاد الٰہی کی تاکید فرمائی۔

اس کو مزید اللہ تعالیٰ نے یوں واضح فرمایا ہے کہ:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا	وہ شخص جو رات کو قیام و سجود میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ آپ فرمایئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ بیشک عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

الْاَلْبَابِ ۝ (پ ۲۳، زمر ۹)

مات کے وقت دنیا سے علیحدہ ہو کر قیام و سجود میں اللہ کی عبادت کرنے سے مراد خلوت ہے لہٰذا ان آیات سے معلوم ہوا کہ کثرتِ عبادت کے لیے اللہ کے بندوں نے اختیاری گوشہ نشینی کو اختیار فرمایا۔

کہا جاتا ہے کہ عزلت اور گوشہ نشینی کی دو قسمیں ہیں۔ عزلتِ فرض[1] اور عزلتِ فضیلت[2]۔ عزلتِ فرض تو یہ ہے کہ اہلِ شر اور شر سے بچا جائے۔ اور عزلتِ فضیلت یہ ہے کہ فضول باتوں اور فضول لوگوں سے الگ تھلگ رہا جائے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خلوت، عزلت سے مختلف ہے کہ خلوت غیروں سے ہوتی ہے اور عزلت اپنے نفس سے ہے یعنی نفس کی خواہشات اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں سے الگ ہونے کا نام عزلت ہے۔ اس اعتبار سے خلوت تو عام ہے لیکن عزلت قلیل الوجود یعنی کمیاب ہے۔

چلّہ کشی

چالیس روزہ خلوت کو چلہ کشی کہا جاتا ہے اس کے بارے میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا فرمان ہے کہ اس چہل روزہ خلوت نشینی یعنی "چلّہ" سے صوفیا ر کا کوئی خاص ایسا مقصد نہیں ہے جس کو بعد میں پورا نہ کیا جا سکے (اور ایک وقت معین ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے) بلکہ اس کی تخصیص کا باعث یہ ہے کہ چونکہ لوگ (مریدین) وقت کی پابندی نہیں کرتے (پابندی وقت کے عادی نہیں ہوتے) اس لیے چلہ کشی کے ذریعے ان کو پابندیٔ وقت کا عادی بنایا جاتا ہے تاکہ اس طرح وہ ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ انجام دے سکیں اور جس طرح ان چالیس دن میں وہ اپنے اوقات بسر کرتے ہیں اس طرح ہمیشہ اپنا وقت گزاریں۔

حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں بھی اس اربعین (چلہ) کی تخصیص پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

ان کو (دس راتوں کا اضافہ کر کے) چالیس مکمل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ	ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ہم نے ان کو دس راتوں کے ساتھ پورا کیا اس طرح وہ اپنے پروردگار کے پاس چالیس راتوں تک رہے۔ (پ ۹، اعراف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے، جب وہ مصر میں تھے، بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور ان کے چنگل سے بنی اسرائیل کو نجات مل جائے گی تو وہ ان کے لیے خداوند تعالیٰ کے پاس سے کتاب لائیں گے جس میں حلال و حرام اور دوسرے احکام و قوانین کا ذکر ہوگا۔ چنانچہ جب فرعون کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وہ کتاب مانگی (احکام شریعت) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تیس روزے رکھیں (یہ ذیقعدہ کا مہینہ تھا) جب یہ تیس دن ختم ہو گئے یعنی تیس راتیں پوری ہو گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس ہوئی، تو انھوں نے خرنوب کی لکڑی سے منہ میں مسواک کی۔ اس وقت ملائکہ نے ان سے کہا کہ تمھارے منہ سے تو ہم مشک کی خوشبو سونگھتے تھے (مشک کی خوشبو آتی تھی) تم نے مسواک کر کے اس خوشبو کو ختم کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ماہ ذی الحجہ کے مزید دس روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے موسیٰ! کیا تم کو نہیں معلوم کہ روزہ دار کے منہ کی بو مجھے مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روزہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ دن میں کھانا پینا چھوڑ دیں اور رات کو کھائیں پئیں بلکہ چالیسوں دن بغیر کھائے ان کو گزارنا پڑے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ معدہ کا کھانے سے خالی ہونا اس سلسلہ میں اصل بنیاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے لائق اس وقت ہوئے (جبکہ ان کا معدہ غذا سے بالکل

خالی تھا)

پس خدا رسیدہ بندوں کو روحانی علوم یا علوم لدنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مکالمہ ہے پس جو شخص خالی معدہ کے ساتھ چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر علوم لدنی کے دروازے کھول دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ارشاد فرمایا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں چالیس دن کا تعین نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اور اس میں چالیس دن کی قید لگائی یعنی چالیس دن کی مدت مقرر کی اس میں ایک حکمت تھی جس کی حقیقت سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے دوسرا کوئی واقف نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حکمت سے آگاہ کرنا چاہا یا اس کے کچھ اور مخصوص بندے ہیں (انبیاء کے سوا) جن کو اللہ تعالیٰ نے اس حکمت سے واقفیت عطا فرما دی ہے اس راز میں بھی ایک حکمت موجود ہے۔ واللہ اعلم

میرے خیال میں چالیس دن کی قید میں راز یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کرنا چاہا (اسے منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرے) تو اس مٹی کو خمیر کرنے کی مدت بھی چالیس دن مقرر کیے گئے تھے جیسا کہ روایت میں آیا ہے

خمر طینۃ ادم بیدہ اربعین صباحًا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی مٹی کو چالیس دن تک خمیر کیا۔

چونکہ آدم علیہ السلام دونوں جہان کی آبادی کے معمار (اول) تھے اور خداوند تعالیٰ کی یہ مشیت تھی کہ ان سے دنیا کی آبادی اور تعمیر بھی ہو اور جنت کو آباد کیا جائے اس لیے ان کو مٹی سے اس ترکیب کے ساتھ پیدا کیا جو عالم حکمت و شہادت اور اس دار دنیا کے مناسب تھی، اگر اس میں سفلی اجزا کی آمیزش نہ ہوتی تو قانون حکمت کے مطابق دنیا کی آبادی اس سے ممکن نہ ہوتی اس لیے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور چالیس دن تک اس طینت و سرشت کو خمیر کیا تاکہ اس چالیس دن

کی تخمیر (خمیر اٹھاتے) سے ذاتِ الٰہی اور ان کے درمیان چالیس حجاب حائل ہو جائیں، درگاہِ الٰہی اور مقاماتِ قرب سے وہ ٹھٹک کر رہ جائیں۔ اگر یہ حجابات ان کے مانع نہ ہوتے تو یہ دنیا معمور نہ ہوتی۔ پس عالم حکمت یعنی دنیا کی آبادانی اور زمین پر خلیفۃ اللہ کے منصب پہ فائز ہونے کے لیے مقام قرب سے انھیں دور رکھا گیا۔

پس بنی آدم ہر روز متوجہ الی اللہ ہو کر اور حصول معاش (کی فکر) سے منہ موڑ کر ایک حجاب کو دور کرتا ہے پس جیسے جیسے یہ حجابات اٹھتے جائیں گے اسی قدر بندہ بارگاہِ احدیت کے قرب میں پہنچتا جائے گا (کہ وہی تمام علوم کا مرکز اور سرچشمہ ہے) اس طرح روزانہ طاعت اور حصول معاش سے آزاد رہ کر جب صوفی کے چالیس دن پورے ہو جاتے ہیں تو وہ تمام چالیس حجابات اٹھ جاتے ہیں اور پھر اس پر علوم و معارف کی بارش ہونے لگتی ہے اور پھر یہ علوم و معارف عظمتِ الٰہی کے نورانی پرتو سے انوار و تجلیات الٰہی بن جاتے ہیں۔ حدیث نفس کے اعیان (نفس کا کلام) علوم الٰہیہ میں تبدیل ہو جائیں گے اور عظمتِ الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر نفس اور اس کا کلام نہ ہوتا تو علوم الٰہیہ کا ظہور نہ ہوتا (علوم الٰہیہ کا ظہور اسی حدیث نفس اور نفس کے باعث ظہور میں آیا ہے) کہ حدیثِ نفس انوار الٰہیہ کو قبول کرنے کے لیے ظرفِ وجودی ہے جبکہ قلب میں بالذات قبولِ علم کے لیے کوئی شے موجود نہیں ہے۔

سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے پھوٹ کر اس کی زبان سے جاری ہوں گے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قلب کا ایک رخ اس کی روح کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ اس کی توجہ عالم غیب کی طرف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو علوم نفس میں پیدا کیے گئے ہیں قلب ان سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے، اور زبان کے حوالے کر دیتا ہے جو قلب کی ترجمان ہے اس طرح علوم کا ظہور قلب سے (بالواسطہ) ہوتا ہے کہ علوم اس میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ پس قلب اور روح کو قرب الٰہی سے وہ مراتب

میسر آجاتے ہیں جو الہام کے مرتبہ اور منزل سے بھی (نور و مرتبت میں) افزوں ہیں۔ پس اس طرح بندہ اللہ کی طرف رجوع ہو کر اور دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اپنی ہستی کی مسافت (دیا) کو طے کرتا ہے اور اپنے نفس کی معادن سے علوم کے جوہر نکال لاتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

"لوگ سونے اور چاندی کے کانوں (معادن) کی طرح ہیں جو لوگ عہد جاہلیت میں بہترین ہیں وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ وہ صاحب فہم ہوں"

پس ایک طبقہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے عمل میں خلوص پیدا کر کے ان ارضی خاکی طبقات کو دور کرتا ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والے ہیں یہاں تک کہ چلہ کے چالیس دن پورے ہونے پر روزانہ ایک طبقہ یا حجاب دور ہونے کے حساب سے حجاب کے چالیسوں طبقات دور ہو جاتے ہیں اور جب اس چلہ کے بعد اس طالب حق کی پیاس دنیا کم ہو جائے اور وہ اس پُر فریب دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس عالم کی طرف متوجہ ہو جائے جو غیر فانی ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس پر چلہ کا صحیح اثر مرتب ہوا اور اس کی بندگی اور اخلاص میں صحت ہے (یعنی چلہ کا صحیح اثر اور چلہ کشی کرنے والے کی بندگی اور اخلاص کی سمت کا اس وقت پتہ چلتا ہے جبکہ چلہ کشی کرنے والا دنیا سے دلچسپی رکھنا کم کر دے اور وہ ترک دنیا پر عمل پیرا ہو جائے) کیونکہ یہ زہد و تقویٰ حکمت کے ظہور کے لیے ایک ضروری چیز ہے اور اگر اس نے دنیا سے قطع تعلق نہیں کیا تو اس کے لیے حکمت کا حصول ممکن نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص چلہ کشی کے بعد بھی حکمت کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا نہیں کیا (جو چلہ کشی میں اس پر عائد ہوئے تھے) اور وہ اس خلوت میں بھی خدا کے ساتھ اخلاص سے متوجہ نہیں ہوا اور جس شخص میں اخلاص نہیں وہ خداوند تبارک تعالیٰ کی صحیح بندگی و عبادت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اخلاص (بندگی) کا بھی اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح ہمیں علم کا حکم دیا ہے۔ (عوارف المعارف)

احادیثِ خلوت

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بیشک اللہ تعالیٰ متقی غنی اور پوشیدہ رہنے والے بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کونسا شخص افضل ہے آپ نے فرمایا اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا، پوچھا پھر کون؟ فرمایا وہ شخص جو الگ ہو کر کسی گھاٹی میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ وہ انھیں لے کر پہاڑ کی چوٹیوں یا بارش کے میدانوں میں چلا جائے گا تاکہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھ سکے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اور آپ نے بھی؟ فرمایا ہاں! میں نے اہل مکہ کی بکریاں چند قیراطوں کے بدلے چرائی ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے اس آدمی کی زندگی اچھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے جب کبھی لڑائی کی آواز سنتا ہے تو اس پر تیزی کے ساتھ پہنچتا ہے وہ قتل ہو جانے یا موت کے متوقع مقامات پر پہنچتا ہے۔ یا اس شخص کی زندگی اچھی ہے جو پہاڑوں کی ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا کسی وادی میں بکریاں لیے ہوئے ہوتا ہے۔ نماز ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں معروف رہتا ہے۔ یہ آدمی لوگوں میں بہتر ہے کے

Ataunnabi.com

اسی قسم کے الفاظ پھر کہے!

پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائے بعثت کے یہ حالات ہی یہ اصل اور بنیاد ہیں جو مشائخ کبار اپنے مریدوں اور طالبانِ حقیقت کو خلوت نشینی کے سلسلہ میں تلقین و تعلیم کرتے ہیں (مشائخ کی خلوت نشینی کی تعلیم کی بنیاد یہی حالات و واقعات ہیں) اس لیے جب یہ خلوت اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو گی تبھی وہ خلوت نشین ہو کر خلوص کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دل پر وہ باتیں ظاہر فرما دے گا جو خلوت میں انکی مانوس ہوں (ان باتوں سے ان کے دلوں کو تسکین حاصل ہو) گویا یہ فیضان الٰہی اس بات کا معاوضہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے دنیا (جلوت) کو ترک کیا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خلوت نشینی تو ہمیشہ اور دوامی جاری ہونے والا عمل ہے۔ چلّہ پورا کرنے سے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بشارتوں اور اس کے پوشیدہ عطیات کی محض ابتدا ہوتی ہے۔

خلوتِ صوفیہ

حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ہے کہ میں نے خلوت سے زیادہ اور کوئی چیز اخلاص پیدا کرنے والی نہیں دیکھی پس جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے گویا اخلاص کے ستون کو پکڑ لیا اور اس طرح صدق و حقیقت کے ایک بڑے رکن کو حاصل کر لیا۔

خلوت کو لازم کرلو

حضرت شبلیؒ نے ایک شخص کو جو ہدایت کا طالب تھا، اس طرح نصیحت فرمائی کہ خلوت کو اپنے لیے لازم کرے اور لوگوں سے اپنے نام کو مٹا دے۔ اس وقت تک جب کہ تجھے موت آئے، دیوار کی طرف اپنا منہ رکھو۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

خلوت صدیقین کی آرزو ہے یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ خلوت صدیقین کی آرزو ہے اور جس انسان کا باطن خلوت کی آسودگی اور فراغت کی طرف مائل ہو اور اس کا نفس اس کی طرف راغب ہو تو یہ اس کے کمالِ استعداد کی ایک کامل اور سب سے بڑی دلیل ہے۔

معرفت اور خلوت شیخ ابوعمرو الانماطی سے منقول ہے کہ ایک عقلمند کے لیے اپنے انجام کی باتوں کا سمجھنا اس وقت تک آسان نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان امور پر مضبوطی سے قائم نہ ہو جو ابتدائے حال میں اس پر واجب ہیں اور ان باطنی مقامات (مراحل) کی اصلاح نہ کرلے جنکی معرفت ضروری ہے جن کے ذریعہ اسے معلوم ہو سکے کہ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے یا تنزل کی۔

پس طالب معرفت کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلوت کے مواقع تلاش کرے تاکہ دوسرے مشغلے اس کی راہ میں حائل ہو کر اس کے اصل مقصد کو تباہ نہ کریں (کہ اس صورت میں وہ جو کچھ چاہتا ہے اس کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔

اصولِ خلوت شیخ ابوتمیم مغربی کا یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا جو شخص خلوت کو جلوت (صحبت) پر ترجیح دے یعنی خلوت اختیار کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکر الٰہی کے علاوہ تمام افکار سے خالی ہو جائے اور اپنے رب کی مراد کے سوا تمام مرادوں کو ترک کردے اور نفس جو ظاہری اسباب کا خوگر ہے ان سے بالکل خالی ہو (ظاہری اسباب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو) اگر اس کی خلوت نشینی ان اوصاف سے متصف نہیں ہے تو پھر اس کی یہ خلوت اس کو یا تو کسی بلا میں مبتلا کرے گی یا کسی فتنے میں ڈال دیگی۔

اسبابِ خلوت حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنے نفس کی مخالفت کر کے خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں اس لیے کہ

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

نفس بالطبع خلوت نشینی سے بچتا ہے اور مخلوق کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے (جلوت) سے اس کو رغبت ہے. پس جب اس کو اس کی مانوس جگہ سے ہٹایا جائے اور اطاعت خداوندی کا عادی بنایا جائے تو ایسی ہر تلخی کے بعد قلب کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

دنیا اور آخرت خلوت میں ہے

محمد بن حامد سے روایت ہے کہ ایک شخص شیخ ابوبکر وراق کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے. انھوں نے فرمایا کہ میں نے دنیا اور آخرت کو خلوت اور قلت میں پایا یعنی دنیا اور آخرت کی بھلائی خلوت اور قلت میں ہے اور ان دونوں کی برائی کثرت اور اختلاط (جلوت) میں پائی۔

فتنوں سے بچو

شیخ ابوبکر وراق فرماتے ہیں کہ جتنے فتنے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہمارے اس زمانے تک پیدا ہوئے ہیں، وہ سب اختلاط سے پیدا ہوئے ہیں، ان سے وہی محفوظ و مصئون رہ سکتا ہے جو اختلاط سے اعراض کرے۔

خلوت کا فائدہ

خلوت اصل اور بنیاد ہے اور اختلاط ایک عارضی چیز ہے پس اصل کو پکڑنا چاہیئے اور ضرورت کے بقدر میل جول رکھنا چاہیئے اور جب ضرورت کے وقت بعض لوگوں سے اختلاط اور ارتباط پیدا کیا جائے تو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے کہ یہی اصل اور بنیاد ہے اور کلام عارضی ہے اس لیے صرف ضرورت کے وقت بات کی جائے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا قول ہے کہ جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے حق کو پالیا۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اپنے نفس سے علیحدگی کی طاقت ہو اس کے لیے گوشہ نشینی درست ہے۔

حضرت سہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ خلوت اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ حلال روزی

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کھائی جائے اور اللہ کے حقوق ادا کیے بغیر کوئی شخص روزی حلال کھا نہیں سکتا۔

حضرت ابو عبداللہ رملی کا ارشاد ہے کہ خلوت تمہاری دوست، بھوک تمہارا کھانا، اور مناجات تمہاری گفتگو ہونی چاہیئے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا) یا تو مر جائے گا یا اللہ تک پہنچ جائے گا۔

خلوت اور اُنس کا تعلق

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں، غور سے دیکھو آیا تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے یا خلوت میں اللہ کے ساتھ انس ہے اگر تمہیں خلوت کے ساتھ انس ہے تو جب تو خلوت سے نکل آئے گا، تمہارا انس جاتا رہے گا اور اگر خلوت میں تمہیں اللہ کے ساتھ انس ہوگا تو خواہ صحرا ہو خواہ جنگل تمہارے لیے تمام جگہیں یکساں ہوں گی۔

حضرت سعید بن حرب کا فرمان

حضرت سعید بن حربؒ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں مالک بن مسعود کے پاس گیا وہ اپنے گھر میں اکیلے تھے۔ میں نے عرض کیا، کیا تنہائی میں آپ وحشت محسوس نہیں کرتے؟ فرمایا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص اللہ کی صحبت میں وحشت محسوس کر سکتا ہے۔

گوشہ نشینی کیا ہے؟

حضرت منصور بن عبداللہ نے کہا کہ کسی نے جریریؒ سے گوشہ نشینی کی نسبت سوال کیا، انھوں نے فرمایا گوشہ نشینی یہ ہے کہ تو لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو جائے مگر اپنے باطن کو لوگوں کی مزاحمت سے محفوظ رکھے۔ اپنے نفس کو گناہوں سے علیحدہ رکھے اور تمہارے باطن کا تعلق حق کے ساتھ رہے۔

خلوت اور جلوت کا فرق

حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے کہ جو شخص خلوت میں جا کر مخلوق سے چھپا رہا وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ ہو کر مخلوق سے چھپا رہے۔

دین کی سلامتی

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے دین کو سلامت

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رکھنا چاہیے اور اپنے بدن اور دل کو راحت دینا چاہے وہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے۔ کیونکہ یہ وحشت کا زمانہ ہے اور عقلمند وہی ہے جو اس زمانہ میں تنہائی اختیار کرے۔

آپ ہی کا قول ہے کہ گوشہ نشینی کی تکالیف برداشت کر لینا لوگوں سے میل جول رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔

حضرت ابو یعقوب سوسیؒ کا فرمان ہے کہ دنیا سے علیحدگی کی طاقت صرف قوی لوگوں کو ہے اور ہم جیسے لوگوں کے لیے تو لوگوں سے مل جل کر رہنا مفید ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں۔

حضرت مکحولؒ کا قول ہے کہ اگر لوگوں سے میل جول رکھنے میں بھلائی ہے تو خلوت میں ستر سے سلامتی ہے۔

حضرت شبلیؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگو افلاس سے بچو، کسی نے پوچھا افلاس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ افلاس کی علامت یہ ہے کہ لوگوں سے انس محسوس ہو۔

توریت کے جملے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ جملے توریت کے یاد ہیں آدمی نے قناعت کی اور بے پرواہ ہوا، لوگوں سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا، شہوتوں کو ترک کیا اور آزاد ہوا، حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمہارا دل و دین خوب محفوظ رہے گا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اس لیے کہ جس قدر آشنا زیادہ ہوں گے اسی قدر حقوق زیادہ ہوں گے اور سب کا ادا کرنا دشوار پڑے گا۔

حضرت فضیلؒ کا ارشاد

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محب ہونے کے لیے کافی ہے اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنالے اور لوگوں کو ایک طرف کر۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کا قول

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جس کو مخلوق کی ہمکلامی کے عوض میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے انس حاصل نہ ہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے۔ اس نے اپنی عمر مفت کھوئی۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ خوشحال ان لوگوں کا جنھوں نے دنیا میں بھی عیش کی اور آخرت میں اس کے پڑوس میں رہیں گے۔

خلوت سے کیا مراد ہے؟

کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی کیا غرض ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی بسر کریں اور شیرینیٔ معرفت کی چکھیں۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس کو پہچانتے ہو اس سے اجنبی بنو اور جس کو نہیں پہچانتے اس سے آشنائی مت کرو۔

خلوت اختیار کرنے کی وجہ

کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے عزلت اختیار کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دین چھین جائے اور مجھے خبر نہ ہو۔

خلوت کی اہمیت

ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت دس چیزوں میں ہے ان میں سے نو تو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی ہیں۔ چنانچہ میں نے خاموشی کو اختیار کیا اور اس کی عادت ڈالی مگر اس پر قائم نہ رہ سکا تو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرلی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی باقی نو صفات بھی مجھے حاصل ہو گئیں۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضرت سید علی ہجویریؒ کا قول

حضرت سید علی ہجویریؒ نے فرمایا ہے کہ گوشہ نشینی سے بچو کیونکہ یہ شیطان کی ہم نشینی ہے۔

فرمان سید عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اے بندے! اپنے خالق سے کامل ربط و عشق کے لیے تو مخلوقات سے قطع تعلق اختیار کر اور اپنے معبود حقیقی کو اپنی حاجات و ضروریات کا مرجع قرار دے۔ تیرے لیے تیرے پروردگار کا ارادہ اور اطاعت ہی باقی رہ جائے اور اس کے علاوہ دیگر اسباب شرک سے اجتناب کرے ایسی حالت میں تیرا دل نور سے معمور ہو جائے گا اور اس میں غیر اللہ کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے گی۔

حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ کا قول

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جُلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول ہے کہ عزلت (گوشہ نشینی) مخلوق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں اس کا کمال یہ ہے کہ خلق کو دیکھنے سے چھٹکارا ہو جائے۔

حضرت مجدد کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانی رح کا ارشاد ہے کہ خلوت اختیار کرتے ہیں مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھو تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو اور خود خدمت خلق سے محروم نہ رہ جاؤ۔

آپ نے خلوت کی تعریف یوں کی ہے کہ خلوت بے فائدہ کاموں سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تنہائی اختیار کرنے کا نام ہے۔

حضرت جلال الدین تبریزی رح کا قول ہے کہ خلوت میں شیطانی حملوں سے بچنا بہت بڑی شجاعت ہے۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

دولتمندوں کی صُحبت نقصان دہ ہے

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحؒ نے فرمایا ہے کہ دولتمندوں کی صحبت نقصان دہ ہے جبکہ تنہائی یاد الٰہی کے لیے بہت ہی سود مند ہے۔

ضرورتِ درویش

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحؒ کا قول ہے کہ درویش کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے علیحدہ رہے کیونکہ قربِ الٰہی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

حضرت بابا فریدؒ کا قول

حضرت بابا فرید گنج شکر رحؒ کا قول ہے کہ خلوت میں یاد الٰہی سے دل زندہ ہوتا ہے جبکہ دنیا میں کثرت سے مشغولیت کے باعث دل مُردہ ہوجاتا ہے

حضرت نظام الدین اولیاء رحؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی معرفت خلوت کے ذریعے جلدی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحؒ کا قول ہے کہ جو طالب ہمیشہ خلوت پسند ہوتا ہے وہ مقصد کو جلدی پا لیتا ہے۔

حضرت جلال الدین بخاری رحؒ نے فرمایا ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ خلوت اختیار کرے تاکہ تفرقہ اس کا جمع ہوجائے۔

حضرت حافظ عبدالکریم نقشبندی رحؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ صبح کے وقت دو گھنٹہ تک مجھے خلوت نصیب ہوجاتی ہے لیکن دنیا داروں کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔

حکایت

حضرت خواجہ حسن بصری ابتدا میں موتیوں اور جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے قسم قسم کے موتی اور جواہرات لے کر بادشاہوں کے پاس حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ جواہرات لے کر روم گئے جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات تشریف لے گئے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں،

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میں بادشاہ سے آپ کی ملاقات کرادوں گا۔

چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک جنگل میں جا پہنچے، وہاں آپ نے دیکھا کہ دیبائے رومی کا ایک بہت ہی مکلف خیمہ نصب ہے اور اس کی چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جارہے ہیں۔ پھر علماء اور باحشمت افراد وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماء اور میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل دیے۔ پھر نہایت خوب رو کنیزیں زر و جواہر کے تھال سر پر رکھے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت، بہادر جوان بیٹا مر گیا تھا، اور وہی اس خیمہ میں مدفون ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں۔ سب سے پہلے فوج آ کر کہتی ہے کہ اگر جنگ کے ذریعہ تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے بچا لیتے مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد حکماء آکر کہتے ہیں کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء و مشائخ آکر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جا سکتا تو ہم دفع کر دیتے۔ پھر حسین کنیزیں آکر کہتی ہیں کہ اگر حسن و جمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں۔ پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آکر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء و اطباء کے ذریعہ بہت کوشش کی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا سلام ہو۔ یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔

حضرت نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مشہور ہے کہ ستر سال تک آپ ہمہ وقت باوضو رہے اور اپنے ہم عصر بزرگوں میں ممتاز ہوئے۔

کسی شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حسن بصریؒ ہم سے زیادہ افضل کیوں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور اس کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

نہیں۔ اسی لیے وہ ہم سب کے سردار ہیں ۔

ابراہیم بن ادھمؒ ایک دن آپ کے پاس حضرت شقیق بلخی آئے اور سوال کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا ؟ فرمایا کہ اپنے دین کو آغوش میں لیے صحرا بہ صحرا، قریہ بہ قریہ اس لیے بھاگتا پھرتا ہوں کہ دیکھنے والے یا تو مجھے مزدور تصور کریں یا دیوا... تاکہ اپنے دین کو سلامت لے کر موت کے دروازے سے نکل جاؤں ۔

حکایت ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت داؤد طائی سے سوال کیا کہ آپ صحبتِ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر کیوں رہتے ہیں ؟ فرمایا کہ اگر کم عمر کے لوگوں میں بیٹھوں تو وہ ادب کی وجہ سے دینی علم نہیں سکھائیں گے اور اگر معمر بزرگوں میں بیٹھوں تو وہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ نہیں کریں گے۔ پھر میرے لیے مخلوق کی صحبت کیا سود مند ہو سکتی ہے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے ؟ فرمایا کہ نکاح کے بعد بیوی کے روٹی کپڑے کی کفالت لینی پڑتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی کسی کا کفیل نہیں ہوتا اس لیے میں کسی کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں کنگھا کیوں نہیں کرتے ؟ فرمایا کہ ذکرِ الٰہی سے فرصت ہی نہیں ملتی ۔ آپ چونکہ مخلوق سے کنارہ کش رہ کر عبادت میں معروف رہتے تھے اسی وجہ سے آپ کو عظیم مراتب عطا کیے گئے ۔

جلوت سے خلوت بہتر ہے حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فضیل ابن عیاض کے پاس گیا اور ان کو آیاتِ قرآن، احادیثِ رسولؐ اور آثارِ صحابہؓ سناتا رہا۔ جب اٹھنے لگا تو کہا کہ آج کی رات بڑی مبارک رات ہے پہلے آپ تنہا بیٹھے رہتے تھے لیکن آج ہم دونوں پسندیدہ باتوں میں مشغول رہے۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا میرے نزدیک تو یہ رات اچھی نہیں تھی ۔ میں نے کہا وہ کیسے ؟ فرمایا اس لیے کہ تم ساری رات اس خیال میں رہے کہ کوئی ایسی بات کہو جو میرے پسندِ خاطر ہو، اور میں ساری رات اس فکر میں رہا کہ ایسا اچھا جواب دوں جو تمھیں پسند آئے، گویا ہم ایک دوسرے کی خوشنودی کی فکر...

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میں رہے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گئے ایسی جلوت سے خلوت ہی بہتر ہے۔

حکایت ایک مرتبہ حضرت شیخ سفیان ثوریؒ خلیفہ مہدی عباسی کے دربار میں تشریف لے گئے، اور تعظیم کے درباری آداب وقواعد کو بالائے طاق رکھ کر عام مسلمانوں کی طرح اسے السلام علیکم کہا، خلیفہ کا وزیر ربیع، مہدی کے پیچھے تلوار لیے کھڑا تھا اس کو شیخ کا یہ انداز سخت ناگوار گزرا اور وہ انتظار کرنے لگا کہ کب خلیفہ حکم دے اور وہ شیخ کی گردن اڑا دے لیکن مہدی نے اس کا خیال نہ کیا اور شیخ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے سفیان! تم مجھ سے ادھر اُدھر چھپتے پھرتے ہو۔ بتاؤ اب تم مجھ سے کیسے بچ سکو گے؟ اب موقع ہے کہ میں تم سے تمھاری بدعنوانیوں کا انتقام لوں۔ تم میرے دربار میں کیسے کھڑے ہو۔ تمھیں جلالِ شاہی کی کچھ پرواہ نہیں۔

شیخ سفیان ثوریؒ نے فرمایا یہ درست ہے کہ تجھ کو اختیار حاصل ہے کہ مجھے قتل کرنے یا زندہ چھوڑ دینے کا حکم دے مگر یاد رکھ کہ ایک دوسرا حاکم بھی ہے جو تجھ سے زبردست قدرت رکھنے والا اعز یز و منتقم ہے اور حق و باطل میں بخوبی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ربیع نے شیخ کے الفاظ سنے تو فرط غضب سے کانپنے لگا اور خلیفہ سے کہنے لگا کہ ایسے گستاخ اور بے ادب کے لیے اے امیر المؤمنین آپ قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرماتے، میری شمشیر برہنہ اس کی گردن اتارنے کے لیے بیتاب ہے۔

خلیفہ نے ربیع پر ایک نظر ڈالی اور کہا ربیع! تم خاموش رہو، میرے اور سفیانؒ کے معاملہ میں مت دخل دو۔ اگر میں ایسے انسانوں سے بدسلوکی کروں گا تو شقی اور ظالم کہلاؤں گا پھر اس نے ایک حکم نامہ لکھوایا جس میں حضرت سفیان ثوری کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا، لوگوں کو تاکید کی کہ ان کے احکام کی بلا چون وچرا تعمیل کریں۔ اس حکمنامے پر اس نے اپنے دستخط کیے اور مہر شاہی ثبت کر کے اسے حضرت سفیانؒ کے حوالے کیا۔ حضرت سفیانؒ جب یہ حکم نامہ لے کر دربار سے نکلے تو اس کو بغور دیکھا ان کی آنکھوں سے سیلِ اشک بہ نکلا اور اس حکم نامہ کو

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

پھاڑ کر دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور حدیث شریف "مَن جُعِلَ قاضیاً بین الناس فَقَدْ ذُبِحَ بغیرِ سکین (جو شخص لوگوں پر حاکم بنایا گیا وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا۔)" پڑھتے ہوئے کہا کہ خلیفہ مجھے قاضی بنا کر امت کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈالنا چاہتا ہے اور مجھے معیوب و جرائم کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ کہیں روپوش ہوگئے۔ جب ان کو روپوش ہوئے ایک مدت گزر گئی تو مہدی نے مجبور ہو کر ان کی جگہ کسی اور کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

حضرت شمس تبریزیؒ

لوگوں کو آپ کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور بزرگی کا پتہ چل گیا تو انھوں نے آپ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا بعض اصحاب نے بیعت کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی مگر آپ ان درویشوں میں سے نہیں تھے جو مریدوں کے خواہش مند اور عقیدت مندوں کے جویاں و ترساں ہوتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو اپنے پاس آنے سے سختی سے روک دیا بلکہ آپ نے لوگوں کو اس طرح آمد سے تنگ آکر اپنا وقت کاروباری حلقوں میں گزارنا شروع کر دیا۔ اس طرح کئی لوگوں کے دل آپ سے بدگمان ہوگئے اور یوں لوگوں سے آپ کی گلو خلاصی ہوگئی۔ آپ نے پھر سے اپنا وقت تخلیے میں گزارنا شروع کر دیا۔

خلوت ہی میں قرب الٰہی ہوتا ہے

محمد بن رافعؒ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آرہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں عصا ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ کہا خبر نہیں۔ اس کی ان باتوں سے میں یہ سمجھا کہ پاگل ہے۔ پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا؟ یہ سنتے ہی اس کا رنگ ایسا زرد پڑ گیا جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو، کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جس کی شان یہ ہے (یعنی یہ کہ اس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا تو گھبرا نہیں، میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تیرا بھائی ہوں، مجھ سے تنگ نہ ہو، کہنے لگا قسم ہے اللہ کی! اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اجازت مل جائے تو کسی ایسے بلند پہاڑ پر کہ جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں یا کسی غار میں چھپ جاؤں کہ دنیا اور اہل دنیا سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا کہ دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو؟ کہا ایک قصور تو اس نے یہی کیا ہے کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی کا کچھ علاج بھی تمہارے پاس ہے؟ کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے ہو نہ سکے گا کوئی سہل سی دوا استعمال کرو۔ میں نے کہا بہتر ہے کوئی لطیف دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو۔ میں نے کہا مرض حُبِّ دنیا۔ سنکر ہنسا اور کہا کہ اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے جام نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو۔ میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں۔ فرمایا اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس میں جزع و فزع نہ ہو اور جس لعب میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیو۔ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اس کے بعد وحشت بلا اُنس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اٹھاؤ۔ میں نے کہا پھر کیا کروں؟ کہا پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اس کا استعمال کرو ورنہ گوشہ عافیت اختیار کرو اور فتنوں سے الگ رہو۔ پھر میں نے پوچھا کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو۔ کہا بھائی میں نے سب عبادتوں کو خوب آزمایا ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے۔ قلب کے اگر دس حصے کیے جائیں تو نو حصوں کا تعلق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصہ اور دنیا سے علاقہ رکھتا ہے سو وہ شخص تنہا رہنے پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے نہ دیکھا۔ (نزہتہ البساتین)

حکایت حضرت کلیم اللہ شاہ جہان آبادیؒ نے ابتدا ہی سے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی آپ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ وظائف پڑھتے یا کتب لکھنے میں مصروف رہتے۔ لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم تھا، جس سے ملتے انتہائی احتیاط سے۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ سے کہا حضرت! آپ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں، لوگ آپ کے علم و

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

فضل سے افادہ حاصل کرنے کے لیے تڑپتے ہیں مگر آپ گوشہ نشینی اختیار کرکے انھیں اس سے محروم کیے ہوئے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ آج کل کے لوگوں میں خود غرضی اور اغراض زیادہ ہے۔ خلوص اور علاق سے دور یہ لوگ مفادات کی دلدل میں دھنستے ہیں، ان کے دل و دماغ فریب سے بھ... ہیں، بظاہر یہ خوش اخلاقی سے ملتے ہیں پھر ایسے لوگوں سے میں کیونکر ناطہ قائم رکھ سکتا

حکایت

حضرت شفیق بلخی کے زمانے میں ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہوگئی اور آپ ... بازار میں ایک غلام کو بہت خوش دیکھ کر پوچھا کہ لوگ تو قحط سے برباد ہو... اور تو اس قدر خوش نظر آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہ رکھے گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! جب ایک غلام کو اپنے آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر میں کیوں نہ اعتماد کروں جبکہ تو مالک الملک ہے۔ بس اس کے بعد آپ نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ حتیٰ کہ آپ کا توکل معراجِ کمال تک پہنچا۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا استاد تو ایک غلام ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا طرزِ عمل

آپ کا قول ہے کہ جب میں رات آتی دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اپنے پروردگار سے خلوت کروں گا اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوں، کہ اب لوگ مجھ کو آ گھیریں گے اور کوئی شخص ایسا میرے پاس آجائے گا جو مجھ کو میرے پروردگار سے غافل کردے گا۔

حکایت

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اللہ کا ایک بندہ عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا اور لوگوں سے نہ ملا جلا۔ لوگوں نے اس سے کہا یہ کیا بات ہے کہ تم کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے پرہیز کرتے ہو؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اس سے پہلے میں کئی ہزار سال معدوم رہا اور...

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

زندگی کے بعد اسی طرح زمانہ ہائے دراز تک معدوم رہوں گا، اس درمیانی وقفے میں جو تھوڑی سی عمر مجھے ملی ہے اسے کیوں ضائع کروں اور لوگوں سے ملنے جلنے میں اور بے فائدہ باتوں میں مشغول رہ کر اسے کیوں صرف کر دوں، مجھے یہ زندگی اس انداز سے گزارنی چاہیئے جس سے خدا خوش ہو۔ اس لیے میں نے خلوت کو اپنا رکھا ہے۔

حکایت

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے۔ اور ایک بحث نقل کرتے ہیں کہ میں شام کی سیر کرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اس نے جو مجھ کو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہ سبحان اللہ! آپ کو بخل ہے کہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ میں تم کو دیکھوں۔ اس نے کہا میاں صاحب! اصل یہ ہے کہ میں اس پہاڑ میں مدتِ مدید سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دنیا اور اہلِ دنیا سے صبر کرے اور اس باب میں میں نے بہت مشقت اٹھائی اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت و مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دور کیا۔ اور تنہائی اور علیحدگی سے اس کو مانوس کر دیا۔ اب جو میں نے تم کو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہیں دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہ ہو جائے۔ پس تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہوں رب العارفین اور حبیب القانتین کی، پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس کہ میں اتنا زیادہ ٹھہرا۔ پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹک کر کہا کہ اے دنیا! مجھ سے علیحدہ رہ، میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھ کو چاہے اس کو دھوکہ دے۔ پھر کہا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفوں کے دلوں کو ایسی چکھائی جس سے ان کے دل بہشت اور حوروں کی یاد بھول گئے اور ان کی ہمتوں کی طرف اپنی ہی یاد میں تسکین کہ ان کے نزدیک کوئی چیز اس کی مناجات سے بڑھ کر مزیدار نہیں۔ پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا۔

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

باب ۱۳

سُنّت پر عمل

اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات میں اپنا محبوبؐ سب سے عزیز اور پیارا ہے اس لیے جو اللہ سے دوستی کا طالب ہوا سے چاہیئے کہ اس کے محبوب کی ہر ادا کو اپنائے تاکہ وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہو جائے کیونکہ محبوب کو چاہنے والا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کیے بغیر اللہ سے دوستی ممکن نہیں۔ ہر ولی کو یہی راستہ اپنانا پڑا کیونکہ اللہ کو پانے کا جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اسی پر چلنے سے اللہ کا قرب اور معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی لیے مقولہ مشہور ہے کہ ولایت اور اتباعِ سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسول کے ڈھانچے میں ہی ڈھل کر ولایت حاصل ہوئی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سنت کیا ہے؟ صوفیاء اس بارے میں متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق عمل کرنا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اطاعتِ الٰہی مقصودِ مردِ مومن ہے، سنت کا معنٰی ہے طریقہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ وہ ان کی عملی زندگی ہے جو ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔ آپؐ نے جو باتیں دینِ برحق کے سلسلہ میں فرمائیں وہ تمام کی تمام سنت ہیں۔ آپؐ نے دین کے جن احکام پر خود عمل کر کے انسانی معراج کا جو نمونہ پیش کیا وہ تمام کا تمام سنت ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سنت ہیں۔

اہلِ فقہ نے کہا ہے کہ سنت تین طرح کی ہے۔ سنت کی پہلی صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں جسے سنت فعلی کہا جاتا ہے جو احادیث کی صورت میں کماحقہٗ محفوظ ہیں، سنت

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کی دوسری صورت فعلی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اعمال کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے جو ان کی سیرت طیبہ کی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ سنت کی تیسری قسم تقریری ہے یعنی انسانی زندگی کی وہ باتیں جو آپ کے سامنے پہنچیں اور آپ نے ان پر کسی قسم کا اظہار نہیں فرمایا تو ایسی باتیں مباح ہو گئیں جن کی وجہ سے وہ سنت میں شمار ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بات پر سکوت فرمانا اظہار رضامندی ہی تصور کیا جاتا ہے۔

سنت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اطاعت اور اتباع کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے مگر مقصد ایک ہی ہے۔ اتباع کا مطلب کسی کے پیچھے پیچھے چلنا ہے مگر اصطلاحاً فرمانبرداری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اتباعِ سنت کا یہ مطلب ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ادا فرماتے ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیسا کہ ان کا تقاضا ہے یا آپ کے اعمال کو اس طرح نہ کریں جس طرح انھوں نے کیے تو یہ اتباعِ سنت نہ ہوگی۔

اطاعت رسول کا مطلب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ یعنی آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے جس طرح تعمیل کرنے کا حق ہے لہٰذا اطاعت و اتباع رسول ایک طرح کے لفظ ہیں اور ان دونوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں سرور کائنات کی فرمانبرداری کی جائے۔ یعنی جس طرح حضور نماز پڑھتے تھے ایسے ہی نماز پڑھی جائے۔ جس طرح آپ کھانا تناول فرماتے تھے اسی طرح کھانا کھایا جائے۔ جس طرح حضور پانی پیتے تھے ویسے ہی پانی پیا جائے۔ گویا کہ زندگی کے ہر شعبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو اپنایا جائے۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

فرمانِ خداوندی

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کی سنت پر چلنے کی یوں تاکید فرمائی ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے محبوبؐ! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ ۳، آل عمران ۳۱، ۳۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوستی قائم کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے یعنی اگر کوئی اللہ کو محبوب بنانا چاہے تو اس کے رسولؐ کی پیروی کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بندہ بنا لے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے اور آپؐ کے طریقہ کو نہیں اپناتے تو ان کا دعویٰ محبت جھوٹا ہے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

اور اللہ کا حکم مانو اور پیغمبرؐ کا حکم مانو۔ پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں اور اللہ پر ہی ایمان والے بھروسہ کریں۔ (التغابن ۱۲، ۱۳)

اس آیت میں بھی اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کہ دنیاوی امور میں ان طاقتوں سے تجاوز نہ کرو بلکہ جس بات کا حکم ملے بجا لاؤ، جس سے اللہ کا رسولؐ روکے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رک جاؤ، اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول پر کوئی بوجھ نہیں، ان کا کام تو پہنچا دینا تھا سو انھوں نے پہنچا دیا۔ اب جو کوئی اتباع نہ کرے گا تو اس کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥ — اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا، اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے، تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (پ ۱۸، النور ۵۲)

سچے مومنوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں پھر قرآن و حدیث کو سنتے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا، یہی لوگ کامیاب و بامراد اور ہدایت یافتہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ٥ — اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ (پ ۲۶، محمد ۳۳)

وہ اعمال جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کیے جائیں وہ باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا کوئی اجر نہیں ملتا اس لیے وہ اعمال ضائع ہو گئے لہذا اس آیت میں تاکید کی گئی ہے کہ اتباعِ سنت کے بغیر اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ نے اہل ایمان کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو ان کے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ٥ — جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمھیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ (پ ۴، النساء ۸۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے اس لیے کہ اللہ کے رسول کا فرمان اللہ کا فرمان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اللہ کی طرف سے ہیں

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اس لیے اتباعِ رسول ضروری ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا رشد و ہدایت والا ہے اور اس کا نافرمان اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچانے والا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی۔ اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے اچھا ہے
(پ ۵، نساء ۵۹)

اس آیت میں بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے حاکم کا کہنا بھی مانو۔ لیکن حاکم کا کہنا صرف اس حد تک مانا جائے گا جبکہ اس کا حکم، احکامِ الٰہی اور سنتِ رسول اللہ کے مطابق ہوگا اگر کوئی خلافِ سنت حکم دے تو اس کا کہا نہ مانا جائے۔ پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ میری اتباع کرنے والا اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو۔ اور ان جیسے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

تَسْمَعُوْنَ ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔

نہ ہونا جیسوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے۔ (پ ۹، انفال ۲۰، ۲۱)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں منافقوں والی روش اختیار نہ کرو یعنی اتباع سنت میں منافقانہ طرز عمل یہ ہے کہ ظاہراً سنت پر عمل کیا جائے لیکن دل سے اس کی مخالفت کی جائے، ایسے عمل کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جزا تو صرف اس عمل کی ملے گی جس میں اخلاص ہوگا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو پھر جائے گا اسے دردناک عذاب دے گا۔ (الفتح: ۱۷)

اس آیت میں اطاعت کے اجر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں گے ان کے لیے آخرت میں بہت اعلیٰ اجر دیا جائے گا اور وہ اجر جنت کی صورت میں ہوگا کہ اتباع کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے جہاں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہل جنت لطف اٹھائیں گے اور جو اتباع رسول نہیں کریں گے اور دنیا کی خاطر مارے مارے پھریں گے ایسے لوگوں کی دنیا میں سزا ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا، اللہ سے باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ ۴، نساء ۱۳، ۱۴)

زندگی گزارنے کے ضابطے قرآنی احکام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہر ایک کے سامنے موجود ہیں جنھیں حدود اللہ کہا گیا ہے اور جو شخص ان حدود میں اللہ اور اس کے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے آخرت میں جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ اطاعتِ رسول ؐ کا انعام ہوگا۔ ذرا غور کریں کہ اتباعِ سنت کا کتنا بڑا انعام ہے جسے وہ ملے اسے اور کیا چاہیئے

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول ؐ کی فرمانبرداری کرو، اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(پ ۱۸، النور ۵۶)

حصولِ رحمت کا اصل ذریعہ اطاعتِ رسول ؐ ہے یعنی جو شخص زندگی کے معاملات، عبادات، معاش، معاشرت اور ثقافت وغیرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال کرتا ہے اور ہر کام کو اسی طرح سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس طرح نبی پاک ؐ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباعِ سنت میں اللہ کی رحمت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں اس لیے زندگی کے ہر شعبے میں اتباع کا خیال رکھنا چاہیئے۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ؐ کا اور ہوشیار رہو۔ پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

(پ ۷، مائدہ ۹۲)

اس آیت میں پہلے والی بات کی دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو لیکن اس کے ساتھ یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی اتباعِ رسول ؐ کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو اس میں اس کا اپنا نقصان ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اتنا فریضہ تھا کہ انھوں نے اللہ کے احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیا۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ دینِ اسلام کو اپنا کر اتباع کا راستہ اختیار کریں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ

کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرما دیں، تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، بے شک وہ صریح گمراہی میں بہک گیا۔

(پ ۲۱، احزاب ۳۶)

اس آیت کا شانِ نزول یہ بتایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لیے شادی کا پیغام بھیجا۔ مگر انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر اس آیت کا نزول ہوا کہ کسی مرد یا عورت کے لیے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ کا رسول اسے حکم دے تو وہ انکار کرے۔ جب یہ حکم حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو فوراً حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اگرچہ اس آیت کا تعلق خاص واقعہ سے ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ اطاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

آپ فرما دیں کہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کی ذمہ داری وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ (پ ۱۸، النور ۵۴)

منافقین کا رویہ یہ تھا کہ آپ کے پاس آکر قسمیں کھاتے کہ ہم ہر طرح سے آپ کی اطاعت میں ہیں حالانکہ وہ سچے دل سے اطاعت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی اطاعت زبان کی حد تک محدود تھی اور عملی طور پر وہ مومن نہ تھے۔ ان کے اس طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ نے انھیں تاکید کی کہ

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق اپنی زندگی بسر کرو اور اگر تم اتباعِ سنت سے منہ موڑ لو اور اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی پر نہیں بلکہ تم پر ہے۔ اس لیے تم ہدایت پر آجاؤ اور ہدایت صرف اتباعِ رسول ﷺ میں ہے۔

فضائلِ سنّت

سنت پر عمل کرو حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نکالی کسی قوم نے کوئی نئی بات (دین میں) مگر اسی کے مطابق اس قوم سے سنت اٹھائی جاتی ہے لہذا سنت پر عمل کرنا نئی بات شروع کرنے سے بہتر ہے۔ (احمد)

گمراہی سے نجات حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان دونوں پر عامل رہو گے گمراہ نہ ہوگے۔ وہ کتاب الٰہی اور میری سنت ہیں۔ (مؤطا)

سنّت کا اُٹھ جانا حضرت حسان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نہیں شروع کی کسی قوم نے اپنے دین میں کوئی نئی بات مگر اس کے مطابق اس قوم سے اللہ تعالیٰ سنت کو اٹھا لیتا ہے اور اس (سنت کو) قیامت تک واپس نہیں کرتا۔ (دارمی)

سنت کو دوست بناؤ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے! اگر تم یہ قدرت رکھتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہارے صبح و شام ٹھیک ہوں تو تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہونا چاہیے پھر آپ نے فرمایا میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے میرے ساتھ دوستی کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(ترمذی)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

آگ میں گرنے سے بچاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس کے گرد اگرد روشنی ہوئی تو آگ سے شغف رکھنے والے پروانے اس میں آکر گرنے لگے تو اس نے ان کو روکنا چاہا لیکن وہ اس پر غالب آگئے اور آگ میں گرنے لگے۔ لیکن میری مثال یہ ہے کہ میں تم کو آگ میں گرنے سے کمر پکڑ کر روک لیتا ہوں جبکہ تم اس میں گرنا چاہتے ہو۔ (بخاری)

سنت ترک کرنے کی مذمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں تین شخص حاضر ہوئے اور سرکار کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے اس کو کم سمجھا۔ کہنے لگے کہ ہماری سرکار کے ساتھ کیا نسبت! سرکار کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ ایک نے کہا اب میں ساری رات نماز میں گذاروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ اسی وقت وہاں حضور تشریف لے آئے اور فرمایا تم آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے۔ خبردار! خدا کی قسم! میں تمھاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں۔ میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیا ہے جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (بخاری شریف)

تعمیلِ حکم، سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو اور

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ت کا حکم دوں تو حسبِ طاقت بجا لاؤ۔ (مسلم شریف)

سنتِ صحابہؓ درحقیقت سنتِ مصطفیٰ ہے

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں غمناک ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو الوداعی وعظ معلوم ہوتا ہے پس ہمیں کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، بات سننے اور ماننے کی تاکید کرتا ہوں اگرچہ حبشی غلام ہی تم پر مقرر ہو۔ اور بلاشبہ تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت اختیار کرنا لازم ہے، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اپنے آپ کو نئی باتوں سے بچائے رکھنا کیونکہ ہر خلافِ سنت نئی بات گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضورؐ کی فرمانبرداری سنت ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، منکر کے سوا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس نے میرا حکم مانا جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ کا اتباعِ سنت

حضرت عابس بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر رساں ہے۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔ (بخاری)

سیدھا راستہ اتباعِ سنت میں ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کھینچی اور فرمایا یہ تو اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں، ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) "بلاشبہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو۔ (نسائی)

حق و باطل کا امتیاز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو کچھ فرشتے آپ کے پاس آئے تو یہ آپس میں کہنے لگے تمہارے لیے اس معزز شخصیت کی ذات ایک مثال ہے اس کو بیان کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا آپ آرام فرما رہے ہیں، تو بعض نے کہا بظاہر تو سو رہے ہیں لیکن آپ کا دل جاگ رہا ہے۔ تب فرشتوں نے کہا کہ آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی نے مکان بنایا اور اس میں کھانا تیار کر کے کسی کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا ہے۔ پس جو بلانے والے کی بات مان کر آیا اور اس نے کھانا کھا لیا اور جس نے بلانے والے پر اعتبار نہ کیا اور نہ اس سے آکر کھانا نہ کھایا اس گفتگو کے بعد فرشتوں نے آپس میں کہا کہ یہ بات تفصیل طلب ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو آپس میں کہنے لگے آپ تو سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کہا کہ آپ کی آنکھیں مصروفِ خواب ہیں لیکن دل جاگ رہا ہے۔ تب فرشتوں نے آپس میں کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اس نے اللہ کی بات مانی اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حق و باطل میں وجہ امتیاز ہے۔ (بخاری)

جاہلانہ رسوم خلافِ سنت ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں (۱) سرزمین حرم پر بے راہ روی کرنے والا (۲) اسلام لانے کے بعد جاہلیت کی رسوم کو اپنانے والا (۳) اور خونِ مسلم کا ناحق طلب کرنے والا کہ اس کو بہائے۔ (بخاری)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضورؐ کے طریقے کو اپنانا سُنّت ہے

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بھیجا گیا کوئی نبی کسی امت میں مجھ سے پہلے مگر ان کی امت میں ان کے مددگار ہوتے تھے اور ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان نبیوں کے احکام پر عمل کرتے اور ان کی سنت کو اپناتے تھے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جن کا طریق کار یہ تھا کہ وہ جو کچھ کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انھیں حکم نہ ہوتا تھا لہٰذا جو ایسے نافرمانوں کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے (یعنی انھیں بُرا جانے) وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

اتّباعِ مُصطفٰےؐ عین ہدایت ہے

حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چیز کی مثال جس کو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے یعنی ہدایت اور علم، تیز بارش کی سی ہے جو خطہ زمین پر برسی، ایک خطہ زمین اچھا تھا اس نے پانی کو قبول کر کے خشک و ترگھاس اگائی ایک قطعہ زمین سخت تھا اس نے پانی کو محفوظ رکھا جس سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ پانی پیا اور پلایا کھیتوں کو سیراب کیا۔ تیسرا زمین کا ٹکڑا بنجر تھا جس نے نہ تو پانی کو محفوظ رکھا، نہ وہاں روئیدگی ہوئی۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی اور اس نے اس (تعلیم) سے جس کو لے کر میں آیا ہوں فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا لیکن جس نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اور سر نیچا کیے رہا اور اس نے نہ تو اللہ کی ہدایت کو قبول کیا اور نہ اس پر عمل کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

وصیّت عین سنّت ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وصیت کر کے فوت ہوا وہ سیدھے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

راستے اور سنت پہ فوت ہوا۔ پرہیز گاری اور تہجد کے بعد فوت ہوا۔ جنت ہوا نوت ہوا۔ (ابن ماجہ)

دو آدمیوں کو شفاعت نصیب نہ ہوگی

حضرت معقل بن لیسار رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ظالم امام اور دین میں غلو کرنے والا جو نبی کی سنت اور جماعت صحابہ کے طریق سے تجاوز کرتا ہے۔

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمان نبوی نقل کرتے ہیں کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بدعت کے کثیر عمل سے کہیں اچھا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے۔

سو شہیدوں کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

بہترین طریقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین بات نئی گھڑی ہوئی بات ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

احیائے سنت کا ثواب

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی سنت کو رواج دیا جو میرے بعد متروک ہو گئی تھی تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کیے بغیر۔ اور جس کسی نے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کوئی گمراہی میں ڈالنے والی نئی چیز گھڑی جس سے نہ اللہ راضی ہوا اور نہ اس کا رسولؐ، اس کو اس پر عمل کرنے والوں کے مجموعی گناہ کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی کیے بغیر۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اتباعِ سنّت کی خواہش

ایک خطبے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا ہے کہ میں تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والا ہوں، خود کوئی نئی چیز اپنی طرف سے پیش نہیں کروں گا۔ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلوں تو میری پیروی کرو اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹنے لگوں، تو مجھے سیدھے راستے پر چلنے کے لیے کہہ دینا۔

سنّت سے رجوع کرو

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا ہے کہ تمھارے سامنے جو مسائل آئیں ان کو قرآن کی رو سے طے کرو اگر قرآن میں حل نہ ملے تو سنتِ رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ سے رجوع کرو۔

جنگ قادسیہ سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا لوگوں کو جاہلیت کے زمانہ کے واقعات سننے سنانے سے روکو۔ ایسا کرنے سے پرانی عداوتیں تازہ ہوں گی اور نئے کینے جنم لیں گے۔ جب تک وہ دلچسپی سے سنیں ان کی سیرت وعمل کو بہتر بنانے کے لیے ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کیا کرو۔

سنتِ نبویؐ کو خوب سمجھو، عربی زبان خوب سیکھو، قرآن کو صاف اور صحیح لہجے میں پڑھو۔ کیونکہ وہ صاف اور فصیح عربی میں ہے۔

اتباعِ سنّت کی تلقین

حضرت عمر فاروق رضؓ ہی کا قول ہے کہ میں تم کو ان کاموں کا حکم دیتا ہوں جن کا قرآن نے حکم دیا ہے اور ان کاموں سے روکتا ہوں جن سے محمدؐ نے روکا ہے اور تاکید کرتا ہوں کہ سنت، فقہ اور عربی زبان میں بصیرت پیدا کرو۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سنت کے مطابق عمل کی تلقین

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کے راستہ اور اس کی سنت کو لازم پکڑو کیونکہ جو شخص نبیؐ کے طریق اور سنت کے مطابق عبادت کرتا ہے اور رحمٰن کا ذکر کرتا ہے اور خوفِ خداوندی سے اس کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں ایسے شخص کو کبھی بھی دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور جو بندہ بھی نبیؐ کے طریق اور سنت پر عمل کرتا ہے، اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ کے خوف سے اس کی آنکھیں بہتی ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کے پتے خشک ہو چکے ہوں کہ اچانک ہوا چلی اور سب پتے جھڑ گئے۔ نیز فرمایا کہ نبی کے طریق اور سنت کے موافق اعتدال والا عمل اس مجاہدہ اور مشقت والے عمل سے بہتر ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ لہذا اپنے اعمال پر خوب نظر رکھو، خواہ اعتدال والے ہوں یا مجاہدہ والے۔ مگر وہ انبیاء علیہم السلام کے طریق اور ان کی سنت کے موافق ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسا فتنہ آئے گا جس میں بڑے بوڑھے ہو جائیں گے اور بچے بڑے ہو جائیں گے۔ لوگ اس پر سنت کی طرح چلنے لگیں گے، کوئی اسے بدلنا چاہے گا یا اس کے خلاف عمل کرے گا تو اسے بُرا بھلا کہا جائے گا۔ کسی نے کہا اے عبداللہ! یہ کب ہونے والا ہے۔ فرمایا جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائیں گے۔ حکمرانوں کی کثرت ہوگی۔ فقہاء قلیل اور قراء کثیر ہوں گے اور آخرت والے عمل سے دنیا مطلوب ہوگی۔ دینی علم و کمال دین کی غرض سے حاصل نہیں کریں گے۔ ایسے دور میں تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے کہ اگر ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کریں گے اور اگر کہا نہ مانا تو قتل کر دیں گے۔ سائل نے کہا اے عبداللہؓ! آپ کی اس وقت کے متعلق کیا رائے ہے، فرمایا گھر کا ٹاٹ بن جاؤ کہ باہر ہی نہ نکلو ورنہ پھر آگ ہی آگ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص پہلو پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا اے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعودؓ کی کنیت ہے) تونے مجھے ہلاک ہی کر دیا۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

یعنی انتہائی مہلک خبر سنائی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی قول عمل کے بغیر درست نہیں بنتا اور کوئی قول اور عمل نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا اور کوئی قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے ٹھیک نہیں بنتے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کا قول ہے کہ ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق، زبان کا اقرار تن کا عمل اور اتباعِ سنت ہے۔ جو ان باتوں کا پابند ہوگا اس کا ایمان محکم اور محفوظ رہے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ جب تک تو مکمل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع اور نفس امارہ کی پیروی سے آزاد نہ ہو جائے اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہونے کی خواہش نہ کر۔ اتباعِ شریعت کے یہ معنیٰ ہیں کہ تیرے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے مطابق ہوں۔ تیرا سننا، دیکھنا، بولنا، پکڑنا، چلنا، سونا جاگنا الغرض تمام اعمال رضائے الٰہی کے تحت ہوں اور خدمتِ دین و ملت کے لیے ہوں۔

حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا ہے کہ بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں، روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضورؐ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

حضرت احمد الحواریؒ کا قول ہے کہ اتباعِ سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے۔ شریعتہ الاسلام فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت واجب نہیں۔

جناب سہلؒ کا قول ہے کہ حُبِ خدا کی نشانی حُبِ قرآن ہے۔ حُبِ خدا اور حُبِ قرآن کی نشانی حُبِ نبیؐ ہے اور حُبِ نبیؐ کی نشانی نبیؐ کی سنت سے محبت ہے اور حُبِ سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے۔ آخرت کی محبت دنیا سے بُغض کا نام ہے اور دنیا سے بُغض کی نشانی معمولی مالِ دنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لیے دنیا کو خرچ کرنا ہے۔

ایک عارف باصفا کا ارشاد ہے کہ اگر تو کسی شیخ کو ہوا پر اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا،

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ کے کسی فرض یا نبیؐ کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے اس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں استدراج ہے۔

ایک دفعہ ایک آدمی کو میں نے کہا کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اختیار کرے تو وہ شیطان کا راستہ ہوگا۔ اس لیے صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لیے اتباعِ سنت ضروری ہے۔

اولیاء کا اتّباعِ سُنّت

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا یہ طرز عمل تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ ہی میں تلاش کرتے تھے کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ میں کوئی حکم نہ پاتے۔

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں جس کی رو سے تجھے حق پہنچتا ہو اور سنتِ رسولؐ کی رو سے بھی تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں لہٰذا (اس وقت) واپس چلی جا۔ تاآنکہ میں لوگوں سے دریافت کروں۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور محمد بن مسلمہ رضؓ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ان کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا یعنی حصہ مادری دلوایا ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے اس کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دلایا۔ (موطا امام مالک، مسلم شریف)

صحیح سُنّی کون

حضرت امام جعفر صادق کی جب غیر معمولی علمیت اور قابلیت کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا لوگ اپنے مختلف دینی و دنیاوی مسائل اور الجھنوں کے لیے آپ سے رجوع کیا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ صحیح معنوں میں سُنّی کسے کہا جاتا ہے؟

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

آپ نے فرمایا کہ صحیح معنوں میں سُنّی ہونے کا دعویٰ وہی کرسکتا ہے جو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ اس بات کی تصدیق حضرت امام ابو صنیفہؒ نے بھی فرمادی ہے، جب ان سے دریافت کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ بوڑھوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ہیں، جوانوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جبکہ عورتوں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور لڑکیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم ہیں۔

اتباعِ سُنّت کا مقام

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیویوں کے نان نفقہ کی پریشانیوں سے بچائے رکھے لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو سنتِ نبوی کے خلاف ہے۔ یہ سوچ کر میں نے دعا نہیں کی اور اس ذمہ داری کو اپنے ہی لیے قائم رہنے دیا اور اللہ تعالیٰ نے اتنی سہولت عطا کردی کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت میں کوئی فرق نہیں رہا۔

سنّت طریقت کے لیے ضروری ہے

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد سوال کیا کہ اس وقت آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ بارگاہِ خداوندی میں۔ اس وقت انھوں نے کہا کہ میں بھی تو وہیں تھا لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک حجاب تھا اور میں ذاتِ باری کے بالکل سامنے تھا اسی وجہ سے آپ مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اتباعِ سنت کے بغیر خود کو صاحبِ طریقت کہتا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اتباعِ شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت بایزیدؒ کا اصول

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ کسی مقام پر کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو جس وقت آپ ان کے نزدیک ہو گئے تو دیکھا کہ انھوں نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس آگئے

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ مدارجِ طریقت کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے۔

حضرت امام اعظمؒ کی شان حضرت امام ابوحنیفہؒ جب دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کو مزارِ مقدس سے نکال کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کر آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے تعبیرِ خواب دریافت کی، انھوں نے کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنتِ نبوی کو پرکھنے میں وہ مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ احادیثِ صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب دوبارہ خواب میں حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے۔ لہذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔

حکایت حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتیؒ پر جذب و سکر کا غلبہ رہتا تھا۔ اسی عالم میں ایک دفعہ ان کی مونچھیں حدِ شرعی سے بہت بڑھ گئی تھیں لیکن کسی کو تراشنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ شیخ کے ایک ہم عصر عالم مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا انھوں نے شیخ کی مونچھیں تراشنے کا عزم کر لیا اور قینچی لے کر ان کی طرف بڑھے قریب پہنچے تو شیخ کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی لیکن اپنی دھن کے پکے تھے۔ شیخ سے مخاطب ہو کر کہا کہ قلندر صاحبؒ! سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پوری کرنے لگا ہوں آپ کی مونچھیں حد سے بڑھی ہوئی ہیں ان کو آج ضرور تراشوں گا۔

یہ کہہ کر مولانا نے ایک ہاتھ سے شیخ کی ریش مبارک پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے مونچھوں کو حدِ شرعی کے مطابق تراش دیا۔ جب وہ چلے گئے تو شیخ بوعلی قلندر بار بار اپنی ریش مبارک کو پکڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ریش کیسی مبارک ہے کہ شریعتِ محمدیؐ کی راہ سنور گئی۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اتباعِ سُنّت عبادت میں مُقدم ہے

حضرت شرف الدین (المعروف بابا بلبل شاہ) فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے مجھے اتنی طاقت دی ہے کہ میں غذا اور سرو سامان کے بغیر خوشی سے زندگی بسر کروں اور اسی بدن کے ساتھ روح کے جدا ہوئے بغیر دار البقا کو سدھار جاؤں اور اس جسم کو ابدالآباد تک محفوظ رکھوں لیکن چونکہ یہ سب امور سنتِ نبوی کے خلاف ہیں ان سے مجتنب رہوں گا میرے نزدیک سنت کی پیروی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت بابا بلبل شاہؒ کشمیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ تھے۔ وہ ۱۳۲۴ء میں کشمیر تشریف لے گئے اس وقت وہاں رنچن شاہ کی حکومت تھی جو بدھ مت کا پیرو تھا۔ وہ حضرت بابا بلبل شاہ کے زہد و اتقاء اور اخلاق و محاسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ پا پیادہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا اس کے بعد اس کے اہل خانہ امراء اور وزراء اور دوسرے ہزاروں لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

حکایت

حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر مہنویؒ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا آسان ہے۔ جل مرغی بھی پانی پر چلتی ہے اس نے کہا کہ فلاں آدمی ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا یہ کوئی ایسی بات نہیں، کوا اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سے ایک اور شخص نے کہا کہ فلاں شخص چشم زدن میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا کمال ہے آخر شیطان بھی ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر فرمایا ان چیزوں کی قدر نہیں ہے۔ با کمال وہ ہے جو لوگوں میں نشست و برخاست رکھے، ان کے ساتھ لین دین کرے اہل و عیال کے حقوق پورے کرے اور سنت پر چلے اور پھر بھی ایک لحظہ خدا سے غافل نہ رہے۔

پابندیٔ سُنّت سب سے بڑی کرامت ہے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر واسطیؒ جو بڑے عالم تھے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک خاموشی سے ان کی مجلس کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے۔ سال کے بعد دل برداشتہ ہو کر حضرت جنیدؒ سے رخصت کی اجازت چاہی۔ حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا میرے بھائی تم سال بھر تک یہاں رہے، نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی اور اب یکایک چلنے کے لیے تیار ہو گئے آخر بات کیا ہے؟ حضرت ابوبکر واسطیؒ نے عرض کی کہ سچ پوچھیں تو میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا۔ سال بھر دیکھا رہا کہ آپ سے کوئی کشف یا کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔ وہی علماء کا سا طور طریق ہے نماز، روزہ، تہجد، اشراق، چاشت، درس و تدریس۔ جب آپ میں اور دوسرے علماء کے طور طریقوں میں کوئی فرق نہیں دیکھا تو رخصت کی اجازت چاہی۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اس مدت میں تونے کوئی کام خلاف شریعت اور خلاف سنت مجھ سے ہوتے دیکھا؟

حضرت ابوبکرؒ نے عرض کی کہ خلاف شریعت تو مطلق کوئی بات نہیں دیکھی۔ حضرت جنیدؒ نے ان کا ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت سمجھ لے جو اس کو اللہ نے اپنے خاص لطف و عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ بے اختیار آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ آپ کی بیعت کی اور خاصانِ خدا میں شمار ہوئے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہونے والے کا نام درج نہیں ہے اور اس کی مدتِ قیام دس برس بیان کی گئی ہے۔

سنت پر عمل کا واقعہ

ایک دفعہ شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی حج کے لیے حجاز گئے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد قبا کی طرف جانے کا ارادہ کیا ایک مرید نے عرض کی کہ میں آپ کے لیے سواری کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے سواری درکار ہوتی تو مل سکتی تھی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں پا پیادہ جا کر نماز پڑھا کرتے تھے اس لیے میں بھی پا پیادہ جانا پسند کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت شیخؒ جبلِ اُحد تک پا پیادہ جایا

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جناب سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جس شخص کے پاؤں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ لہٰذا میں اس لیے پیدل چلتا ہوں تاکہ میرے پاؤں میں مٹی لگ جائے اور بشارت سے مجھے بھی حصہ ملے۔

حکایت

شیخ ابوالحسن اپنے مریدوں کو کسی بزرگ سے فیض حاصل کرنے سے منع نہ فرماتے تھے اور کہتے کہ ہم وہ نہیں جو ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوں بلکہ جو بھی میٹھا چشمہ نظر آئے اس سے ہی سیرابی حاصل کرو۔ آپ کا فرمان تھا کہ ہمارا طریقہ تمام اہلِ مشرق و مغرب سے جداگانہ ہے۔ ہمارے ہاں شجرہ و سند کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے اصل مربی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی ہی اتباعِ سنت سے ہمیں یہ مقام حاصل ہوا ہے اور جب تک ہم اس نقطۂ نظر پر قائم رہیں گے ہمیں کامیابی ہوتی رہے گی کیونکہ جو اللہ کے ولی کا ساتھی ہو وہ نبیؐ کا ساتھی ہوتا ہے اور جو نبیؐ کا دوست ہو وہ اللہ کا دوست ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ

خواجہ تونسوی صاحبؒ کو پوری عمر اتباعِ سنت کا بہت خیال رہا۔ عبادت و معاملات میں بھی آپ کوئی فعل خلافِ سنت نہیں کرتے تھے۔ ساری عمر آپ نے نماز کبھی دیر سے یا وقتِ آخر میں نہیں پڑھی اور کوئی نماز بغیر جماعت کے نہیں پڑھی، استغراق و محویت اور عشقِ الٰہی کی مستی کے باوجود کبھی آپ کے منہ سے کوئی کلمہ خلافِ شریعت نہیں نکلا۔ آپ کا قول تھا کہ ہمارا اصلی کام نبی مکرم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہوا بھی نیچے آئے لیکن اس کا کوئی فعل بھی خلافِ سنت ہو تو اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ صحیح معنوں میں عبادات کی معراج تکمیل سنتِ رسول اللہؐ کی ادائیگی سے ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ سے محبت اور عشق اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور سرورِ کائناتؐ کی سنت کی ہر لحاظ سے اتباع کی جائے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ نماز و روزہ خدا تعالیٰ کی عبادات ہیں ان کی بجا آوری ہم پر فرض ہے لیکن ان کی ادائیگی میں ہمیں رسول اللہؐ کی سنت کو

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ خدا کی رضا اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ ہم اس کے حبیب ﷺ کی سنت اور فرمودات کی پوری طرح پابندی کریں۔

نیت کا پھل

نوشیرواں ایک بار شکار کے لیے نکلا اسے پیاس نے ستایا تو ایک باغ میں داخل ہوا۔ باغ میں ایک لڑکا بیٹھا تھا اس سے اس نے کہا، کہ مجھے پانی پلاؤ، لڑکے نے جواب دیا پانی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا ایک انار کھلاؤ۔ وہ لڑکا ایک انار توڑ کر لے آیا۔ انار بڑا میٹھا تھا۔ نوشیرواں نے کھاتے ہوئے یہ نیت کرلی کہ یہ باغ اپنے قبضہ میں کرلوں گا۔ اتنے میں انار ختم ہوا تو دوسرا لانے کو کہا، لڑکا ایک ادنیٰ سا انار لے آیا۔ بادشاہ نے دکھایا تو ترش پایا۔ لڑکے سے کہا کہ یہ انار کسی دوسرے درخت سے لائے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا نہیں بلکہ اسی پہلے درخت سے لایا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تو پھر اس کا مزہ کیسے بدل گیا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ جب سے بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۵)

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد

حضرت جنید بغدادیؒ کہا کرتے تھے اس شخص کو کوئی حق حاصل نہیں جسے نہ تو قرآن کا علم ہو نہ احادیث پر عبور رکھتا ہو اور نہ فقہ کے متعلق معلومات ہوں۔ آپ جوں جوں اپنی روحانی نشوونما کا سفر طے کرتے گئے اس بات کا ہر ممکن خیال رکھا کہ کہیں سنتِ رسولؐ سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ آپ کی پوری کوشش یہی تھی کہ آپ کو حدیث و سنت پر عبور حاصل ہو۔ آپ جانتے تھے کہ اگر شرعی تعلیمات سے دور رہے تو یہ اس بات کے مترادف ہوگا کہ لوگ آپ کو پتھر ماریں اور رسوا کریں۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ

شاہ کلیمؒ کو اللہ اور سنتِ رسول سے کس حد تک لگاؤ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر مسجد قبا میں حاضری دینے کی خواہش ہوئی تو پیدل ہی چل پڑے۔ مریدوں نے یہ دیکھا تو تڑپ کر کہا حضرت! یہ کیا کرتے ہیں ہم ابھی آپ کے لیے سواری کا بندوبست کرتے ہیں۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

لیکن آپ نے بے نیازی سے جواب دیتے ہوئے کہا، نہیں سواری کی ضرورت نہیں۔ جب حضورؐ پیدل چل کر مسجد قبا تشریف لے جا کر نماز کی ادائیگی فرماتے تھے تو میں حضورؐ کا ادنیٰ سا غلام ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔

غرض آپ کی زندگی سنتِ رسولؐ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مبارک ہیں وہ پاؤں جو اللہ کی راہ میں گردوغبار سے میلے ہوئے، جن میں چھالے پڑے وہ پاؤں اللہ کی راہ میں اٹھے تھے اس لیے اللہ نے بھی ان پر دوزخ کی آگ حرام فرما دی ہے۔

حضورؐ کی زندگی سادگی کا ایک بہترین اور بے مثل نمونہ تھی۔ آپ کو شان و شوکت کا لباس پہننے سے سخت نفرت تھی۔ موٹے کپڑے کی چادر استعمال کرتے تھے۔ اس لیے شاہ کلیم اللہ بھی آپؐ کی پیروی کرنے کو راہ نجات سمجھتے تھے وہ آپؐ کی طرح صبح بیدار ہو کر غسل کرتے اور صاف شفاف کپڑے پہنتے۔ چونکہ حضورؐ نے اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیا تھا اس لیے آپ بھی اپنے کام خود کرنے کے عادی تھے آپ کی سادگی اور عاجزی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کے جاہ و جلال میں کسی قسم کا فرق آیا ہو۔ بڑے بڑے امراحتیٰ کہ بادشاہ تک آپ کے آگے بات کرنے سے ہکلاتے تھے۔

محدّث صوفی بنو

حضرت جنیدؒ کے مرشد شیخ سقطیؒ نے آپ کو دعا دیتے ہوئے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جنیدؒ! میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ تم ایک محدّث صوفی بنو، نہ کہ لوگ تمھیں صوفی محدّث کہہ کر پکاریں۔ چنانچہ آپ نے پہلے سنت و حدیث کی تعلیم حاصل کی پھر تصوف میں عروج کے لیے ریاضتوں اور مجاہدوں کو اپنایا۔

خواجہ حسن بصریؒ کا فرمان

خواجہ حسن بصریؒ نے اپنے مریدوں کو ایک مرتبہ فرمایا، تم لوگ شکل و صورت میں حضورؐ کے صحابہ کی مانند ہو۔ سب لوگ بہت خوش ہوئے مگر ساتھ ہی خواجہ صاحب نے فرمایا مگر افعال و کردار میں ان سے بالکل برعکس ہو کیونکہ اگر تم لوگ ان کو دیکھ لیتے تو ان کو دیوانہ سمجھتے اور وہ لوگ تم لوگوں کو دیکھ لیتے تو تم میں سے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کسی کو بھی مسلمان نہ سمجھتے اس لیے کہ وہ ایسے پیشوا تھے کہ اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو پرندوں کی طرح اڑتے ہوئے اور ہواؤں کی طرح تیز چلتے ہوئے مگر ہم لوگ ہیں کہ ایسے گدھوں پر سوار ہیں جن کی پیٹھیں زخمی ہیں اور چلانے اور چلنے سے مجبور ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کا فرمان

مخدوم جہانیاں بجید پابند شریعت اور متبع سنت تھے آپ فرماتے تھے کہ جب تک کوئی شریعت کو مضبوطی سے نہ پکڑے گا اس وقت تک وہ کوئی فلاح کا کام نہیں کر سکتا اور جو خیرات ہمیں آتی ہے اس کے پس پردہ مقاصد تو ہم پر عیاں نہیں مگر اتنا جانتے ہیں کہ اس قسم کی یافت حاصل کر کے ساری غرباء میں تقسیم کر دینی چاہیئے۔ آپ ہی نے فرمایا کہ جو شخص طریقت اور حقیقت کو جانتا ہے لیکن شریعت سے واقف نہیں تو وہ شیخ نہیں بلکہ جاہل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی صالح آدمی اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ شریعت، حقیقت اور طریقت کا اس کو علم نہ ہو۔ آپ ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کو خلاف سنت کہا کرتے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کچھ دیر استراحت ضرور فرما لیا کرتے تھے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اَنَا اُصَلِّیْ وَ اَنَامُ یعنی میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

حکایت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اُچ شریف میں ایک شخص کہیں سے آ گیا اس نے اپنی ولایت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ لوگ دھڑا دھڑ اس کے مرید ہونا شروع ہو گئے، آپ کو بھی اشتیاق ہوا کہ اس ولی کامل سے ملاقات کرنی چاہیئے۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو اس شخص نے آپ کو کہا کہ اے مخدوم جہانیاںؒ ابھی ابھی میرا غائب سے رابطہ قائم تھا۔ یہ بات سن کر مخدوم صاحب کو سخت غصہ آیا آپ نے اس سے کہا: "اے بدبخت انسان! تو اپنی خرافات بند کر اور اب از سر نو کلمہ شہادت پڑھ کیونکہ تو کافر ہو گیا ہے۔"

پھر آپ نے قاضی شہر کو جا کر حکم دیا کہ اس جھوٹے ولی کو بتاؤ کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک،

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ورنہ اس پر شرعی حد جاری کی جائے اور اس کے قتل کا حکم دیا جائے۔

شہر میں اس ولی کذاب کے بہت سارے معتقدین تھے اس لیے قاضی شہر نے اس معاملہ میں کوئی پیش رفت کرنے میں تامل کیا، تو آپ حاکم شہر کے پاس پہنچے اور اس کو حکم دیا کہ اگر تم نے اس شخص کے متعلق کوئی نوٹس نہ لیا تو میں بادشاہ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ حاکم شہر نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس جھوٹے ولی کو شہر بدر کر دیا۔ آپ کو شریعتِ محمدیؐ سے والہانہ اور جذباتی لگاؤ تھا۔ آپ کوئی ایسا کام جس میں رائی برابر بھی توحید اور رسالت کے خلاف بات دیکھتے اس کا فوراً قلع قمع فرماتے تھے۔

اتباعِ رسولؐ کا واقعہ

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی زندگی ہدایت اللہ اور فرمانِ رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ہر وہ کام جس کے متعلق پڑھا یا سنا تھا کہ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا اس کا حکم فرمایا ہے، اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے سنا تھا کہ غزوہ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر زخم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور نماز انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر ادا فرمائی تھی۔ لہٰذا اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ نے چار سو رکعت نفل پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر پڑھے۔

حکایت

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا محبوب و مقبول بندہ بن جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتباعِ سنت میں ظاہراً و باطناً کوشش کرے تاکہ اس کو خدا کی قربت نصیب ہو جائے۔

ایک مرتبہ جب ایک صوفی کی لڑکی بالغ ہو گئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ آپ اس بچی کا نکاح کیوں نہیں کر دیتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں کسی مسلمان کا طلبگار ہوں تاکہ اس سے بیٹی کا نکاح کروں۔ لوگوں نے جواباً کہا کہ مسلمان تو بہت ہیں۔ ان صوفی نے جواب دیا کہ

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

میرے نزدیک مسلمان وہ ہے جو اپنے آپ سے گزر کر ذاتِ حق تعالیٰ میں فانی ہو چکا ہو۔ کیونکہ بعض صوفیائے کرام کے نزدیک فنائیت اسلام کی ابتدا ہے۔

اس حکایت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت خواجہ تونسویؒ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیے کہ زہد و ریاضت میں اتنی کوشش کرے کہ اس کو فنا، کلی نصیب ہو جائے کیونکہ اس مرتبہ کے حصول کے بغیر صوفیائے کرام کے مشرب میں وہ صحیح مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اللہ کی معرفت

اللہ کا قرب اور معرفت حاصل کرنے کے لیے جن مشکل اور کٹھن مراحل کو عبور کرنا لازم ہے، ان کی باضابطہ تفصیل

عالم فقری

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

باب ۱۴

اللہ کا شکر

اللہ تعالیٰ کا دوست وہ ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیونکہ دستورِ محبت یہی ہے کہ بارگاہِ رب العزت سے جو مل جائے اس پر ہر دم شکر کیا جائے۔ جہان کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور ہر نعمت پر اس کا شکر کرنا بندوں کے ذمے ہے اللہ اپنے دوستوں پر اپنی نعمتوں کے بڑے بڑے احسان کرتا ہے اور اس کے دوست قدم قدم پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگی کے شب و روز بسر کرتے چلے جاتے ہیں۔ شکر کا مطلب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر احسان مند ہونا ہے۔ دل و جان سے ان کا اعتراف کرنا ہے اور ان کی قدر کرنا ہے اور شکر یہ ہے کہ نعمتیں ملنے پر اس کی اطاعت و عبادت کرے اور اس کی دی ہوئی ہر چیز کو رضائے الٰہی کے مطابق استعمال میں لائے۔ پھر یہ بات بھی شکر میں شامل ہے کہ نعمتیں ملنے پر اللہ تعالیٰ پر خوش ہو جائے کیونکہ شکر کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہے اس لیے یہ ہمیشہ رہنے والا عمل ہے اور جو اس ہمیشہ رہنے والے عمل پر کاربند ہو جائے اسے بھی دوام ہو جائے گا اس لیے بارگاہ رب العزت کا شکر بہت ہی محبوب اعمال میں سے ہے۔

شکر نورِ ایمان ہے، شکر جزوِ اسلام ہے، شکر کنز العرفان ہے، شکر منہاج النبوۃ ہے، شکر رازِ ولایت ہے، شکر حسن کی دولت ہے، شکر چراغِ زندگی ہے، شکر سرمایۂ آخرت ہے، شکر قبر کا ساتھی ہے، شکر صدائے سوز و مستی ہے، شکر اظہارِ مسرت ہے، شکر توشۂ قلندر ہے، شکر حسنِ محبت ہے، شکر جامِ معرفت ہے، شکر معراجِ بشریت ہے، شکر احساسِ ضمیر ہے، شکر آئینۂ اخلاق ہے، شکر تحفۂ خداوندی ہے، شکر پروانۂ جنت ہے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

شکر چراغِ ہدایت ہے، شکر سلیقہ دلنوازی ہے، شکر پروانۂ شاہبازی ہے، شکر اندازِ بے نیازی ہے۔ شکر مومن کی بلند پروازی ہے، شکر علامتِ مسلمانی ہے، شکر متاعِ فقیر ہے، شکر موجِ حیات ہے، شکر لذتِ یکتائی ہے، شکر محبت کی رعنائی ہے، شکر پیامِ زندگی ہے، شکر لذتِ شوق ہے، شکر سوزِ جگر ہے، شکر میراثِ درویش ہے، شکر بیداریٔ دل ہے۔ غرضیکہ شکر ہے تو بندۂ خدا ہے اگر شکر نہیں تو بندۂ خدا بھی نہیں۔

اے میرے دوست! اللہ نے تجھے اور مجھے سلامت پیدا کیا۔ پھر ہر انسان کو جسمانی صحت عطا کر رکھی ہے۔ پھر وہی ہر ایک کا نگہبان اور محافظ ہے، ہر لحاظ سے عافیت کا ذمہ دار ہے پھر ہر ایک کو چاہیئے کہ اسی خالق کا شکر ادا کرے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے پینے، چلنے پھرنے، رہنے سہنے کے لیے بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ عقل دی ہے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے، آزادی کی نعمت دے رکھی ہے، ارادہ پر اختیار دیا ہے آفتوں سے حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ نیک اعمال کی توفیق عطا کر رکھی ہے۔ غرضیکہ دینی اور دنیوی ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے۔ کیونکہ روحانیت میں شکر کا مقام بہت بلند ہے اور یہ مقام صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مقام کو حاصل کر لینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں مگر شاکر وہی بنتا ہے جو شکر گزاری کا راستہ اختیار کرتا ہے لہٰذا شکر گزاری کی راہ اختیار کر، پھر دیکھ تو اللہ تعالیٰ کے کتنا قریب ہو جائے گا۔

اللہ کا شکر کرو

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کا ہر دم شکر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے کہ اگر اس کی مخلوق پیدائش سے موت تک رات دن اس کی کرم نوازیوں کا شکر کرے تو پھر بھی حقِ شکر ادا نہیں ہوتا چونکہ پروردگارِ عالم نے جا بجا فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ — پس تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۵۲)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق کا مل جانا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے لہٰذا اس پر حکم ہوا ہے کہ میرا شکر کرتے رہو اور میری اس نعمت کا انکار کرکے میری ناشکری نہ کرو۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ — اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

(پ ۲، بقرہ ۱۷۲)

اللہ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ کثرت سے اس کی عبادت کی جائے اور قبولِ عبادت کے لیے پاکیزہ رزق کھایا جائے اور ان دونوں کے بدلے میں اس کا شکر ادا کیا جائے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ — اگر تم اللہ کا شکر کرو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدردان جاننے والا ہے (پ ۵، نساء ۱۴۷)

صاحبِ ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو فراموش نہ کیا جائے بلکہ اس کے احسانات کی قدر کی جائے اور قدر کے طور پر اس کا قول و فعل سے اقرار کیا جائے یہی اقرار اور اعتراف دراصل اللہ کا شکر ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ — اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو (پ ۱۴، نحل ۱۱۴)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رزق حلال کا ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے پھر اس نعمت کو پانے کے بعد اسے جائز طریقے سے استعمال میں لانا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ پھر رزق کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنا بھی انسان کے فریضہ سے ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔

اور جب تمہارے رب نے تمھیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تمھیں اور زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت شدید ہے۔ (پ ۱۳، ابراہیم ۷)

اصولِ خداوندی ہے کہ وہ شکر گزاروں کی نعمتوں کو بڑھا دیتا ہے اور نعمتوں کے منکروں اور چھپانے والوں کو ناشکروں میں شمار کر کے ان سے اپنی نعمتوں کو چھین لیتا ہے، اور آخرت میں ناشکری کی سخت سزا دے گا اس لیے اللہ کے دیے ہوئے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے تاکہ رزق میں اضافہ ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۔

ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تاکہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے فائدے ہی کے لیے کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ اس سے بے پروا ہے، حمد والا ہے۔ (پ ۲۱، لقمان ۱۲)

حضرت لقمان اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انسانوں میں سے تھے اللہ نے انھیں حکمت یعنی دانائی عطا فرمائی لہٰذا وہ جو بات کہتے وہ حکمت سے خالی نہ ہوتی تاکہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شکر کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر بزرگی عطا فرمائی ہے اس پر میری شکر گزاری کر کیونکہ نعمت ملنے پر اللہ کا شکر کرنا انسان کے فریضہ میں شامل ہے۔ شکر گزاری دراصل شکر گزار ہی کے لیے نفع بخش ہوتی ہے،

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اس لیے ہردم اللہ کا شکرگزار بندہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ٥

اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے دریا کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور شکر گزار بنو۔

(پ ۲۵، جاثیہ ۱۲)

اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر ایک احسان یہ ہے کہ اس نے دریاؤں کو انسان کے تصرف میں دے دیا ہے تاکہ لوگ ان میں کشتیاں چلا کر مالی فائدہ اٹھائیں، اپنے تجارتی مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں تاکہ روزی حاصل ہو۔ اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ترغیب دی ہے کہ میرا شکر ادا کرو۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے شکر کے بارے میں مزید تاکید یوں فرمائی ہے کہ:

لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِہِمْ اٰیَۃٌ ج جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ط کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَ اشْکُرُوْا لَہٗ ط بَلْدَۃٌ طَیِّبَۃٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ٥

قوم سبا کے لیے اپنی بستیوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانی تھی، ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے، اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہ تمھارا شہر پاکیزہ ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ (پ ۲۲، سبا ۱۵)

قوم سبا یمن میں رہتی تھی، تبع بھی ان میں سے تھے بلکہ بلقیس بھی انھی میں سے ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بڑی نعمتوں سے نوازا اور بے شمار راحتیں مہیا کیں۔ اس بستی کے لوگ بڑے سکھ چین سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر مبعوث فرمائے تو انھوں نے آکر اس قوم کو خبردار کیا کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمھیں دی ہیں ان کا اللہ کے حضور شکر ادا کرو کیونکہ جس شہر میں تم رہتے ہو اللہ تعالیٰ نے اسے پاکیزہ بنا رکھا ہے مگر جونہی اس قوم نے ناشکری کی تو ان کی بستی تباہ و برباد ہو گئی۔

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝

کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے موت کا وقت مقرر ہے ۔ جو شخص دنیا میں اپنے اعمال کا بدلہ لینا چاہے اس کو ہم دنیا میں دے دیتے ہیں اور جو آخرت میں ثواب حاصل کرنا چاہے تو ہم اسے آخرت میں اجر دے دیں گے اور شکر کرنے والوں کو بہت جلد اجر دیں گے ۔ (پ ۴، آل عمران ۱۴۵)

جہاد ایک اچھا عمل ہے جس میں انسان اللہ کے حضور اپنی جان قربان کرنے کی پیشکش کرتا ہے ۔ اگر اللہ اس کی اس پیشکش کو قبول فرمائے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے ۔ کیونکہ موت کا ایک دن تو ہر ایک کے لیے مقرر ہے اور اس وقت پر وہ ضرور مر جائے گا ۔ خواہ جہاد کے ذریعے مر جائے یا کسی اور سبب سے مرے اس لیے اگر جہاد میں کسی کا مرنا قبول ہو جائے تو یہ اللہ کا اس پر بہت بڑا احسان ہے ۔ اس احسان کے بدلے میں اسے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور شکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت بہتر اجر دے گا خواہ کوئی اس کا اجر دنیا میں لے لے یا آخرت میں لے ۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے کی ترغیب یوں فرمائی ہے ۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝

وہ اس کے لیے جو وہ چاہتا بناتے تھے یعنی اونچے محل تصویریں ، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی دیگیں ملے داؤد کی اولاد شکر کرو ، میرے بندوں میں سے بہت کم شکر کرنے والے ہیں (پ ۲۲، سبا ۱۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام آلِ داؤد سے تھے وہ جو چاہتے ان کے لیے تعمیر کیا جاتا تھا

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ان نعمتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آلِ داؤد شکر گزار بندوں کی طرح عمل کرو۔ یعنی جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمھیں دی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال میں لاؤ اور یہی درحقیقت شکر گزاری ہے اور اس طرح حقیقی معنوں میں شکر کرنیوالے بہت کم بندے ہوتے ہیں۔

شکر سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ

اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے وہ اپنے بندوں سے ناشکری پسند نہیں کرتا۔ اگر شکر کرو گے تو اللہ تم سے راضی ہوگا

(پ ۲۳، زمر ۷)

اللہ کے راضی ہونے کا راز اس کا شکر ادا کرنے میں ہے اس لیے یاد رکھو کہ ناشکریوں میں اللہ نہیں ملتا، اگر اللہ کو پانا ہے تو شکر کی راہ اختیار کرو، وہ ضرور اپنی معرفت سے اور نعمتوں سے مالا مال کر دے گا۔

شکر کا فائدہ شکر کرنے والے کے لیے ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ۖ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝

تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے اپنے فائدے ہی کے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے، تو بیشک میرا رب بے پروا، کرم والا ہے۔

(پ ۱۹، نمل ۴۰)

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو توفیق بخشی کہ وہ چشم زدن میں ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

لے آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں یہ بات اٹھی کہ اس وقت میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپنی خواہش پوری ہونے پر اللہ کا شکر ادا کروں اور میرا ایسا کرنا دراصل میرے اپنے لیے ہی بہتر ہوگا کیونکہ اللہ کی نعمت پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس کے بندوں پر لازم ہے۔

ایسے ہی ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکر کی تاکید فرمائی ہے:

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔	فرمایا اے موسیٰ! میں نے تجھے اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لیے منتخب کر لیا ہے پس جو میں نے دیا ہے اسے لے لیں اور میرے شکر کرنے والے بندوں میں سے ہو جائیں۔ (پ ۹، اعراف ۱۴۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی نعمتیں یعنی رسالت اور ہم کلامی کا شرف دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! انھیں بصد شوق اور مسرت قبول کر لو اور اس کرم نوازی پر میرا شکر ادا کرو تاکہ تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوتِ حق دی تو انھیں ساتھ شکر کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔	تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو اور یہ سب تم نے جھوٹ بنا رکھا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ تمھارے رزق کے مالک نہیں ہیں پس اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرو اور عبادت کرو اور اس کا شکر کرو۔ بیشک تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (پ ۲۰، عنکبوت ۱۷)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کرنے کے بعد اس کی عبادت کرنا ضروری ہے کیونکہ عبادت میں انسانی عظمت ہے اور اسی سے انسان کو اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے لہذا ان دونوں نعمتوں کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

رزق ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو چلاتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تاکہ تمھیں اپنی رحمت سے مستفید فرمائے اس کے حکم سے کشتیاں چلیں تاکہ تم اس کا فضل یعنی رزق تلاش کرلو اور اسی پر تمھیں چاہیئے کہ اس کا شکر ادا کرو

(پ ۲۱ ، روم ۴۶)

اللہ کا بندہ بننے کے لیے اس کے رزق کو تلاش کرکے پانے کے بعد اس پر شکر ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

فضیلتِ شکر

شکر چونکہ اوصاف ولایت میں سے ہے اس لیے اس کا مقام بہت بلند ہے اور اس کا درجہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں کی بنا پر زندگی کے لمحہ لمحہ پر شکر کی ضرورت ہے تاکہ اللہ کی توصیف وحمد کا اقرار ہوسکے۔ اس اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات شکر کے بارے میں ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضرت ابوبکر رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اچھی خبر ملتی تو سجدہ کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے۔ (ابوداؤد)

حضرت سعد بن وقاص رض روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور جب مقام عزوزا پہنچے تو وہاں قیام کیا پھر سرکار ؐ نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور سجدہ کیا۔ یہ سجدے طویل تھے، سجدہ سے اٹھ کر دعا فرمائی پھر سجدہ میں چلے گئے، سجدہ سے اٹھ کر دعا فرمائی اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر دعا فرمائی اور طویل سجدہ کیا۔ آخری سجدہ سے اٹھ کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے امت کی شفاعت کی تو میرے رب نے میری امت کی تہائی کی مغفرت کی۔ میں نے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ شکر کیا اور امت کے لیے پھر دعا کی تو رب کریم نے اس کی تعداد دو تہائی کر دی۔ میں نے پھر سجدہ شکر کر کے دعا کی تو رب کریم نے بقیہ تہائی امت کی بھی مغفرت فرما دی۔ میں نے رب کی بارگاہ میں پھر طویل سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ بن جبل رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! میں تمہیں محبوب رکھتا ہوں، معاذ کہتے ہیں کہ میں نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ کو محبوب رکھتا ہوں، اس پر سرکار ؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو کہنا نہ چھوڑنا "خداوندا اپنے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت پر میری مدد فرما۔" (احمد، نسائی)

حضرت جابر بن عبداللہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کوئی چیز دی جائے تو اگر اس میں طاقت ہو تو اس کا بدلہ دے اور اگر استطاعت نہ ہو تو اس کی تعریف کرے۔ جس نے اس کی تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے بندے سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کیا میں نے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

تیرے جسم کو درست نہیں رکھا اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ تقویٰ اختیار کر تو لوگوں میں سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے، قناعت اختیار کر تو سب سے زیادہ شکرگزار بن جاؤ گے اور جو اپنے لیے چاہتے ہو وہ لوگوں کے لیے پسند کرو تو مومن بن جاؤ گے، اپنے ہمسایہ سے نیکی کرو تو مسلم بن جاؤ گے اور کم ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت صہیب رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے کاموں پر تعجب ہے کہ اس کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں، اگر اسے خوشی پہنچے اور شکر ادا کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوذر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے حدیث قدسی کے بارے میں فرمایا رب کریم فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اس کو تمہارے لیے بھی حرام کیا ہے۔ تم آپس میں ظلم و تشدد نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گمراہی میں مبتلا ہے مگر جس کو میں ہدایت سے نوازوں۔ تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو ہدایت دوں گا اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں غذا فراہم کروں لہٰذا مجھ سے غذا طلب کرو میں تم کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں لباس عطا کروں، تم مجھ سے لباس طلب کرو میں تم کو کپڑے پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم شب و روز گناہوں میں مبتلا رہتے ہو اور میں سب کے گناہ معاف کرتا ہوں مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا اے میرے بندو! نہ تو تم مجھ کو ضرر پہنچا سکتے ہو اور نہ مجھے نفع دے سکتے ہو، اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب سے پہلا اور سب سے آخری انسان اور تمام انس و جن اگر قلب خاشع کے ساتھ آئیں تو کوئی بھی میرے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ملک میں زیادتی نہیں کرسکتا، اے میرے بندو! اگر تمھارا پہلا اور آخری یا تمام جن و انس مل کر برے دل کے ساتھ میرے ملک میں کچھ نقصان کرنا چاہیں تو وہ ایسا نہ کرسکیں گے اے میرے بندو! اگر اگلے پچھلے انسان اور جن ایک مقام پر جمع ہوکر مجھ سے کچھ مانگیں اور کچھ دریافت کریں تو میں ان کے سوالات کو پورا کروں گا اور اس سے میرے خزانہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور اس کی کیفیت یہ بھی نہ ہوگی جیسا کہ سوئی کو دریا میں بھگویا جائے، اے میرے بندو! میں تمھارے اعمال کو یاد رکھتا ہوں اور ان کی جزا بھی اسی طرح دوں گا پس جو بھلائی پائے تو اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور جو شخص برائی میں مبتلا ہو تو اس کو اپنے نفس پر ملامت کرنی چاہیئے۔ (مسلم)

حضرت شداد بن اوس اور جناب صنابحی رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ ہم دونوں ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے اور ہمارے معلوم کیا صبح کیسی گذری تو اس نے جواب دیا اچھی طرح۔ اس موقعہ پر جناب شداد نے کہا تمھیں گناہوں کی معافی اور خطاؤں کے معاف ہونے پر خوشخبری ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے رب کریم کا ارشاد ہے کہ میں جب کسی ایماندار بندے کو مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس مصیبت پر شاکر رہتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک ہوگا جیسا کہ وقت ولادت تھا۔ رب تعالیٰ نے (فرشتوں سے) یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو مقید کیا اور مبتلائے آزمائش بھی لہذا تم اس کے نامہ اعمال میں اس کے لیے وہ اعمال خیر لکھتے رہو جو وہ اپنی صحت و عافیت کے دور میں کیا کرتا تھا۔ (احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کا ذکر کرے تو اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے چھپایا، اس نے ناشکری کی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ اللہ کا

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہے جس کو میں کبھی ترک نہیں کرتا وہ یہ ہے کہ خداوندا مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرا خوب شکر کروں اور بہت زیادہ ذکر کروں، تیرے احکامات کی پابندی کروں اور تیری نصیحت کو یاد رکھوں۔ (ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیۃ والذین یکنزون الذھب و الفضۃ نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ اس موقع پر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یہ آیت تو سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ہمیں یہ پتہ چل جاتا کہ کونسا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو لیتے اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا، کہ بہترین دولت یاد الٰہی میں مشغول رہنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور مسلمان کی بیوی اس کے ایمان پر مدد کرنے والی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کہا جائے گا کہ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں، لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا ان کے لیے ایک جھنڈا لگایا جائے گا اور وہ تمام جنت میں جائیں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ حمد کرنے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو لوگ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم ج ۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عبادت کے لیے) رات کو کھڑے رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں سب کے گناہ معاف کر دیے۔ آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں۔ (بخاری و مسلم)

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے کے بعد یا پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (مسلم)

حضرت عطاء رضؓ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنائیں۔ حضرت عائشہ رضؓ اشکبار ہو گئیں اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات عجیب نہیں تھی۔ سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات آئے اور بستر پر تشریف فرما ہوئے، کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضؓ مجھے اجازت دو تاکہ میں اللہ کی بندگی میں مشغول ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ میری تو یہی آرزو ہے کہ آپ کی قربت وصحبت مجھے حاصل ہے لیکن خیر (چونکہ آپ کا ارادہ ایسا ہی ہے تو) تشریف لے جائیے۔ تب آپ اٹھ کھڑے ہوئے، مشکیزہ سے پانی لیا۔ طہارت کی، تھوڑا سا پانی بہایا اور نماز کے لیے نیت باندھ کر حضور حق میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ رات بھر اسی حالت میں گزر گئی، اور صبح ہو گئی اور حضرت بلال رضؓ آ گئے اور آپ نماز فجر کے لیے ان کے ساتھ ہو لیے میں نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیے ہیں تو پھر آپ کس لیے آنسو بہایا کرتے ہیں؟ فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ میں اس کے حضور میں ہدیۂ اشک کیوں نہ پیش کروں جس نے یہ آیت مجھ پر نازل فرمائی۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ۚ	بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں، اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لیے، جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی یاد کرتے ہیں۔ (پ ۴، آل عمران ۱۹۰-۱۹۱)

پس اہل شکر اس عنایتِ الٰہی کے سپاس گزار ہوتے ہیں کہ یہ درجۂ بلند انھیں عطا ہوا

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

لہٰذا وہ رونے لگتے ہیں لیکن یہ رونا خوشی کا رونا ہوتا ہے نہ کہ غم اور خوف کا۔ جیسا کہ ایک پیغمبر کے بارے میں روایت ہے کہ راستے میں چلے جارہے تھے کہ ایک چھوٹا سا پتھر نظر پڑا جس میں سے بہت سا پانی بہ رہا تھا۔ پیغمبر کو جب اس بات پر تعجب وحیرت ہوئی تو حق تعالیٰ نے پتھر کو قوتِ گویائی عطا کردی اور اس (پتھر) نے کہا کہ یہ پانی جو آپ دیکھ رہے ہیں تو دراصل یہ آنسو ہیں اور تب سے جاری ہیں جب سے یہ آیت میں نے سنی ہے کہ:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

پس اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔

اللہ کے نبی نے اللہ سے دعا مانگی کہ اس پتھر کو جہنم کی آگ سے بچالے۔ اللہ نے دعا قبول فرمالی، کچھ مدت گزرنے کے بعد ان کا پھر اسی طرف جانا ہوا، دیکھا تو پتھر برابر روئے جا رہا ہے، انھوں نے پوچھا کہ اب کیوں روئے جارہے ہو؟ پتھر نے جواب دیا اس وقت خوف کی وجہ سے رو رہا تھا اور اب خوشی اور مسرت میں رو رہا ہوں۔

انسان کا دل بھی پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اس کی سختی خوف اور شکر دونوں حالتوں میں گریہ وزاری کرنے سے ختم ہوتی ہے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائیں گے تو ایک منادی والا ندا کریگا جسے تمام مخلوق سنے گی "آج اس مجمع میں معلوم ہوجائے گا کہ عزت والے لوگ کون ہیں وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے" اس پر کچھ لوگ اٹھیں گے جو تھوڑے سے ہوں گے۔ وہ پھر آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جنھیں خرید وفروخت اور تجارت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی، کچھ تھوڑے سے لوگ اور کھڑے ہوجائیں گے منادی پھر آواز لگائے گا، وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جو خوشحالی اور تنگدستی کے ہر حال میں

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہتے اور شکر کیا کرتے تھے اس پر بھی کچھ تھوڑے سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد باقی لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت قتادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں جس کو عطا ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب ہو گئیں، اللہ کا ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل، صبر کرنے والا بدن اور ایماندار نیک بیوی۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر چھوٹی یا بڑی نعمت کا انعام فرماتے ہیں اور وہ بندہ اس پر الحمد للہ کہتا ہے تو اسے اس سے بڑھیا نعمت عطا ہوتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کا ہر حال خیر ہی خیر ہے، اسے کوئی بھلائی میسر آتی ہے اور اس پر شکر کرتا ہے تو اس کے لیے خیر ہے۔ اگر کوئی تکلیف یا آفت پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ کھانے میں چار چیزوں سے کمال آتا ہے۔ حلال ہو، کھاتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، کئی ساتھی مل کر کھا رہے ہوں اور یہ کہ کھا چکنے کے بعد اللہ کی حمد کی گئی ہو۔ (تنبیہ الغافلین)

عمرو بن شعیب اپنی سند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شاکر اور صابر لکھا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر کے لوگوں کو دیکھے اور ان کی پیروی کی کوشش کرے، دوم یہ کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کم درجہ والوں کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی چار قسمیں بنائیں، ملائکہ، جن، انسان، شیاطین۔ پھر ان کے دس حصے کیے، نو حصے ملائکہ کے اور ایک حصہ انسان، جن اور شیاطین کا۔ بعض یوں کہتے ہیں کہ مخلوق کے دس اجزاء میں سے نو حصے شیاطین اور جنوں کے ہیں اور ایک انسانوں کا۔ پھر انسانوں کی ایک سو پچیس قسمیں بنائیں ان میں سے ایک سو تو یاجوج، ماجوج، ساتوج، مالوق وغیرہ ہیں جو سبھی کفار اور جہنمی ہیں اور باقی پچیس میں سے بارہ روم، خزر، سقلاب وغیرہ اور مغرب میں زط، حبش، زنج وغیرہ اور مشرق میں ترک، خاقان، غزنغز، غلج، کیماک اور یمک۔ یہ سب بھی جہنمی ہیں، بجز ان کے جو ایمان لے آئیں اور ایک سو پچیس قسم کے لوگوں میں سے صرف ایک قسم مسلمانوں کی جہنم سے باقی رہی، لہٰذا مومن کو اس انعام عظیم کی قدردانی اور اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے اس کا انتخاب فرمایا اور مومنین کی قسم میں سے بنایا۔ پھر مسلمانوں کی تہتر شاخیں بنائیں جن میں سے بہتر شاخیں اپنی مختلف آراء اور خواہشات کی وجہ سے گمراہ ہو گئیں۔ صرف ایک شاخ سنت کے طریق پر قائم رہی اور اس کو اہل سنت میں سے بنایا۔ (تنبیہ الغافلین)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مصیبت میں مبتلا ہوا اور اس نے صبر کیا اور جب اس کو عطا کیا گیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اس پر کسی نے ظلم کیا تو اس نے بخش دیا اور اگر اس نے ظلم کیا تو استغفار کی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور! ایسے شخص کا کیا حال ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت سے بہرہ یاب ہیں (عوارف المعارف)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت و تکلیف (ہر حالت) میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (عوارف المعارف)

Marfat.com
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حضرت ادریس علیہ السلام

کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو مغفرت کی بشارت دی تو انھوں نے زندگی چاہی۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا، کہا کہ میں اس لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ میں اس کا شکر ادا کروں کیونکہ اس سے پیشتر میں مغفرت کے لیے عمل کرتا تھا۔ اس پر فرشتے نے اپنا پر پھیلایا اور انھیں اٹھا کر آسمان پہ لے گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی کہ اے اللہ! آپ نے آدم علیہ السلام پر کیا کیا احسانات فرمائے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا، ان میں اپنی روح پھونکی، جنت میں ٹھکانہ دیا اور حکم دے کر فرشتوں سے سجدہ کرایا، ان انعامات پر وہ شکر کریں بھی تو کیا ادا ہو سکے گا، ارشاد ہوا اے موسیٰؑ! آدمؑ پر جو انعامات ہوئے تھے اس نے یہ سب جان کر میری حمد و ثنا کہی۔ بس یہی ان سب انعامات کا شکر تھا۔

وحی کا پیغام

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں پہ رحم کھاؤ خواہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوں یا نہ ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا جو مبتلا نہیں ان پر کیونکر رحم کھاؤں؟ فرمایا اس لیے کہ جو عافیت میں نے انھیں دے رکھی ہے اس پر وہ شکر گزار نہیں ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی کہ اے اللہ! میں آپ سے چار چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، ذکر والی زبان مانگتا ہوں، شکر والا دل اور صبر کرنے والا بدن اور ایسی بیوی جو دنیا اور آخرت میں میری مددگار بنے۔ اور ایسی اولاد سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو مجھ پر آقائی کرے اور ایسی بیوی سے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

جو مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دے اور ایسے مال سے جو مجھ پر وبال بنے اور ایسے پڑوسی سے جو میری نیکی دیکھ کر چھپائے اور برائی کا چرچا کرتا پھرے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ میں تیرا کیسے شکر ادا کروں جبکہ میرا شکر ادا کرنا بھی تیری ایک عنایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن اپنے اصحاب کی طرف تشریف لے گئے، اونی کرتا، اونی چادر بلکہ سبھی کپڑے اون کے پہنے ہوئے، سر کے بال اور مونچھیں صاف، بھوک سے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا پیاس سے ہونٹ سوکھے ہوئے، سینے اور بازوؤں کے بال بڑھے ہوئے اور گریہ طاری تھا۔ السلام علیکم کے بعد فرمانے لگے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم سے دنیا کو اس کے مقام پر رکھا اس میں کوئی تعجب یا فخر کی بات نہیں۔ اے بنی اسرائیل! تم دنیا کو ذلیل سمجھو گے تو یہ ذلیل ہو کر تمھارے پاس آئے گی۔ تم اسے بے وقعت بناؤ تا کہ تمھاری آخرت پُروقار بنے۔ اور آخرت کو ذلیل نہ سمجھو کہ اس سے دنیا کی وقعت تمھارے دل میں آئے گی، دنیا کوئی فضیلت و کرامت کی مستحق نہیں، جو ہر روز کسی نہ کسی فتنہ اور خسارے کی طرف بلاتی ہے، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر میرے ساتھی اور ہم نشین ہو تو دنیا کے ساتھ بغض، عداوت کو اپنی عادت بنا لو ورنہ تم میرے ساتھی بننے کے اہل نہیں۔ اے بنی اسرائیل! مساجد کو اپنے گھر اور قبروں کو اپنی منزل سمجھو اور مہمانوں کی طرح سے رہو۔ کیا تم فضا کے پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کھیتی باڑی نہیں کرتے اور آسمان والا خدا انھیں رزق پہنچاتا ہے۔ اے بنی اسرائیل! جَو کی روٹی اور سبزیاں کھایا کرو اور یقین جانو کہ تم اس کا بھی شکر ادا نہیں کر رہے تو اس سے بھی بڑھ کر نعمتوں کا شکر کیسے ادا ہو گا۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

حمد و ثنا اور شکر انبیاء کی عبادت ہے

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ہے کہ حمد و شکر زمین اور آسمان کی عبادت ہے۔ شکر انبیاء علیہم السلام کی عبادت ہے۔ اہلِ زمین اور اہلِ جنت کی عبادت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عبادت تو اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب چھینک آئی تو الحمد للہ کہا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے مومن ساتھیوں سمیت نجات بخشی اور دوسروں کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کی حمد کہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔

پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے یعنی ان کے افعال و تکالیف سے نجات دی۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے بھی فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۔

تمام حمد و ثنا خدا کے لیے سزاوار ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق دیے۔ حقیقت یہ ہے میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔

حضرت داؤد اور سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام بھی فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

اور اہل جنت چھ مواقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد کہیں گے ایک اس وقت جب

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ کہ اے مجرمو الگ ہو جاؤ

کا اعلان ہوگا اور وہ نیک لوگوں سے الگ ہو جائیں گے تو یہ کہیں گے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ حمد و ثنا اس ذات کے لیے ہے جس نے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

الظّٰلِمِیْنَ ہ — لوگوں سے رہائی دلائی

دوسرے پل صراط سے جب گزر جائیں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ — اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے رنج و غم دور کیا بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا، اور بڑا قدردان ہے۔

تیسرے جب آبِ حیات سے غسل کرکے جنت کی طرف نگاہ کریں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ط — اللہ کا لاکھ لاکھ احسان اور شکر ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے۔

چوتھے جب جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ ط — اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا۔

پانچویں جب اپنی قیام گاہوں میں قرار پکڑیں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ فَضْلِہٖ ط — اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے رنج و غم دور کیا اور بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل سے ہم کو ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا۔

اور چھٹے جب کھا پی کر فارغ ہونگے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہیں گے (تنبیہ الغافلین)

شکرِ صوفیاء

شکر اللہ کے بندوں کا وصف ہے مگر عجز کے طور پر اللہ کے بندے ہمیشہ یہی خیال

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کرتے ہیں کہ جس حد تک انھیں شکر ادا کرنا چاہیئے وہ نہیں کر سکے، بزرگانِ دین کے شکر کے بارے میں تصورات اور اعمال حسبِ ذیل ہیں:

حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے کہ نعمت یا خوشی حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر راضی کرنا ہے۔

جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو احسان کا اہل ہی نہ سمجھے۔

شبلیؒ فرماتے ہیں کہ احسان کرنے والے کو نگاہ میں رکھنا شکر ہے نہ کہ احسان کو نگاہوں میں رکھنا۔

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ عوام کا شکر تو کھانے اور لباس پر ہوتا ہے مگر خواص تو ان واردات پر شکر ادا کرتے ہیں جو ان کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اس کے احسان کو حاصل کرنے میں اپنے آپ کو مستحق نہ سمجھے بلکہ طفیلی سمجھے۔

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ شکر تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام کی تمام طاقت احسان کنندہ کی اطاعت میں لگا دے۔

کہا جاتا ہے کہ احسان جو کہ موجود ہے اس کی حفاظت کرنا اور طلب مزید کا جو اس وقت معدوم ہے طلب کرنا شکر ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ شکر کے اندر (شکر کرنے کا) سبب پایا جاتا ہے اس لیے کہ شاکر اپنے لیے اور عنایات کا طالب ہوتا ہے لہذا شکر گزار درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو کر اپنی ذات کے لیے حظ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطیات پر جو کسی طرح بھی واجب نہیں ہیں اس کی تعریف کر کے لذت حاصل کی جائے۔

کہتے ہیں کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ تو لوگوں کے عیبوں پر پردہ ڈالے اور کان کا شکر یہ ہے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کہ جو عیب کی بات سنے اس پر پردہ ڈالے۔

• کہتے ہیں کہ چار چیزوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ (۱) بہرے سے راز میں بات کرنے کا (۲) ناشکرگزار پر احسان کرنے کا (۳) شور زمین میں بیج ڈالنے کا (۴) سورج کی روشنی میں چراغ جلانے کا۔

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ تو شکر ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز سمجھے کہتے ہیں کہ کسی کا شکر ادا کرنے پر شکر کرنا شکر کرنے سے زیادہ کامل ہوتا ہے کیونکہ تو اپنی شکر گزاری کو بھی اسی (اللہ تعالیٰ) کی توفیق میں سے شمار کرے گا اور یہ توفیق بھی تم پر انعامات بخشنے کی خاطر ہو گی لہذا تو شکر پر بھی شکر ادا کرے گا پھر شکر پر شکر کرے گا اور پھر یہ سلسلہ لامتناہی ہو جائے گا۔

دو نعمتیں سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر دو نعمتیں میسر آجائیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہو اور شکر کرو، ایک تو یہ کہ تو بادشاہ کے دروازے پر جانے سے محفوظ رہے، دوسرے طبیب کے پاس جانے سے۔

چار نعمتیں اور اللہ کا شکر کسی حکیم کا قول ہے کہ میں چار نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں قسم کی مخلوق بنائی ہے اور میں نے دیکھا کہ ان سب میں بنی آدم اشرف المخلوقات ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے بنایا ہے، دوسری یہ کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مردوں میں پیدا فرمایا تیسری یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ اسلام تمام دینوں میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی اللہ پاک نے مسلمان بنایا ہے۔ چوتھی یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب امتوں میں افضل ہے اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اسی امت میں پیدا فرمایا۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

شکر کی قسمیں کہتے ہیں کہ شکر کی دو قسمیں ہیں، ایک عام، دوسرا خاص، عام تو یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور اس کی نعمت کا اعتراف کرے اور شکر خاص یہ ہے کہ زبان سے حمد و ثنا اور دل سے معترف اور اعضاء سے عظمت کا اظہار کرے۔ زبان اور باقی اعضاء کو ناجائز امور سے محفوظ رکھے۔

محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ شکر عمل کا نام ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا — اے داؤدؑ کے خاندان والو تم سب شکر یہ میں نیک کام کیا کرو جن سے ادائے شکر ہو جائے۔

شکر کا کمال فقیہہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر تین چیزوں سے کمال پاتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی نعمت عطا ہو تو معطی کا تصور کر کے اس کی حمد و ثنا کرے، دوسرے جو عطا ہوا اس پر راضی رہے۔ تیسرے یہ کہ جب تک اس نعمت کا نفع حاصل ہے اور اس کی قوت جسم میں ہے تو منعم کی معصیت نہ کرے۔

شکر کی حقیقت حضرت ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ شکر کی حقیقت اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ نہایت عاجزی کے ساتھ انعام کرنیوالے کی نعمت کا اعتراف کرے۔

اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مجازاً شکور کہا جائے گا یعنی یہ کہ وہ اپنے بندوں کو شکر گزاری پر جزا دیتا ہے لہٰذا شکر کی جزا دینے کو یہاں شکر کہا گیا۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے،

جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُهَا — برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہو گا

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ معمولی سے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے " دابۃ شکور" یعنی وہ جانور جسے باوجود اس کے کہ کم چارہ دیا جاتا ہو وہ زیادہ موٹا ہو۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ محسن کے احسان کا ذکر کر کے اس کی

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

تعریف کی جائے۔ چنانچہ بندے کا شکر گزاری کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف کرے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا یہ ہوگا کہ وہ بھی بندے کے احسان کا ذکر کر کے اس کی تعریف فرماتے ہیں۔ مزید برآں بندے کا احسان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کرنے کا انعام عطا کرے اور دل سے اس کا اقرار کرے۔

حضرت علی ہجویریؒ کا ارشاد

حضرت سید علی ہجویری کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے جو اسی نعمت کی جنس سے ہو۔ تندرستی اللہ تعالیٰ کی بڑی بھاری نعمت ہے۔ ہر عضو پر زکوٰۃ ہے وہ اس طرح ادا کرے کہ انسان سب اعضاء کو عبادتِ الٰہی میں مصروف رکھے اور اسے لہو و لعب کے کام میں نہ لگائے تاکہ نعمتِ صحت کی زکوٰۃ کا حق ادا ہو جائے۔

شکر باعث برکت ہے

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اے بندے! تیرا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر راضی و شکر گزار رہنا تیرے لیے برکت و سعادت کا موجب ہے لہٰذا معبود واحد کی اطاعت و فرمانبرداری سے تو اپنے مقصود و مطلوب کو پائے گا اور دنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو حاصل کریگا اور تیرے درجات بلند کیے جائیں گے۔

نعمت کا شکر

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نعمت عطا فرمائے تو وہ اسے رد نہ کرے بلکہ قبول کر کے شکر ادا کرے۔ نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کی قدر جانے۔ جو شخص چاہے کہ نعمت ہمیشہ قائم رہے تو وہ نعمت کی قدر پہچانے اور جو چاہے کہ وہ اس کی قدر پہچانے تو وہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

فرمانِ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے شکر کے بارے میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جو کچھ مرحمت فرمائے اس پر صبر و شکر اور قناعت کر، کفرانِ نعمت نہ کر۔ کہ یہ غضب الٰہی کا باعث ہے۔ شکر نعمت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس سے رزق میں اضافہ اور صحت و عافیت حاصل ہوتی ہے اور دنیا کی اور عقبیٰ کی سختیاں انسان سے رفع دفع کی جاتی ہیں۔ پس یاد رکھ کہ توکل علی اللہ کے ہوتے طلب و جستجو ترک کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ تجھے تیرا رزق اور ضروریات ضرور مہیا کرے گا۔ پس صبر و شکر اختیار کر اور اپنا حال و اطمینان کسی وجہ سے برباد نہ ہونے دے۔ تیرا ہر فعل اور ہر حرکت و سکون حکم الٰہی کے تحت ہوں۔ ورنہ تو فساق اور بندگانِ نفس میں شامل کر دیا جائے گا۔ جو اپنے آپ پر اور مخلوقات پر بلا وجہ ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں۔

شکر کی تعریف

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا ہے کہ شکر یہ ہے کہ انسان کا دل منعم تعالیٰ کی عبادت پر جم جائے اور انسان اپنے رب سے ڈرے جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔ اللہ کو یاد کرے اور اس سے غافل نہ ہو۔ شکر کرے اور ناشکری نہ کرے۔ مزید فرمایا کہ شکر یہ ہے کہ انسان ہر اس کام سے بچے جس پر منعم تعالیٰ غضبناک ہو۔ منعم تعالیٰ پر نظر کرنا شکر ہے اور نعمت پر نظریں جمائے رکھنا کوئی شکر نہیں۔

چار چیزوں کا تعلق

حضرت فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں چار چیزوں سے ہمیشہ کا تعلق رکھتی ہیں، اول عقل علم سے اور علم عقل سے، دوم علم سے عمل اور عمل سے علم، سوم شکر سے نعمت اور نعمت سے شکر، چہارم مال سے تجارت اور تجارت سے مال۔

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

نعمت کے شکر میں مشغولیت

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ایک شخص بیس سال سے نماز جماعت میں نہیں آیا۔ اور کسی سے نہیں ملا۔ آپ نے اس سے جا کر کہا کہ تم نماز میں کیوں نہیں آتے اور نہ کسی سے ملتے ہو؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ صاحب! معاف رکھو میں مشغول ہوں، دریافت فرمایا کس بات میں؟ جواب ملا کہ میری کوئی سانس ایسی نہیں کہ اس کی نعمت مجھ تک نہ پہنچی ہو اور مجھ سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔ پس میں اس کی نعمت کے شکر اور اپنے گناہوں کے عذر میں مشغول ہوں۔

حضرت ابوسلیمانؒ کا قول

حضرت ابوسلیمانؒ نے فرمایا ہے کہ وہ چیز جس میں کسی قسم کا فساد اور خوف نہیں وہ نعمت پر شکر کرنا ہے۔

شکر کی قدر

حضرت ابوترابؒ کا قول ہے کہ اس چند روزہ زندگی کے بعد دائمی زندگی میں نہ تونگری کی قدر ہو گی نہ درویشی کی بلکہ اس روز صبر و شکر کی قدر کی جائے گی۔

فلسفۂ شکر

حضرت سہلؒ کا فرمان ہے کہ ہر ایک لمحہ خداوند تعالیٰ کی عنایت کا عطا کردہ ہے اس میں بھی سب سے بڑھ کر عطا یہ ہے کہ خداوند کریم اپنا ذکر بندے کے دل میں پیدا کر دے۔ پس حد شکر تو یہ ہے کہ خدا کا نیک بندہ اس کے شکر سے اپنے آپ کو عاجز سمجھے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے شکر کو بھولنا، اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں۔

شکر کی عملی صورت

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عملِ شکر کا تعلق، دل، زبان اور بدن تینوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دل سے یوں کہ ہر کسی کا خیر خواہ ہو اور کسی دوسرے کی نعمت پر اسے حسد یا جلن ہرگز

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

محسوس نہ ہو بلکہ اس کا خیال تک اس کے دل میں نہ گزرے۔

(۲) زبان سے اس طرح کہ ہر حالت میں شکر ادا کرے اور الحمد للہ کہے اور اظہارِ مسرت منعم کی وجہ سے کرے۔ حضور نے کسی سے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا الحمد للہ بالکل خیریت سے ہوں، آپ خوش ہوئے اور فرمایا مجھے اسی بات (یعنی جواب) کی تلاش تھی اور اگلے زمانے میں تو تمام بزرگوں کا ایک دوسرے سے حال دریافت کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا تھا کہ جواب میں شکر کا لفظ ضرور شامل ہو تاکہ کہنے والے اور سننے والے ہر دو کو اس کا ثواب ملے اور اگر کوئی اس کے جواب میں شکوہ و شکایت کرنا شروع کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس سے بدنما اور ذلیل حرکت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک حقیر و بے بس بندہ کے سامنے شکایت کرے اس مولائے کریم کی جو مولائے کُل ہے بشکوہ تو بلا و مصیبت پر بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس پر بھی شکر ہی کرنا چاہیئے اس لیے کہ عین ممکن ہے کہ (اسی میں اس کی مصلحت ہو اور) یہی چیز اس کی سعادت کا وسیلہ بن جائے اگر شکر نہ کر سکے تو پھر صبر ہی سے کام لے (اور کم از کم شکوہ تو نہ کرنے لگے)

(۳) اور بدن سے عمل کی صورت یہ ہے کہ تمام اعضاء کو حق تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر انھیں اسی کام میں مشغول رکھے جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے انھیں بنایا ہے اور یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ تمام اعضائے بدن کو حق تعالیٰ نے دراصل آخرت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور وہ یہی چاہتا ہے کہ تو انھیں آخرت کے لیے ہی مصروف و مشغول رکھے اور اگر تو ایسا کرتا ہے تو اس شکر گزاری کا حق ادا کرتا ہے حالانکہ اسے تیرے اس عمل سے کوئی لذت و حظ محسوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان تمام باتوں سے منزہ و مبرا ہے۔ اور اس کی مثال یوں دے سکتے ہیں کہ مثلاً کسی بادشاہ کی نظر کرم اپنے کسی غلام پر جا پڑتی ہے اور وہ بھی اس کی غیر حاضری میں، یعنی وہ غلام دور ہو اور بادشاہ اسے اپنے حضور میں شرف باریابی نہ صرف عطا فرمائے بلکہ حضور میں حاضر ہونے کے لیے گھوڑا بھیجے اور زادِ راہ بھی۔ تاکہ وہ حاضر ہو کر مقرب اور

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

مصاحبِ بارگاہ بن جائے اور جاہ وحشم اور عزت و منزلت کی نعمت سے مالا مال ہو جائے۔ حالانکہ بادشاہ کے لیے اس غلام کی دوری یا نزدیکی یکساں ہو بلکہ کوئی معنی ہی نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ اس کی آمد سے سلطنت کا کچھ بنتا سنورتا نہ ہو اور نہ آنے سے کچھ بگڑتا گھٹتا نہ ہو بس مقصود فقط اسے نوازنا ہو، منظور فقط اس کی بھلائی اور فائدہ ہو، کیونکہ بادشاہ اگر اہلِ جُود و سخا میں سے ہو اور سخی و کریم ہو تو خلق کی بھلائی اس کے مدنظر ہوا ہی کرتی ہے اور مطلوب اس سے فقط خلق کی بہبودی ہوتی ہے اور کوئی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہیں ہوتی۔ پس:

(۱) اگر وہ غلام گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ جائے اور زادِ راہ کو مناسب طریق سے صرف میں لائے تو یقیناً اس نے گھوڑے اور زادِ راہ دونوں نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔ اور

(۲) اگر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر الٹی ہی سمت چل پڑے اور دربارِ شاہی (میں حاضر ہونے کی بجائے اس) سے اور بھی دور ہو جائے تو یہ صریحاً کفرانِ نعمت ہے۔ اور

(۳) اگر دونوں چیزوں (گھوڑے اور زادِ راہ) کو بیکار پڑا رہنے دے اور نہ حاضر ہو، پہلے کی نسبت زیادہ دور ہی ہو (یعنی کوئی دلچسپی ہی ظاہر نہ کرے) تو بھی کفرانِ نعمت ہی اگرچہ اتنا نہیں جتنا کہ اوپر دوسری صورت میں بیان ہوا ہے۔

پس ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو بندہ اگر اس کی عبادت کے لیے خرچ کرے تاکہ قربتِ الٰہی کا درجۂ بلند حاصل ہو جائے تو وہ شاکر ہے۔ اور اگر گناہ و عصیاں میں (صرف) کرے اور حضرتِ الٰہیت سے پہلے کی نسبت بھی دور تر ہو جائے تو یہ کفرانِ نعمت ہے (اور حد درجہ کی ناشکری) اور اگر جائز و مباح قسم کے عیش و عشرت میں صرف کرے یا سرے سے خرچ ہی نہ کرے اور معطل رہنے دے تو یہ بھی کفرانِ نعمت ہے اگرچہ شدت کے لحاظ سے نسبتاً کم تر درجے کا۔

پس جب اس حقیقت کی شناخت ہو جائے کہ ہر نعمت پر ادائے شکر کا طریقہ فقط یہ

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

کہ بندہ اس نعمت کو اسی مصرف میں لائے جو حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اس پہ عمل پیرا صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو حق تعالیٰ کی پسند و ناپسند میں تمیز کر سکتا ہو۔

حکایت کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد آیا ان میں ایک نوجوان تھا جس نے بات شروع کی، عمرؓ نے کہا جو بڑا ہو وہ بات کرے۔ نوجوان نے عرض کی اے امیرالمومنین! اگر بات عمر پہ ہوتی تو امت میں آپ سے بڑی عمر کے بہت لوگ ہیں۔ اس پہ عمرؓ نے کہا کہو۔ کہنے لگا کہ ہم نہ تو کسی لالچ کے لیے آئے ہیں اور نہ کسی ڈر سے، رغبت کی تمام چیزیں آپ کی مہربانی سے ہم تک پہنچ رہی ہیں اور ڈر اس لیے نہیں کہ ہمیں آپ کے عدل و انصاف نے امن میں رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، پھر تم کیسے آئے ہو؟ نوجوان نے جواب دیا کہ ہم صرف شکرادا کرنے کو آئے ہیں، شکرادا کر کے واپس چلے جائیں گے اور پھر انھوں نے شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

(مشکل تو یہ ہے کہ جو احسانات تم نے مجھ پر کیے ہیں میرا شکر ان کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے مگر تمھارے احسانات گویا ہیں۔ میں تمھارے احسانات کو دیکھوں اور پھر انھیں چھپائے رکھوں تب تو میں سخی کے احسانات کا چور ٹھہرا) . (رسالہ قشیریہ)

حکایت کہتے ہیں کسی شخص کا ایک دوست تھا جسے بادشاہ نے قید کر دیا اس شخص نے اپنے دوست کو پیغام بھیجا، دوسرے نے کہا اللہ کا شکرادا کرو۔ پھر اس شخص کو مار پڑی اس نے پھر دوست کو لکھا، دوست نے پھر لکھا، اللہ کا شکرادا کرو۔ اس کے بعد ایک مجوسی لایا گیا جسے پیٹ کی بیماری تھی اور بیڑیاں لائی گئیں، بیڑیوں کا ایک حلقہ اس شخص کے پاؤں میں ڈال دیا گیا اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں، مجوسی رات کو کئی بار اجابت کے لیے اٹھتا اور اس شخص کو مجوسی کے فارغ ہونے تک اس کے پاس کھڑا رہنا پڑتا، اس نے پھر دوست کو لکھا مگر پھر وہی جواب ملا کہ اللہ کا شکرادا کرو، اس نے کہا تم کب تک مجھ سے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

یہی کہے جاؤ گے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کونسی مصیبت ہو سکتی ہے ؟ دوست نے کہا کہ اگر اس کا زنار تمھاری کمر میں ڈال دیا جاتا جس طرح کہ بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں، تو پھر تم کیا کر سکتے تھے۔

حکایت کہتے ہیں کہ ایک شخص سہل بن عبداللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ چور میرے گھر میں گھس کر سارا سامان لے گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ادا کرو، اگر چور (شیطان) تمھارے دل میں گھس کر توحید کو خراب کر دیتا تو تُو کیا کر سکتا تھا۔

حکایت ایک مرتبہ بچپن میں جب جنید بغدادیؒ کی عمر صرف سات آٹھ سال تھی آپ شیخ سقطیؒ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے، حج کے عرصہ میں آپ شیخ سقطیؒ کے ساتھ مختلف مجالس میں بھی شرکت کرتے رہے، ایک دن آپ اپنے مرشد کے ساتھ حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چار صوفیاء کرام کو شکر کے موضوع پر بحث میں مصروف پایا۔ آپ غور سے ہر صوفی کے خیالات سنتے جا رہے تھے یہاں تک کہ سبھی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، حضرت شیخ سقطیؒ بھی بغور بھانجے پر نظر رکھے اسے تک رہے تھے اور ساتھ ساتھ صوفیاء کی باتوں کو بھی سنتے جا رہے تھے اس لیے جونہی وہ چاروں صوفیاء جنھوں نے شکر کے مسئلے پر اپنے اپنے خیالات پیش کیے تھے خاموش ہوئے تو شیخ سقطیؒ نے اپنے بھانجے جنیدؒ کو حکم دیا کہ تم بھی شکر کے مسئلے پر اپنے نقطہ نظر کو بیان کرو۔ سبھی بزرگوں کی نظریں آپ پر جم گئیں اور سات آٹھ سالہ اس بچے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس کے سرپرست نے اسے علمائے دین کے سامنے اپنا نظریہ پیش کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے سر جھکایا اور کہنا شروع کیا "بزرگو! میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں کہ میں شکر پر اظہار خیال پیش کر سکوں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ جب ہمیں ہمارا واحد پروردگار کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو ہم اسے اپنے اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں کیونکہ وہی نعمتوں سے نوازنے والا ہے، وہی ہر نعمت کا منبع ہے پس ہمیں اسی کے احکام کی تعمیل میں خود کو وقف کر دینا چاہیئے۔" مجلس میں موجود صوفیاء نے ایک معصوم بچے کے

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

منہ سے جب اس قدر واضح شکر کی تشریح سنی تو بلند آواز میں پکار اٹھے کہ بیشک یہ مفہوم برحق ہے شکر کا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میں ایک بچے کی زبان سے شکر کی رمز سے آگاہ کر دیا۔

حکایت حضرت احمد حربؒ کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہوگئی، آپ اپنے دوستوں کے ساتھ اس کی غم خواری کو تشریف لے گئے۔ پڑوسی نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا، حضرت احمد حرب نے بتایا کہ ہم تمھاری چوری ہو جانے کا افسوس کرنے آئے ہیں۔ پڑوسی بولا کہ میں تو اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں اور مجھ پر اس کے تین شکر واجب ہوگئے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسروں نے میرا مال چُرایا ہے میں نے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابھی آدھا مال میرے پاس موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ میری دنیا کو ضرر پہنچا ہے اور دین میرے پاس ہے، یعنی اللہ کا بندہ وہی ہے جو پریشانی میں بھی شکر کرے

حکایت ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ حج کی غرض سے طویل مسافت طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور جب اہل حرم بزرگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ برائے استقبال نکل کھڑے ہوئے اور آپ نے محض اس خوف سے کہ کوئی شناخت نہ کر سکے خود کو قافلہ سے جدا کر لیا اور جب خدام اہلِ حرم نے جو آگے آگے تھے دریافت کیا کہ ابراہیم بن ادہم کتنی دور ہیں؟ اس لیے کہ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آرہے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک ملحد و دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تُو خود ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں اور جب وہ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی! کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ اہل حرم کے استقبال کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اور اس کے بعد جب لوگوں نے آپ کو شناخت کر لیا تو اس قدر عقیدت مند ہو گئے کہ آپ نے بھی وہیں سکونت اختیار کر لی اور بیشمار افراد آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور آپ کی

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

یہ حالت تھی کہ حصولِ رزق کے لیے بڑی مشقت کے ساتھ کبھی جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت کرتے اور کبھی کسی کے کھیت پر رکھوالی کا کام کرتے۔

حضرت بایزیدؒ کی نصیحت آپ کے ایک ارادتمند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمھیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا۔ اور جب تمھیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے خدا کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا کیونکہ اللہ ہی نے اس کو تم کو مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

شکر کیا ہے؟ حضرت بایزید بسطامیؒ جب مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ ان اشکرلی ولوالدیک یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا۔ اس وقت اپنی والدہ سے آکر فرمایا کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لہذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں۔ والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے۔ اور وہیں ذکر و شغل کو حرزِ حیات بنا لیا اور مکمل تین سال شام کے میدانوں اور صحراؤں میں زندگی گزاری اور اس عرصہ میں یادِ الٰہی کی وجہ سے کھانا پینا سب ترک کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک سو سترہ مشائخ سے بھی نیاز حاصل کر کے ان کے فیوض سے سیراب ہوئے، انہی مشائخ میں حضرت امام جعفر صادق بھی شامل ہیں۔

حکایت ایک مرتبہ ایک شخص ماتھے پر پٹی باندھے حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کیوں بھئی کیا بات ہے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ حضرت رابعہؒ نے پوچھا

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

تمھاری عمر کیا ہے ؟ اس نے کہا تیس برس ۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم اس مدت میں بیمار رہے یا تندرست ؟ اس نے جواب دیا میں ہمیشہ تندرست رہا ہوں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تیس برس صحت کی دولت سے مالا مال رہنے کے باوجود تو نے کبھی اپنے سر پر شکر کی پٹی نہیں باندھی، آج تیرے سر میں درد ہو گیا تو مخلوق خدا کے سامنے شکایت کی پٹی سر پہ باندھے پھرتا ہے ۔

حکایت ایک دفعہ مرو کے شہر سے ایک نوجوان حضرت سید ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (المعروف بہ داتا گنج بخش) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے شیخ! میں دشمنوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں ۔ زندگی میرے لیے وبال بن گئی ہے ۔ خدا کے لیے میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کے شر سے نجات دے ورنہ ایسی زندگی سے میرا مر جانا بہتر ہے ۔ حضرت نے اس کی سرگزشت بڑے غور سے سنی اور پھر فرمایا اے عزیز! یہ تو نے کیا کہا ، دشمنوں سے اتنا ڈرتے ہو اور ان سے پناہ مانگتے ہو؟ دشمن تو ایک رنگ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں ۔ وہ تمھیں تمھاری کمزوریوں اور خامیوں سے آگاہ کرتے ہیں ، ان کی وجہ سے تم کئی عیبوں اور گناہوں سے بچتے ہو ۔ وہ تمھیں سیدھی راہ سے بھٹکنے نہیں دیتے اس طرح وہ تمھارے حق میں بڑی رحمتوں کا موجب ہوتے ہیں میاں! اپنا دل مضبوط کرو اور ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر جاؤ ۔ جب تک حق تعالیٰ مہربان ہے دشمن کی کیا مجال ہے کہ تمھیں کوئی گزند پہنچا سکے ۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو اور اسی پہ توکل رکھو ۔ یاد رکھو کہ مسلمان کبھی بزدل نہیں ہوتا ۔

حکایت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ۔ کچھ لوگ میرے پاس عیادت کے لیے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے ۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ بیماری کے سبب مجھے بار بار

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجیے
بس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں عیادت (بیمار پرسی) کا ادب سکھا
دیجیے۔

حکایت حضرت احمد بن اسکاف دمشقی نے حج بیت اللہ کے ارادے سے کئی سال
میں ایک خطیر رقم جمع کی، حج سے چند دن پہلے انھوں نے ہمسایہ کے گھر
میں اپنا لڑکا کسی کام کے لیے بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ منہ لبسورتا ہوا واپس آیا، ابن اسکافؒ
نے پوچھا بیٹے! خیر تو ہے تو روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے پڑوسی گوشت روٹی کھا
رہے ہیں۔ میں منہ دیکھتا رہا اور انھوں نے مجھے پوچھا تک نہیں۔ ابن اسکافؒ رنجیدہ ہو کر
ہمسائے کے گھر گئے اور کہا سبحان اللہ! ہمسایوں کا یہی حق ہوتا ہے جو تم نے ادا کیا، میرا
کمسن بچہ منہ تکتا رہا اور آپ گوشت روٹی کھاتے رہے۔ اس معصوم کو ایک لقمہ ہی دے دیا
ہوتا۔ یہ سن کر پڑوسی زار زار رونے لگا اور کہنے لگا ہائے افسوس! اب ہمارا راز فاش ہو گیا
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ خدا کی قسم پانچ دن تک میرے گھر والوں کے منہ میں ایک دانہ تک
نہیں گیا لیکن میری غیرت کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتی تھی۔ جب نوبت ہلاکت
تک پہنچی تو ناچار جنگل میں گیا ایک جگہ ایک مردہ بکری پڑی تھی اس کا تھوڑا سا گوشت لے
آیا اور اسی کو ابال کر ہم کھا رہے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ ہم نے آپ کے بچے کو کچھ نہ دیا ورنہ
یہ کب ہو سکتا تھا کہ ہم گوشت روٹی کھائیں اور آپ کا بچہ منہ تکتا رہے۔ یہ سن کر احمد بن
اسکافؒ پر رقت طاری ہو گئی۔ بار بار کہتے تھے کہ اے احمد! تجھ پر افسوس ہے کہ تیرے گھر
میں تو ہزاروں درہم و دینار پڑے ہوں اور تیرے ہمسایوں پر فاقے گزر رہے ہوں۔ قیامت
کے دن تو اللہ کو کیسے منہ دکھائے گا اور تیرا حج کیسے قبول ہو گا۔ پھر وہ گھر گئے اور سب
درہم و دینار جو حج کی نیت سے جمع کیے تھے چپکے سے لا کر باصرار ہمسائے کو دے دیے
اور خود اپنے گھر میں بیٹھ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے کیونکہ ان کے حج پر جانے کا سوال ہی

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

پیدا نہ ہوتا تھا۔

حج کا زمانہ آیا تو حجاج میں ذوالنون مصری بھی تھے، انھوں نے جبلِ عرفات پر ایک غیبی آواز سنی کہ اس سال احمد بن اسکاف دمشقیؒ نے حج کی نیت کی لیکن وہ نہ آسکا۔ لیکن ہم نے اس کو حج اکبر کا ثواب عطا کیا ہے اور دوسرے بہت سے حجاج کا حج بھی اس کے سبب قبول فرما لیا ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ بہت حیران ہوئے کہ نہ معلوم احمد بن اسکافؒ کی کونسی ادا حق تعالیٰ کو پسند آگئی ہے جو اس پر اس قدر فضل وکرم کیا گیا ہے، حج سے فارغ ہو کر وہ سیدھے دمشق گئے اور احمد بن اسکافؒ سے ملاقات کر کے ان سے حج پر نہ جانے کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے واقعہ بیان کیا تو ذوالنون نے فرمایا، کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمھارا حج قبول فرما لیا بلکہ حج اکبر کا ثواب عطا فرمایا احمد بن اسکاف یہ سن کر رونے لگے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ اگلے سال خدا نے ان کو اس قدر مال دیا کہ خود حج پر گئے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

حکایت حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں ایک طالبِ معرفت بہت دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوا، دیکھا تو ملک التجار ہیں، نوابوں کے سے کارخانے ہیں۔ امیروں کی سی بارگاہ، نوکر چاکر، حشم وخدم، تزک واحتشام، اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں خدا پرستی کا کیا مذکور ہے لیکن چونکہ دور سے آیا تھا چندے قیام کیا، دونوں وقت شیخ کی خدمت میں جاتا، ایک روز شیخ کے نام کسی گماشتے کی چیٹھی آئی کہ فلاں جہاز جس پر لاکھ روپے کا مال تجارت مصر کو جاتا تھا، ڈوب گیا۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا الحمد للہ! پھر چند روز کے بعد اسی گماشتے کی چیٹھی آئی کہ وہ جہاز جو مالِ تجارت لے کر ڈوبا تھا نکل آیا اور مال کو بھی کچھ گزند نہ پہنچا، شیخ نے سن کر فرمایا الحمد للہ! تب تو اس طالب سے رہا نہ گیا اور کہا اگر ارشاد ہو، تو

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

ایک شبہ عرض کردوں؟ فرمایا کہو۔ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ مال تجارت دو حال سے خالی نہیں، مالِ حلال ہے یا مالِ حرام۔ اگر حلال ہے تو اس کے تلف پر الحمدللہ کہنا کیا معنیٰ؟ اور اگر حرام ہے تو اس کی بازیافت پر شکر کیسا؟ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ مال تو حلال وطیب ہے لیکن شکر نہ تلف پر تھا نہ بازیافت پر۔ جب مجھ کو تلف کی خبر ہوئی تو میں نے اپنے دل کی حالت پر نظر کی کہ دیکھوں اس نقصان نے کیا اثر پیدا کیا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ دل پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ پھر بازیافت کے وقت بھی دل کا وہی حال پایا پس میں نے دونوں حالتوں میں اس بات کا شکر کیا کہ الحمدللہ! دنیا کا سود و زیاں میری نظر میں ہیچ ہے۔ بیشک دنیا کے تعلقات میں آلودہ رہ کر بے تعلق رہنا مردانِ حق کا کام ہے۔

حکایت شیخ عبدالسلام سے بیعت ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوالحسن شاذلیؒ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! میں تو تیرا شاکر بندہ ہوں پھر تو نے مجھ پر اپنی قربت کے دروازے کیوں بند کر رکھے ہیں؟ اس پر غیب سے آواز آئی تو شاکر بندہ ہوتا تو قربت تجھے نصیب ہو چکی ہوتی۔ شاکر بندہ وہ ہوتا ہے جس کے آگے نعمتوں کا ڈھیر لگا دیا جائے اور وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

آپ نے اللہ سے پوچھا کہ میں جب انعام و اکرام سے محروم ہوں اور اس کی میں نے کبھی شکایت بھی نہیں کی تو کیا پھر بھی میں تیرا شاکر بندہ نہیں۔

غیب سے آواز آئی کہ تم کب انعامات سے محروم ہو، انبیاء، علماء اور بادشاہ تیرے لیے انعامات ہیں کیونکہ انبیاءؑ کو ہادی بنا کر تمہارے لیے بھیجا گیا اور انھیں وہ صلاحیتیں اور قوتیں عطا کی گئیں جن سے تم نے راہ نمائی حاصل کی اور نبیوں کے مرہونِ منت ہوئے کیا یہ میرا انعام نہیں؟

علماء سے لوگوں نے اسلام اور اللہ کے بارے میں بہت سا علم حاصل کیا اور اسی علم سے تم لوگوں نے خدا کو جانا اور مذہب کی تعلیم حاصل کی، کیا یہ میرا انعام نہیں ہے؟

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

Ataunnabi.com

بادشاہ کو ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا اور اگر بادشاہ نہ ہوتے، اور وہ اپنی ذمہ داریاں نہ پوری کرتے تو قوم و ملک کا کیا حال ہوتا، تو کیا یہ میرا تم پر انعام نہیں ہے؟ انبیاء، علماء اور بادشاہوں کی موجودگی میں خود کو شاکر بندہ اور میری نعمتوں سے محروم کہنا کفرانِ نعمت ہے۔ یہ تینوں تمہارے لیے شاندار نعمتیں ہیں۔ یہ سن کر ابوالحسن شاذلیؒ کئی دن روتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔

کامل بندے کی نشانی

ایک مرتبہ مولانا نعمت اللہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت غوث الاعظمؒ سے جو عقیدت و محبت ہم لوگوں کے دل میں ہے اس کی خبر نہ جانے پیرانِ پیر کو ہوگی بھی یا نہیں۔ ملاں نے اس بات کا ذکر حضرت شاہ ابوالمعالی سے کیا۔ آپ نے اس کو کہا ملاں نعمت اللہ! آج رات خواب میں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے وہم کا جواب دے گا۔ چنانچہ خواب میں ملاں نعمت اللہ نے دیکھا کہ وہ کسی کام میں درماندہ ہیں اور ننگے سر ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ اس جگہ تشریف لاتے ہیں جہاں ملاں نعمت اللہ ہوتے ہیں اور سفید دستار ان کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں، ملاں نعمت اللہ! ہم تمہارے کسی حال سے بھی بے خبر نہیں۔

جب ملاں نعمت اللہ بیدار ہوئے تو اپنا خواب سنانے حضرت شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا خواب سنایا۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے کہا، نعمت اللہ! یہاں ٹھہرو پھر اندر سے ایک دستار منگوائی اور نعمت اللہ کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ دستار وہی تھی جو تمہیں حضرت پیرانِ پیر نے عنایت فرمائی تھی۔

ملاں نعمت اللہ حیران ہو گئے اور پوچھا حضرت! یہ کیا قصہ ہے، یہ دستار آپ کے پاس کس طرح پہنچی؟

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے، جو وہ اپنے بندے پر نازل کرتا ہے مگر بندے کو شکر گزاری اور حقِ بندگی ادا کرنا نہیں آتی۔ اگر بندے کو شکر گزاری کرنی آجائے تو

Marfat.com

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

وہ کامل بندہ بن جائے۔ ملّاں نعمت اللہ اسی وقت سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک زار و قطار روتے رہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کا معمول حضرت مخدوم جہانیاںؒ کا معمول تھا کہ وہ اکثر اوقات روزہ سے رہا کرتے تھے۔ پانچوں نمازوں کے علاوہ چاشت، اشراق اور تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے اور نوافل بھی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ جو جو عبادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت کی ہیں ان پر کاربند رہنا اور ان کی تقلید کرنا زیادہ مستحسن ہے۔

آپ جب بھی کھانا کھاتے اپنے خدام کو دسترخوان پر ساتھ بیٹھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص تنہا کھائے اور اپنے غلاموں کا خیال نہ کرے اس جیسا بھی کوئی بخیل نہیں اور کھانے کے بعد آپ نے دوگانہ شکرِ طعام کا بھی ذکر فرمایا ہے کیونکہ جو شخص خوراک کھانے کے بعد خدا کا شکر ادا نہیں کرتا اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور خدا اس پر نعمت تنگ کر دیتا ہے۔ جتنا انسان زیادہ شکرگزاری کرتا ہے اس پر خدا کی نعمتوں کی فراخی بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب بھی نیا لباس پہنا جائے یا اچھی خوراک کھائی جائے تو خدا کا شکر واجب ہو جاتا ہے۔

حکایت ایک مرتبہ ابوالحسن اپنی زمین کی گوڈی کر رہے تھے۔ کدال جہاں مارتے کہیں سے سونے کی دیگیں نکلتیں، کہیں سے چاندی کی دیگیں اور کہیں سے ہیرے اور جواہرات کی دیگیں نکلتی تھیں مگر آپ نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور ہر جگہ پر مٹی ڈال دی اور اسی وقت خدا کا شکر ادا کیا اور نوافل پڑھے کہ اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے مجھے لالچ سے بچایا۔ نوافل سے جب فارغ ہوئے تو حیران رہ گئے کہ ساری زمین کی گوڈی بھی ہو چکی تھی اور پانی سے بھی زمین سیراب ہو گئی تھی۔ آپ نے پھر سجدے میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا اور کہا اے اللہ! تو میرا کتنا خیال رکھتا ہے۔

حکایت حضرت ابراہیم ادھم کئی کئی روز فاقہ مستی میں گزار دیتے۔ کم کھانا کم سونا اور